دینی تبلیغی، اصلاحی و روحانی مضامین کا

ایمان افروز مجموعہ

فیوضاتِ فریدی

تالیف

مفسر قرآن، مبلغ اسلام، پیر طریقت، فاتح عیسائیت

پیر ابو النصر منظور احمد شاہ

بانی و شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال

ناشر: حزب الفرید شعبہ تبلیغ جامعہ فریدیہ ساہیوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب -------------	فیوضات فریدی
مؤلف -------------	علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ
مرتب -------------	منظور حسین قاسم الرضوی
کمپوزنگ -------------	محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ
معاون کمپیوزنگ ----------	صغیر احمد صفی۔ محمد سلمان افضل
تخریج -------------	محمد اشفاق صادق
تعداد -------------	ایک ہزار
طباعت -------------	فریدیہ پریس لیاقت چوک ساہیوال
قیمت -------------	-/300 روپے
	پہلا ایڈیشن 1976ء
	دوسرا ایڈیشن 2013ء
ناشر -------------	حزب الفرید (شعبہ تبلیغ) جامعہ فریدیہ

ملنے کا پتہ

مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	لمعات فکرِ روشن	15
2	عرض مرتب	16
3	سخن اولین	17
4	حضرت فاتح عیسائیت کی تدریسی ذمہ داریاں	20
5	جامعہ فریدیہ کی ابتداء	21
6	حضرت مصنف کے حالات زندگی کا اِجمالی خاکہ	21
7	**اسلام کے بنیادی عقائد**	25
8	اسلامی عقائد کی چند خصوصیات	26
9	ایمان باللہ	27
10	ایمان بالرّسل	29
11	ایمان بالملائکہ	30
12	ایمان بالکتب	31
13	موت کے بعد زندگی اور یوم آخرت پر ایمان	32
14	ایمان بالقدر	34
15	اسلام کے بنیادی عقائد اپنانے کے فوائد	37

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
16	**المقالمۃ العلمیہ**	38
17	علم الکلام	39
18	دین فطرت انسانی میں داخل ہے	43
19	اثبات باری تعالیٰ کے عقلی دلائل	45
20	ملحدین کا عقیدہ	48
21	اہل اِسلام کا عقیدہ	48
22	اتقانی دلائل آئمہ اربعہ کی زبان سے	50
23	اتقانی دلائل مغربیات کی روشنی میں	52
24	ثبوت باری تعالیٰ کے وجدانی دلائل	53
25	قدیم وحادث کا تعلق کیسا ہے؟	55
26	مذہب جمہور	55
27	مذہب محققین	56
28	مسلک وجودیہ	56
29	مسلک مشہودیہ	58
30	واجب الوجود ہونے میں توحید	59
31	مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوا لہٰذا اِلٰہ	59
32	مسیح معصوم ہے لہٰذا اِلٰہ	59
33	مسیح احیا موتی کے سبب الٰہ ہے	60

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
34	مسیح اقنوم کلام کے باعث الٰہ ہے	61
35	تعلق حلولی	61
36	تعلق تدبیری	61
37	تعلق ظہوری	62
38	خالق ہونے میں توحید	63
39	صفات میں توحید	63
40	قدامت	64
41	لانہایت	64
42	مبدئیت	64
43	افعال میں توحید	64
44	عدم تعب میں توحید	65
45	عدم مسئولیت میں توحید	65
46	معبودیت میں توحید	65
47	توحید کے بعد نبوت پر ایمان	66
48	لفظ نبی کا معنیٰ	68
49	نبوت کے امور ثمانیہ ضروری ہیں	68
50	1۔ موہبت	68
51	2۔ اُمّیت	69

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
69	3۔ عصمت	52
74	4۔ تصدیق الٰہی قولاً وفعلاً	53
74	5۔ تاثیر	54
74	6۔ مقابلۂ ماحول	55
74	7۔ شرافت معروفہ	56
75	8۔ تعلیم	57
75	عقیدہ معاد بھی جزو ایمان ہے	58
76	دلیل حکمی	59
76	دلیل خطابی	60
76	دلیل وجدانی	61
77	دلیل عرفانی	62
78	**قلب سلیم**	63
85	**عصمت انبیاء**	64
87	عصمت انبیاء کے عقلی دلائل	65
88	قصہ آدم علیہ السلام پر منکرین عصمت کے اعتراضات	66
92	آدم علیہ السلام کو جنت میں رکھنے کی حکمتیں	67
94	قصہ نوح علیہ السلام پر اعتراض	68
95	عصمت ابراہیم علیہ السلام پر اعتراض	69

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
106	عصمت لوطؑ ابن ہاران	70
106	موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض	71
107	یونس علیہ السلام پر اعتراض	72
108	عصمت داؤد علیہ السلام	73
109	عصمت سلیمان علیہ السلام	74
111	**دعائے خلیل و نوید مسیحا**	75
113	شہنشاہِ کائنات کی تشریف آوری	76
119	کرۂ ارضی پر ایک عظیم انقلاب	77
123	سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	78
124	فاروق اعظم	79
124	فاروق اعظم اور ارشادات نبوی ﷺ	80
125	فاروق اعظمؓ اور خوف خدا	81
126	فاروق اعظمؓ اور کرامات	82
127	فاروق اعظم اور ایجادات	83
129	فاروق اعظم اور فتوحات	84
129	فاروق اعظمؓ اور جمہوریت	85
130	فاروق اعظمؓ اور مساوات	86
132	**صدیق و عتیق** رضی اللہ عنہ	87

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
134	مناقب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	88
139	اسلام اور یاد صدیقؓ	89
141	**فلسفۂ زکوٰۃ**	90
143	اسلام کے پانچ ستون	91
145	زکوۃ اور انسانی تمدن	92
145	اسلام میں انفاق فی سبیل اللہ کا درجہ	93
147	زکوۃ کے فائدے اور حکمتیں	94
149	دل چسپ واقعہ	95
150	زکوۃ کے متعلق ارشادات نبوی ﷺ	96
151	مسائلِ زکوٰۃ	97
152	نصاب زکوۃ	98
152	زکوۃ لینے کے حقدار آٹھ ہیں	99
154	**نجات کی رات**	100
157	فیض عام	101
157	لمحہ فکریہ	102
158	شب برأت کی تاریخی اہمیت	103
158	سرکار دو عالم ﷺ کی نظر میں	104
158	جبرائیل علیہ السلام کی وصیت	105

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
106	محروم لوگ	159
107	زیارت قبور	159
108	دوسروں کے لیے دعا	159
109	چند دعائیں	160
110	ادائیگی قرض اور رفع غم کی دعا	160
111	دعا نہ کرنے سے خدا ناراض ہوتا ہے	160
112	دعا میں وسیلہ	161
113	**رحمتوں کا مہینہ**	162
114	فضائل	164
115	حکمتیں	165
116	مسائل	166
117	اعتکاف	166
118	ماہ رمضان اور نزول قرآن	167
119	لفظ نزول	168
120	لفظ قرآن	169
121	ترتیب قرآن	169
122	ضرورت قرآن	170
123	فصاحت قرآن	171

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
124	تاثیر قرآن	171
125	بائیبل ایک خونی کتاب ہے	172
126	معرکہ بدر	173
127	نماز تراویح	174
128	شب قدر	175
129	اعمال شب قدر	176
130	ضرورت عمل	176
131	عیدالفطر	177
132	مسائل	180
133	نماز پڑھنے کا طریقہ	180
134	حج بیت اللہ وقربانی	181
135	فرضیت حج	182
136	ارکان حج	182
137	واجبات	182
138	سیدنا ابراہیمؑ کی جانثاری واطاعت کے روح پرور مناظر	183
139	تعمیر کعبہ	184
140	حفاظت کعبہ	185
141	مسائل	186

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
188	**مکتوبات مدینہ**	142
189	مولانا شبیر احمد ہاشمی کے نام	143
197	اساتذہ جامعہ کے نام	144
205	مولانا ابوظفر منظور احمد صاحب کے نام	145
215	اساتذہ جامعہ کے نام	146
220	اساتذہ اور طلبہ کے نام	147
224	اساتذہ کرام وطلبہ جامعہ فریدیہ کے نام	148
228	**نصر القرأ**	149
229	ضرورتِ قرآن	150
230	نزول قرآن	151
230	لفظ قرآن کی وجہ تسمیہ	152
231	جمع قرآن	153
231	صداقتِ قرآن	154
232	مضامین قرآن	155
233	تاثیر قرآن	156
234	خصوصیات قرآن	157
234	تفاسیرِ قرآن	158
235	قرآن کے مشہور قرأ	159

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
160	آیات وسُوَرِ قرآن	236
161	تجوید قرآن	237
162	مخارج حروف	238
163	صفات حروف	240
164	چار احکام	242
165	مد اور قصر	243
166	رموز اوقاف قرآن مجید	244
167	**متفرقات**	245
168	الجہاد	247
169	فضائل جہاد	248
170	شوق شہادت	249
171	ایک عورت کی قوت ایمانی	250
172	دو ننھے مجاہد	250
173	خاتونِ جنت اور حضرت صدیقہ کی خدمات	251
174	شہید اور غازی کا مقام	252
175	جذبہ سرفروشی	252
176	غیبی کرشمے	254
177	کانگریسی مکتب فکر	255

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
257	احترام والدین	178
261	اِسلام اور حفظانِ صحت	179
265	اِسلامی سوشلزم؟	180
266	اختلاف	181
266	لیکن اسلام	182
267	حقیقی ترقی	183
267	سوشلزم	184
268	عملی تجربہ	185
269	پاکستان میں سوشلزم	186
270	لمحہ فکریہ	187
273	**سوشل بائیکاٹ کی شرعی حیثیت**	188
280	**تعلیمات گنج شکرؒ**	189
282	دُعائے خاص	190
283	ہر بیماری کیلئے دُعا	191
283	قضائے حاجات کا مجرب وظیفہ	192
284	دُعائے فریدی	193
284	خوشحالی کا وظیفہ	194
285	کشائش رزق کا وظیفہ	195

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
196	اقوال مبارک	285
197	**نماز**	287
198	فضائل نماز	289
199	جامع عبادت	290
200	اہمیت نماز	291
201	نماز باجماعت	292
202	وضو	293
203	نماز کیسے پڑھی جائے	293
204	فوائد نماز	294

تمّت بالخیر

''لمعاتِ فکرِ روشن''

1397ھ

فیوضاتِ فریدی پر ایک شاعرانہ نظر

اللہ کا احساں ہے فیوضاتِ فریدی
محبوب کا فیضاں ہے فیوضات فریدی

تفسیرِ مقدس ہے احادیثِ نبی کی
اور شارح قرآں ہے فیوضات فریدی

علامہ ابوالنصر کی تالیف گرامی
اک نسخۂ ذی شاں ہے فیوضات فریدی

تحریرِ دل آویز کا رنگین مرقع
تصنیفِ گل افشاں ہے فیوضات فریدی

اخلاقی و تحقیقی مضامین ہیں اس میں
اور داعی ایماں ہے فیوضات فریدی

راہ پائیں گے گم کردہ رہِ منزل ہستی
ہر ایک کا ارماں ہے فیوضات فریدی

تابندہ ہوئے قلب ونظراس کی ضیاء سے
خورشید درخشاں ہے فیوضات فریدی

لاریب ہے یہ مخزنِ اسرارِ ولایت
گنجینۂ عرفاں ہے فیوضات فریدی

ہے سعیِ جمیلہ ابوالنصر کا حاصل
گلدستہ ایقاں ہے فیوضات فریدی

آئینہ تذکار ہے تاریخ اشاعت
تزئین گلستاں ہے فیوضات فریدی

پائیں گے سکوں اِس سے قمر اہل محبت
تسکینِ دل و جاں ہے فیوضاتِ فریدی

(قمر یزدانی، پنوانہ ضلع سیالکوٹ)

عرض مرتب

اس دور الحاد میں علماء ربانی کا وجود غنیمت ہے، یہ نفوس قدسیہ باطل کی ہر یلغار کو اپنے آہنی عزائم سے روکے ہوئے ہیں۔اور حضور سرور کائنات ﷺ کے دین کو مبتدعین کی ہر چیرہ دستی سے مامون ومحفوظ رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔اسی گروہ مبارکہ سے حضرت فاتح عیسائیت مناظر اسلام علامہ ابو النصر منظور احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی ہیں، انہیں بھی جواد مطلق نے بے پایاں صلاحیتوں سے نوازا ہے۔علم وعمل کے حسین پیکر ہونے کے ساتھ ساتھ ادب وانشاء کے میدان کے بھی شاہسوار ہیں، ان کے قلم کی جولانیاں ارباب بصیرت وبصارت سے دادِ تحسین وصول کرتی ہیں۔

آپ ۱۹۵۲ء سے تحریر کے میدان میں سرگرم کار ہیں، اس عرصہ میں بہت سے مضامین پوسٹروں اور پمفلٹوں کی شکل میں منظرِ عام پر آتے رہے۔ میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ان سب جواہر پاروں کو یکجا کردوں تاکہ ارباب دانش وبینش جہاں اس سے استفادہ کریں وہیں میں بھی دعاؤں سے نوازا جاؤں۔ اس لئے میں نے کوشش کی ہے کہ تمام بکھرے موتی جمع ہوجائیں لیکن پھر بھی مجھے اعتراف ہے کہ میں تمام مضامین کا احاطہ نہیں کرسکا۔

آخر میں ناچیز اہل سنت کے ممتاز فاضل حضرت مولانا شبیر احمد شاہ صاحب ہاشمی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس ترتیب وتدوین میں مجھ سے غایت درجہ تعاون فرمایا، زریں مشوروں سے نوازا اور حسن وقبح کے تمام پہلو بندۂ ناچیز پر نمایاں کیئے۔ اُمید ہے کہ ناظرین ناچیز کی اس کوشش پر اپنی آراء گرامی سے نوازیں گے۔

والسلام

منظور حسین قاسم رضوی

سخن اولین

نگاہ بلند ، سخن دلنواز، جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

﴿اقبال﴾

دراز قامت، اکہرا بدن، ابھرے نقوش، نکھرا رنگ، رفتار و گفتار معیاری علم وفضل کی مجسم تصویر یہ ہیں ایک عالم دین، شب زندہ اور صوفی، وقت کے عظیم رجل علم، مقتدر مناظر اور رواں دواں قلم کے مصنف حضرت علامہ مولانا ابوالنصر پیر منظور احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی جن کے بیان وقلم سے ملت اسلامیہ نے کافی استفادہ کیا ہے اور ان کی بانکی سجیلی تحریریں صفحۂ قرطاس پر بکھرے موتی اور گوہر ہائے تابدار کی حیثیت رکھتی ہیں، زیر نظر تصنیف ''فیوضات فریدی'' اور حضرت مصنف علام کی مستند کتابیں مدینۃ الرسول، بلد الامین، آئینہ حق، حضور الحرمین، شہباز قدس، مقالات طیبات، اسلام اور تصوف، لاتثلیث فی التوحید، علم القرآن، سود اور اسلام، سیر برزخ، درود وسلام، منزل شوق، قلب سلیم، ذوق دُعا، اسم محمد ﷺ، پہلی وحی اور فضیلت علم، سیرۃ النبی کے عنوان پر لکھی گئی ضخیم کتاب جلوۂ جاناں اور تفسیر نورُ القرآن جو عوام و خواص کیلئے مشعل راہ ہیں۔

ان کے علمی، ادبی اور فنی مقام پر اہل علم ونظر بحث کریں گے مجھے یہاں ان امور پر مجمل تبصرہ کرنا ہے کہ جوان نگارشات کا باعث بنے۔

ہر صاحب بصیرت دور حاضر کی فتنہ سامانیوں سے آگاہ ہے کہ تہذیب نو نے پوری قوت سے اسلامی افکار کو کچلنے اور غیرت ملی کو مسلنے کا ہنگامہ رستا خیز برپا کر رکھا ہے الحاوی نے رنگارنگ کے دامہائے تزدیر پھیلا رکھے ہیں۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے دوران قائد تحریک آزادی حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کے فتویٰ جہاد سے ملت اسلامیہ میں جو ولولہ پیدا ہوا تحریک کی ناکامی اور اسلام کے لباس میں یہود و ہنود کے شرعی ایجنٹوں کی سازشوں سے مسلمانان برصغیر پر جو مصائب برسے وہ ایک ملت کو مٹانے کے لیے کافی اسباب ہیں لیکن حضور سرکار مدینہ ’’خواجہ کونین‘‘ ﷺ کے دین حق کا معجزہ ہے کہ اسلام پوری تابانی سے علماء حق اہل سنت و جماعت کے علم و عمل سے فروزاں ہے اور ایک اٹل حقیقت بن کر پوری تہذیبی دنیا کے سامنے موجود ہے۔ برصغیر میں دین فطرت کے خلاف جتنے ہنگامے کھڑے ہوئے ان میں سب سے بڑا فتنہ برطانوی استعمار کا اقتدار ہے۔ اس ظالم گورے کا جور و استبداء انسانیت کو لرزا دینے کے لیے کافی ہے۔ اس ستمگر نے جہاں جسمانی تعذیب سے وقار انسانی کو پامال کیا وہاں فکری اور علمی محاذ پر بھی اہل اسلام سے لڑا، اسی سازش سے مکانی فتنے نے جنم لیا اور ایسے اہل بدعت پیدا ہوئے جنہوں نے معاذ اللہ کذب باری تعالیٰ ممکن بتایا اور حضور ﷺ کی نظیر ممکن کہا، عظمت رسالت پر توحید کے پردہ میں حملے ہوئے۔ یہی سازش دیوبند کے وجود کا باعث بنی اور علماء دیوبند نے خوف خدا سے بے نیاز ہو کر مندرجہ بالا عقائد کو اُچھالا، اس طرح ملت کو دولخت کر دیا گیا، جھوٹی نبوت بھی برطانوی ساخت کا نمونہ ہے۔ اس کے علاوہ انگریز، عیسائی، تبلیغی مشنری کا ایک طویل سلسلہ پاک و ہند میں چھوڑ گیا، جس نے قیام پاکستان کے بعد بھی مختلف طریق سے اہل

ایمان کے ایمان پرڈاکہ زنی کی۔علماءحق اہل سنت نے جہاں اسلام کے نام پرتفریق ملت کرنے والے مذہبی قزاقوں کا تعاقب کیا۔اورامام اہل سنت مجدد ملت حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اتباع کے رخشِ خامہ نے تقدس کے مصنوعی نقاب نوچ ڈالے،علم وآگہی کے پندار میں مگن امکانیوں کو ننگا کر دیا، جھوٹی نبوت پرقلندری ضربیں لگائیں،اورایک بہت خطرناک مرض نیشنلزم (یعنی ہندو، مسلم،سکھ،عیسائی آپس میں ہیں بھائی بھائی) کے گمراہ کن نعرہ کی تغلیظ کی،وہاں ان تمام فتنوں کی ماں،عیسائیت کے کاسۂ سر پربھی قلندرانہ ضربیں لگائیں۔ انہیں نفوس قدسیہ کی اتباع میں مصنف علام سب سے پہلے برطانوی استعمار کے مذہبی گماشتوں یعنی دیوبندی، وہابی مکتب خیال کے مولوی صاحبان کے برپا کردہ فساد سے نبردآزما ہوئے اور''شمشیر جوابیہ برگردنِ وہابیہ'' کے نام سے ایک کتابچہ لکھااور پھر ''دلائل میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' اور''خنجر آبدارِ حنفیت'' نامی کتابچے شائع کئے گئے۔جن میں الفاظ سے زیادہ معنیٰ کوسمویا گیا۔اس وقت روانی تحریر کے باوجود عبارت آرائی اور قافیہ پیمائی سے زیادہ دلائل وشواہد کو عام فہم زبان میں عام کیا گیا۔اسی دور میں عیسائیت سے معرکہ ہوااور بڑے دھوم دھڑ کے کا معرکہ ہوا۔مناظرے ہوئے،بحثیں ہوئیں،کتابچے،پمفلٹ اور ہینڈبل چھپ کر تقسیم ہوئے جونہی''مسیح کون ہے؟'' اور ''مکالمہ مسلمان وعیسائی'' ، ''لاتثلیث فی التوحید'' اور ''آئینۂ حق'' جیسی معرکہ آراء کتب منظر عام پر آئیں تو ایوانِ عیسائیت میں زلزلہ آ گیا۔حضرتِ مصنف نے عیسائیت نے عیسائیت کے مشہور عقائد کفارہ ابنیتِ مسیح، تثلیث اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو قربانی وغیرہ پر بڑے زبردست دلائل جمع فرمائے۔ بڑے بڑے پادری

صاحبان سے مناظرے ہوئے جنہیں سوائے اعترافِ شکست اور راہِ فرار اختیار کرنے کے چارہ نہ رہا۔

انہیں پادری صاحبان میں دُنیائے عیسائیت کے قابل فخر و ناز پادری عبدالحق، پادری میلا رام، پادری کے ایل ناصر، پادری سادھو سنگت مسیح وغیرہ شامل ہیں۔ یہ مناظرے ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں ہوئے اور حق و باطل واضح ہو گیا، پادری کے ایل ناصر کے ماہنامہ ''مسیحی خادم'' کے شمارہ اگست ۱۹۵۵ء سے شمارہ نومبر ۱۹۵۶ء تک مسلسل آپ کے خلاف ہرزہ سرائی کی گئی اور ایک مناظرہ کی روئیداد عیسائی اہل قلم کی طرف سے ''مولوی منظور احمد کی شکست فاش'' کے عنوان سے شائع کی گئی۔ علاوہ ازیں عیسائی پریس نے آپ ک تحریک کے خلاف مضامین کا طومار باندھا۔

عیسائی ماہنامہ ''المائدہ'' نے ۱۹۵۵ء ہی میں اسلام کے خلاف تحریری پٹاخے چھوڑے تو آپ نے ''جمعیۃ العلماء پاکستان'' کے ترجمان ہفت روزہ ''جمعیت'' اور ''سواد اعظم'' لاہور میں اس کا تعاقب شروع کیا اور ایک طویل سلسلہ مضامین رقم کیا اس طرح ایوانِ عیسائیت میں بڑے زور سے دھماکے کئے گئے۔ ان ہی خدمات کے پیش نظر اکابرین اہل سنت نے آپ کو ''فاتح عیسائیت'' کا خطاب دیا۔

حضرت فاتح عیسائیت کی تدریسی ذمہ داریاں

حضرت مصنف حضور قبلہ بابا جی نے انہی ایام میں سلسلہ تقریر و تحریر کے علاوہ تدریس کی ذمہ داریاں بھی نبھائیں۔ ''دارُالعلوم عالیہ عربیہ''، ''جامعہ حنفیہ'' اور ''جامعہ فریدیہ'' کے نام سے اداروں میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ حدیث،

تفسیر، اصول، معانی، منطق، فلسفہ، مناظرہ وغیرہ تمام علوم کی تدریس کی۔آپ کی کرامات میں سے جامعہ فریدیہ ایک زندہ اور واضح کرامت ہے۔

جامعہ فریدیہ کی ابتداء

اس عظیم ادارہ کی تاسیس ۱۹۶۳ء میں حضرت قطب الوقت میاں علی محمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، فقیہہ اعظم حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب نعیمی اور حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی کے مبارک ہاتھوں ہوئی۔اہل سنت کے اکابر اس ادارہ کیلئے پرخلوص جذبات رکھتے ہیں۔

حضرت مصنف کے حالات زندگی کا اِجمالی خاکہ

آپ ۱۹۳۰ء میں جلال آباد ضلع فیرز پور میں پیدا ہوئے،آپ کے والد ماجد مولانا پیر چراغ علی شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) زبردست عالم دین ہونے کے علاوہ تقسیم ہند سے قبل مسلم لیگ کے رہنما اور دوقومی نظریہ کے بے لوث مبلغ تھے۔علوم متداولہ خصوصاً علوم فارسیہ میں بہت کام کیا، انہیں کے فیضانِ صحبت نے حضرت مصنف کو بچپن ہی سے دینی شغف بخشا۔

حضرت غوثِ اعظم علیہ الرحمہ کا مژدۂ جانفزا

آپ کے والد ماجد مدظلہٗ کا بیان ہے کہ ان کی ولادت سے قبل مجھے حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ نے بشارت دی تھی کہ اپنے اس پیدا ہونے والے نونہال کا نام ''منظور احمد'' رکھنا یہ ظاہری و باطنی خوبیوں کا منبع ہوگا۔

تحصیل علم

ابتدائی علوم والد ماجد مدظلہٗ العالی سے حاصل کئے، لیکن علمی تشنگی کو بجھانے کیلئے مختلف مدارس و ماکتب میں پڑھتے رہے۔۱۹۵۲ء میں دارُ العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور سے حضرت فقیہہ اعظم مدظلہٗ سے سندِ فراغت لی۔

بیعت وخلافت

سلسلہ طریقت میں قطب الوقت فرید العصر حضرت علامہ میاں علی محمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مجازِ طریقت اور حضرت کے منظور نظر مرید ہیں۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ کے مقتدر رہنما ہیں۔ سوز و گداز، آہ و بکا، پوری چشتی شان کے مطابق ہے۔ وجد و سرور کا عالم دیدنی ہوتا ہے، وجد کبھی کبھی رقص کا رنگ بھی اختیار کر لیتا ہے، بعض اوقات تو اس دور میں ''منصور'' کی جگہ ''منظور'' کا خدشہ ہوتا ہے پھر بھی ''مولوی'' کا رنگ غالب ہے غرضیکہ شریعت وطریقت کے جامع اور حسین پیکر ہیں۔

تمام علماء اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی، امیر ملت مولانا سیّد جماعت علی شاہ صاحب محدّث علی پوری، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب سے غایت درجہ کی عقیدت ہے۔ لیکن حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے کمال عقیدت بلکہ ''فنافی الفرید'' ہیں۔ اسی نسبت سے آپ کے مرید ''فریدی'' کہلاتے ہیں۔

تحریک ختم نبوت میں آپ کا کردار

مصنّف علاّم نے جس طرح عیسائی اور دیگر اعدائے اسلام سے پنجہ آزمائی کی، عین اُسی طرح مرزائی تحریک کا مقابلہ بھی کیا۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں پس دیوارِ زنداں کئے گئے اور ۹ ماہ تک قید و بند کے مصائب جھیلے پھر ۱۹۷۴ء کی تحریک میں بھی اکابرین تحریک کے شانہ بشانہ رہے۔ جامعہ کو تحریک کا مرکز بنایا، جامعہ ہی میں تحریک کے اکابرین قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی ، مجاہد ختم نبوت مولانا عبدالستار خاں نیازی ،نوابزادہ نصر اللہ خاں کارکنانِ تحریک سے خطاب کرتے رہے اور آپ کی وساطت سے ہی جامعہ کو تحریک ختم نبوت میں ایک عظیم مرکز تحریک ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ قادیانی نبوت کے پجاریوں کے سوشل بائیکاٹ کی تحریک میں جامعہ دیگر مدارس کے دوش بدوش بلکہ قافلہ سالار رہا۔

تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں کردار

مصنف حضرت علام نے جس طرح تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اسی طرح تحریکِ نظام مصطفےٰ ﷺ میں بھی وہ کردار ادا کیا ہے جس پر اہل سنت و جماعت کو فخر حاصل ہے۔ آپ نے نہ صرف ساہیوال کے جلسوں وغیرہ میں شمولیت کی بلکہ حکومت کے ایوانوں میں جا کر حق کی آواز کو بلند کیا ہے۔ باوجود اس کے کہ آپ محکمہ اوقاف کے ضلعی خطیب تھے، آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ علماء ربانی دنیا کے بڑے سے بڑے ظالم و جابر حاکم سے کبھی مرعوب نہیں ہوتے۔ ان کے سامنے اللہ جل مجدہ اور رسول کریم ﷺ کے احکام کو سنا دیتے ہیں۔

ایک مثالی خصوصیت

حضرت مصنف کی ایک خصوصیت جو کہیں اور کم نظر آتی ہے وہ وہ ہے عشق مدینہ اس کے مناظر ''حضور الحرمین'' میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ آخر میں اقبال کے اس شعر پر گفتگو ختم کر رہا ہوں۔

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میرِ کارواں کیلئے

ابوالفتح شبیر احمد ہاشمی
صدر جمعیت علماء پاکستان ضلع وہاڑی

اسلام کے بنیادی عقائد

اسلامی عقائد کی چند خصوصیات

☆ اسلام کائنات کو اپنی آغوش میں آنے کی دعوت دیتا ہے مگر پہلے تفکر کا حکم دیتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کو عقل اور براہاں کی کسوٹی پر پرکھ لیا جائے۔

☆ اسلام کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ہر قانون عقل سلیم اور فطرتِ صیحہ کے بالکل مطابق ہے۔

☆ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ پروردگار عالم کے حقوق عبودیت اور اپنے بھائیوں کے حقوق اخوت کی ادائیگی کی طرف شریعت اسلامیہ دعوت دیتی ہے

☆ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کا ہر حکم معتدل اور متوسط ہے افراط وتفریط سے پاک ہے۔

☆ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کے تمام عقائد وقوائد انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کا خلاصہ اور لب لباب ہیں نیز تمام حکماء کی حکمتوں کا عطر۔

☆ پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ اسلام کے اصول وقواعد میں کہیں تعارض وتناقص نہیں۔ اسلام کے دو اصول جو سب سے اہم اور اقدام ہیں وہ توحید اور رسالت ہیں جن کی تلقین لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ میں کی گئی ہے۔

☆ چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ اسلام کی ہر بات قول فیصل ہے دل لگی اور ہزل نہیں۔ اس کی تمام تعلیم حکیمانہ ہے شاعرانہ نہیں۔ نصیحت ہی نصیحت ہے کھیل اور تماشا نہیں۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ ”اِنہ لقول فصل وما ھو بالھزل“(1)

---

(1) الطارق 14,13:86

ایمان باللہ

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے جن کے تسلیم کرنے سے ایک شخص مسلمان کہلاتا ہے اوران میں سے کسی ایک کا انکار بھی اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اسلام کا مرکزی عقیدہ ایمان باللہ ہے۔ باقی تمام عقائد اس کے تابع ہیں۔ رسولوں پر اس لیے ایمان ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ فرشتوں پر اس لیے ایمان ہی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں۔ کتابوں پر اس لیے ایمان ہے کہ وہ اللہ کی کتابیں ہیں۔ یوم آخرت پر اس لیے ایمان کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف، جزاوسزا کا دن ہے۔ اگر یہ مرکزی عقیدہ نہ ہوتو باقی تمام عقائد بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ عقیدہ انسانیت کے لیے ایک بلند، اعلیٰ نصب العین ہے اوراس دنیا میں اس سے ارفع تصور ممکن نہیں۔ اللہ کے تصور میں وحدت انسانی اور وحدت کائنات سب آجاتے ہیں اور ذہن کے سامنے لامحدود آفاق اور بے پناہ وُسعتیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تصور سب پنہایوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ ایمان باللہ کی ایک منزل انسان دوستی بھی ہے۔ اگر آدمی یہ جانتا ہے کہ سارے انسان اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اوراس کو خالق سے محبت بھی ہے تو لازمی ہے کہ اسے اس کی مخلوق سے بھی محبت ہو۔

ے یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

لفظ اللہ ذاتی نام ہے

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے لفظ اللہ اِلٰہ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی سکون، چین، قرار کے ہیں۔ معلوم ہوا کائنات عالم کا سکون اسی ذات والا صفات سے وابستہ ہے۔ بعض فرماتے ہیں۔ یہ لفظ وَلہ'' سے لیا گیا ہے جس کے معنی حیرانی کے ہیں کہ تمام کائنات اس کی ذات وصفات میں حیران ہے۔

ے حیرت اندر حیرت آمد حیرت اندر حیرت است
نیست با حیرت سراپا کار در سرکار ما

بعض نے فرمایا یہ لفظ لاہ' سے مشتق ہے جس کے معنی حجاب، پردہ کے ہیں کیونکہ وہ ذاتِ فظر، خیال، گمان، وہم، عقل سے سوا ہے۔ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ے اے برتر از قیاس وخیال وگمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ اند وشنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپاں رسید عمر
ماہمچناں دراول وصف تو ماندہ ایم

لطف یہ ہے کہ اللہ کی ذات زیادتی ظہور کی وجہ سے ظاہر ہے اور کمال نور کی وجہ سے مستور ہے۔

ے بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ آشکارا
اس پہ پردہ یہ حقیقت آج تک نادیدہ ہے

بعض نے لفظ اللہ اَلَہٗ سے لیا ہے اور معنی عاجزی وزاری کا کیا ہے کہ ہر ایک اس کے ہاں عاجزی کرتا ہے اور راز کی پردہ رادی۔

اے کہ باھر دل ترا راز دگر
ہر گدا را بر ذرت ناز دگر

محض وجود باری تعالیٰ کو مان لینا ہی کافی نہیں۔ اس لیے کہ دوسری ملّتوں نے بھی کسی نہ کسی طرح وجود باری تعالیٰ کا اثبات کیا ہے۔ جس چیز نے اسلام کو تمام مذاہب وادیان سے ممتاز کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے صفات باری کا صحیح، مکمل اور مفصل علم بخشا ہے۔(1)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

ایمان بالرّسل

لغت میں رسول پیغام رساں کو کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں رسول اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچائے اور اس کے حکم سے صراط مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کرے۔

ضرورتِ رسالت ومقام رسول

نظر انسانی آفتاب انسانی کے مقابلہ میں خیرہ ہوجاتی ہے۔ ہر ادنیٰ اعلیٰ کے مقابلہ میں محض مجبور ہوتا ہے۔ جب بندوں کا یہ معاملہ ہے تو خالق ومخلوق، قدیم

(1) ابو سعید ناصر الدین البیضاوی، انوار التنزیل واسرار التأویل، ص 26/1

وحادث، معبود وعابد کا تعلق کیسے ہوسکتا تھا۔ سو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے رسل وانبیاء کا سلسلہ قائم کیا۔ بغیر وسیلہ رسول کے اللہ جل مجدہ کو پانا ناممکن ہے۔ رسولوں کو اللہ کی طرف سے علم اور نور بصیرت سے نوازا گیا ہے۔ اسلام میں عقیدہ رسالت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ رسول مربی و معلّم کی حیثیت سے جلوہ گری فرماتا ہے۔ اللہ جلّ شانہ کے احکام کو بتاتا ہے اور امت کے لیے پیشوا و نمونۂ تقلید ہوتا ہے۔ رسول کو تشریعی اختیارات بھی حاصل ہوتے ہیں۔ ضرورت رسالت کے متعلق حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دس سالہ حکومت نشینی میں میرا یہ مسئلہ حل ہوا کہ جیسے ہمیں جسمانی امراض کے لیے طبیب حاذق کی ضرورت ہوتی ہے ایسی ہی روحانی امراض کے لیے روحانی اطباء کی ضرورت ہے اور وہ انبیاء ورسل ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

ایمان بالملٰئکہ

فرشتوں پر ایمان لانا دراصل ایمان باللہ کا تتمہ ہے۔ اس کا مقصد محض یہی نہیں کہ ملائکہ کے وجود کا اقرار کیا جائے بلکہ مقصد اصلی یہ ہے کہ نظام وجود میں ان کی صحیح حیثیت کو سمجھ لیا جائے تا کہ ایمان باللہ خالص توحید پر قائم ہو۔ ان کی حیثیت مدبرات امر کی ہے۔ ان کا کام محض اطاعت وعبادت ہے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی وہ اپنے وظیفہ سے غافل نہیں ہوتے۔ ہر دم اپنے رب کی تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں۔ انہیں کے ذریعے اللہ عزوجل اپنے پیغمبروں کے پاس اپنا کلام اور اپنے احکام بھیجتا ہے۔ مذاہب سابقہ میں ان غیر مادی ذی روح مخلوق، ہستیوں کی حیثیت نہایت

مشتبہ تھی۔ان کو کبھی مخلوق کا درجہ دیا جاتا تھا اور کبھی خدائی کا۔اسلام نے آ کر ان تمام عقائد کو مٹادیا۔ان کی ہستی خدا تعالیٰ کے سامنے سراپا مطیع وفرمانبردار قرار دی گئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

ایمان بالکتب

یعنی اللہ عزوجل کی طرف سے تمام اتری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا ایک مسلمان پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کے صحیفہءآسمانی کو مان کر اس کی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے۔کتاب الٰہی پر ایمان لانے سے مقصود ان تمام صداقتوں اور حکموں کو بجالانا ہے جو اس میں مذکور ہیں۔یہ گویا پوری شریعت مطہرہ کو قبول کر لینے کا مختصر ترین طریقہءتعبیر ہے۔قرآن پر ایمان لانے کا یہ معنی ہے کہ جو کچھ قرآن میں علمی وعملی عقائد وعبادات واحکام مذکور ہیں ان کو بے کم وکاست ہم تسلیم کرتے ہیں۔انسان کی فطرت کچھ اس طور پر واقع ہوئی ہے کہ وہ صرف کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا بلکہ اسے ایک انسانی معلم اور راہنما کی ضرورت ہے جو اپنی تعلیم سے اس علم کو دلوں میں بٹھادے اور اپنے عمل سے لوگوں میں وہ روح پھونک دے جو اس تعلیم سے اس علم کو دلوں میں بٹھادے اور اپنے عمل سے لوگوں میں وہ روح پھونک دے جو اس تعلیم کا حقیقی منشاء ہے۔رسالت اور کتاب کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ورابطہ ہے۔قرآن حکیم رسول کو جابجا ہادی راہنما بیان کرتا ہے۔دوسری طرف کتاب کو نور، ضیاء، برہان، فرقان سے تعبیر کرتا ہے۔انسان کو فطری عقل سے اتنی رہنمائی حاصل نہیں ہوتی جس سے وہ حق کی راہ پر چل سکے۔اس اندھیری منزل میں ایسے راہنما کی ضرورت

ہے جو راستہ سے واقف ہو۔ حالات سے باخبر ہو اور اس کے ہاتھ میں ایک چراغ بھی ہوتا ہے تاکہ اس کے پیچھے چلنے والا انسان خود بھی اس چراغ کی روشنی میں راہ کے نشانات کو دیکھ کر سیدھا چل سکے، ٹیڑھے راستوں سے بچ سکے۔ حقیقت کی اجنبی منزل میں جہاں معماری عقل کی روشنی تنہا کام نہیں دیتی ہمیں رسول اور کتاب دونوں کی یکساں ضرورت ہے۔ ان میں سے کسی کی اتباع کو چھوڑ کر ہم سیدھی راہ نہیں پا سکتے تو جیسے رسول پر ایمان لانا ضروری ہے ایسے ہی کتاب پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

موت کے بعد زندگی کو ماننا اور یوم آخرت پر ایمان

ایک عادل ومنصف بادشاہ کی شان حکومت اور شان عدل کا تقاضا ہے کہ پہلے وہ اپنی رعایا کو اپنے احکام وقوانین، ارشادات وفرامین اپنے حکام و وزراء کے ذریعے پہنچائے اور واضح کردے کہ اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کو سخت سزا دی جائے گی۔ پھر عدالتیں قائم کرے تاکہ وہاں ظالم ومظلوم کا فیصلہ ہو سکے۔ مدعی اور مدعا علیہ کے بیان سننے کے لیے کوئی تاریخ بھی مقرر ہو تاکہ پیشی کے وقت مدعی اور مدعا علیہ کا بیان سن کر کوئی صحیح اور قطعی فیصلہ کیا جائے۔ اسی طرح اس احکم الحاکمین نے اپنے خاص برگزیدہ بندوں (انبیاء علیہم السلام) کے ذریعہ وقتاً فوقتاً کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے اور بارگاہ خداوندی کے وزراء نے قوانینِ خداوندی سے آگاہ کر دیا کہ احکم الحاکمین نے نیک وبد، ظالم ومظلوم کے درمیان عدل کیلئے جزا وسزا کے لئے خاص دن مقرر فرمایا ہے۔

”ھذا یوم الفصل جمعنکم والاولین“(1)

یہ فیصلہ کا دن ہے اس لئے تم کو اور تمام اولین کو جمع کیا ہے۔

” قل ان الاولین والاخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم “(2)

بے شک سب اگلے اور پچھلے ایک معین تاریخ پر جمع کئے جائیں گے۔

”ونخرج لہ یوم القیامۃ کتابا یلقٰہ منشورا o اقرأ کتابک ، کفٰی بنفسک الیوم علیک حسیبا“(3)

اور قیامت کے دن اس کا نامہ اعمال اس کے سامنے کر دیا جائے گا جس کو وہ کھلا ہوا پائے گا اور اس سے کہا جائے گا تو خود اپنا نامہ اعمال پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا محاسب کافی ہے۔

سب اگلے اور پچھلے لوگ میدان حشر میں حیران و پریشان کھڑے ہوں گے کہ یکا یک احکم الحاکمین نہایت عظمت وجلال کے ساتھ بندوں کے فیصلہ کیلئے نزول اجلال فرمائے گا۔ ہر طرف فرشتوں کا پہرہ ہوگا۔

وجاء ربک والملک صفا صفا (4)

اور تیرا رب فیصلہ کیلئے آئے اور فرشتے بھی جوق در جوق آئیں گے۔

جبریل امین اور تمام ملائکہ دست بستہ صف بستہ کھڑے ہوں گے مگر اس ذوالجلال کے سامنے کسی کو مجال دم زدنی نہ ہوگی۔ انبیاء و مرسلین، شہداء اور مقربین بھی اس دن کی ہیبت

---

(1) المرسلات 38:77

(2) الواقعہ 50,49:56

(3) الاسراء 14:17

(4) الفجر 22:89

وجلال سے حیران وپریشان خوفزدہ سر بگریباں ہوں گے۔سب سے اللہ جل شانہ سوال فرمائے گا۔

لمن الملك اليوم (1)''آج کا دن کس کا ہے''

ڈراور ہیبت کے مارے کوئی جواب نہ دے سکے گا تو خود فرمائے گا۔

للہِ الواحد القہار (2)''اللہ کا دن ہے جو واحد وقہار ہے''

اس فیصلہ کے دن پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں داخل ہے جو اخروی زندگی پر ایمان نہیں لاتا۔اس کے اعمال غارت ہو جاتے ہیں۔

والذین کذبو بآیاتِنا ولقاء الاخرۃ حبطت اعمالھم (3)

جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور لقاء آخرت کو جھوٹا سمجھا ان کے اعمال رائیگاں جائیں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

ایمان بالقدر

اگرچہ قرآن حکیم میں ایمان کے سلسلہ میں اس کا ذکر کہیں نہیں آیا مگر قرآن پاک میں بار بار اس کا اعادہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کو بنیادی عقائد میں جگہ دی جائے۔ اس عقیدہ کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اب تک ہوا ہے، ہو رہا ہے، آئندہ ہوگا اللہ جل

---

(1) غافر 16:40

(2) غافر 16:40

(3) الاعراف 147:7

مجدہ کے علم سابق اور فیصلہ ازلی سے ہوا ہے، ہو رہا ہے اور ہو گا۔ جیسے انجینئر مکان بنانے سے پہلے ایک ذہنی نقشہ تیار کرتا ہے پھر اس نقشہ کے مطابق عمارت کو مکمل کرتا ہے ایسے ہی خالق کے آگے تخلیق کائنات سے قبل جزئیات طے تھیں۔ موت وحیات، فقر وغناء، کامیابی اور ناکامی سارے دنیاوی واقعات اس کے نقشہء ازل کے مطابق ظہور پزیر ہوتے ہیں۔ اہل تحقیق نے فیصلہ کیا ہے کہ انسان نہ تو اپنے افعال کا خالق ہے اور اس کے لیے جزا وسزا کے لیے خاص دن مقرر فرمایا ہے۔

ھٰذا یَومُ الفصل جمعْنٰکم وَالاوّلین (1)

یہ فیصلہ کا دن ہے اس لیے تم کو اور تمام اولین کو جمع کیا ہے۔

ان الاوّلین وَالاٰخرین لمجموعون الیٰ میقات یوم معلوم (2)

بے شک سب اگلے اور پچھلے ایک معین تاریخ پر جمع کیے جائیں گے۔

ونخرج لہ یوم القیمۃ کتاباً یلقٰہ منشورا اقراء کتابك وکفٰی بنفسك الیوم علیك حسیبا (3) اور قیامت کے دن اس کا نامہء اعمال اس کے سامنے کر دیا جائیگا جس کو وہ کھلا ہوا پائے گا اور اس سے کہا جائے گا تو خود اپنا نامہء اعمال پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا محاسب کافی ہے۔

سب اگلے پچھلے لوگ میدان حشر میں حیران و پریشان کھڑے ہوں گے کہ یکا یک احکم الحاکمین نہایت عظمت وجلال کے ساتھ بندوں کے فیصلہ کے لیے نزول

---

(1) المرسلات 38:77

(2) الواقعہ 50,49:56

(3) الاسراء 13:17

اجلال فرمائے گا ہر طرف فرشتوں کا پہرہ ہوگا۔

وجاء ربك والملك صفاً صفاً (1)

''اور تیرا رب فیصلہ کے لیے آئے گا اور فرشتے بھی جوق در جوق آئیں گے۔

جبرئیل امین اور تمام ملائکہ دست بستہ صف بستہ کھڑے ہوں گا مگر اس ذوالجلال کے سامنے کسی کو مجال دم زدنی نہ ہوگی۔ انبیاء، مرسلین نہ شجر وحجر کی طرح مجبور محض۔ اللہ جل مجدہ نے قدرت واختیار سے بندہ کو نوازا ہے۔ بندہ اپنے مولیٰ کی اطاعت میں افعال کو ظہور میں لاتا ہے اور کاسب کہا جاتا ہے۔ اسی کسب کی بناء پر اس کو جزاء سزا، ثواب عذاب ملتا ہے۔

ے چلا عدم سے میں ہستی کو بول اٹھی تقدیر
بلا میں پڑنے کو کچھ اختیار لیتا جا

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

(1) الفجر 22:89

اسلام کے بنیادی عقائد اپنانے کے فوائد

ان عقائد کے اپنانے سے قلب مومن میں ایک غیر معمولی شجاعت و جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان عقائد سے مومن کو یقین ہو جاتا ہے کہ میرا رب میرے قریب ہے۔ میری دعاؤں کو سنتا ہے۔ شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔ ان عقائد کے ذریعے مومن کو صبر و توکل کا مقام بھی نصیب ہوتا ہے۔ پھر دنیا کی تمام مشکلات آلام و مصائب اسے اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتے۔ اسے یقین ہوتا ہے۔ لن یصیبنا الا ما کتب اللّٰہ لنا (1) ’’ہمیں وہی مصیبت گھیر سکتی ہے جس کو اللہ جل مجدہ نے مقدر کر دیا ہے‘‘۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ صبر و تحمل کے پیکر تھے۔ آلام و مصائب کو نہایت صبر سے برداشت کیا۔ شہادت کے موقعہ پر چالیس دن تک جس بردباری کا ثبوت دیا وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ سینکڑوں وفا شعار غلام، ہزاروں معاون و انصار سرفروشی کے لیے تیار تھے۔ مگر اس ایوبِ وقت نے خونریزی کی اجازت نہیں دی اور اپنے اخلاق کریمانہ کا آخری مظاہرہ دکھا کر ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گئے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

(1) التوبہ 9:51

وجود توحید باری تعالیٰ عزّ اسمہ پر محققانہ تبصرہ اور
مسئلہ نبوت و معاد یعنی قیامت کا فلسفیانہ رنگ میں اثبات
المسمّٰی بہ

المقالمۃُ العلمیہ

بُنیادی عقائد کی ضرورت و اہمیت
علم الکلام کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه وحدہ والصلٰوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

حضرات محترم ! مجھے درجہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد (مماثل ایم ۔اے) جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شامل ہونا پڑا۔تو عزیزم حافظ محمد طفیل صاحب سلمہٗ، (جو جامعہ میں بی ۔اے کا کورس کر رہے ہیں) نے توجہ دلائی بلکہ اصرار کیا کہ فارغ وقت میں کوئی علمی رسالہ لکھا جائے جو مفید ثابت ہو، تو اس اصرار کے پیش نظر فقیر نے چند بنیادی عقائد پر علم الکلام کی روشنی میں چند سطور لکھ دیں کہ ''یہ علم عقیدہ دینیہ کا مؤید ہے اور اثبات عقائد میں اس کی ضرورت ہے''۔

علم الکلام

علم کلام کو اسلام میں خاص اہمیت حاصل ہے۔مسلمانوں کو اس علم پر فخر ہے جیسے مادی قوتوں کے لیے مادی فوج ہوتی ہے ایسے ہی علم کلام اسلامی عقائد کے لیے علمی روحانی فوج کی حیثیت رکھتا ہے۔علم کلام کی تعریف یہ ہے'' ھو علم یقدر بھا علیٰ اثبات العقائد الدینیہ بایراد الحجج علیھا و رفع الشبہات عنھا '' (1) علم کلام ایسے امور کا جاننا ہے جن کے ذریعے عقائد دینیہ کو باطل ثابت کرنے ،ان پر وارد ہونے والے شکوک وشبہات کو رفع کرنے کی قدرت پیدا ہو جائے ، درحقیقت متکلم وہ ہے جو دوسروں کے سامنے اپنے مافی الضمیر کو صحیح معنی میں ادا کر سکے،علم کلام کے موضوع کے بارہ میں تین قول ہیں۔

(1) ابوالفضل عبدالرحمن ، کتاب المواقف ، باب المرصد الاول ، ص 31/1

موضوع

۱۔ ''المعلوم من جهة الاثبات العقيدة الدينيه ''عقائد دینیہ کے اثبات میں جس معلوم کو دخل ہو۔ وہ معلوم موضوع ہے اور جمہوریت کا مذہب یہی ہے۔

۲۔ ''ذات اللّٰه و صفاته و افعاله ''اللہ کی ذات اور اس کے افعال اس علم کا موضوع ہے، یہ مذہب قاضی، مولوی، اوران کے بعض رفقاء کا ہے۔

۳۔ '' الموجود من حيث انه موجود يبحث عنه علىٰ قانون الاسلام ''

یہ مذہب امام غزالی کا ہے کہ علم کلام کا موضوع ''موجود'' ہے۔ اس حیثیت سے اس کے دور ہونے سے قانون اسلام پر بحث کی جاتی ہے۔

غرض

'' اثبات العقائد الدينيه و تحفظها'' عقائد دینیہ کا اثبات اوران کا تحفظ اس علم کی غرض ہے۔

وجہ تسمیہ

اس علم کو علم کلام کیوں کہا جاتا ہے؟ اس لیے کہ جب فلاسفہ نے فلسفہ کی تائید کے لیے علم منطق نکالا تو اسلامی مفکرین ومدبرین نے علوم اسلامیہ والٰہیہ کی تائید میں علم الکلام نکالا۔ جو عقائد دینیہ کا موید ہے۔ جیسے فلاسفہ کے لیے منطق اور نطق اور کلام ہم معنی ہیں لہٰذا علم الکلام موسوم ہوا۔

دوسری وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے یہ علم اس وقت رائج ہوا، جب کلام الٰہی کے قدیم، حادث ہونے پر سخت جھگڑے ہو رہے تھے، بریں بنا پر اس کا نام علم الکلام ٹھہرایا

گیا کہ اس علم کا مشہور ترین مسئلہ تھا۔

تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ اثبات عقائد میں زور کلام کی ضرورت ہے اس لیے علم الکلام سے موسوم ہوا۔

دور حاضر میں اس علم کی شدید ضرورت ہے کہ اپنے اور بیگانے سب اعتراض کر رہے ہیں کہ اسلامی تعلیمات عقل و فکر کے مطابق نہیں۔ لہٰذا قابل قبول نہیں۔ اندریں حالات نہایت ضروری ہے کہ ایک کسوٹی ہو جس پر عقائد اسلام کو پرکھ لیا جائے تاکہ حق و باطل کی تمیز ہو سکے اس سلسلہ میں چند اصول و قواعد کو ملحوظ رکھا جائے تو کئی مشکلات کا حل ہو جاتا ہے۔

۱۔ عقل کسی چیز کا احاطہ نہ کر سکے، تو یہ اس بات کی دلیل نہیں، کہ وہ شی ہی نہیں، اس قاعدہ کے پیش نظر اگر خدا، فرشتہ، جنت و دوزخ عقل میں نہ آئیں تو یہ مطلب نہیں کہ ان کا وجود ہی نہیں۔

۲۔ کسی چیز کا محسوس نہ ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ اس کا وجود نہیں، سمندروں کی گہرائیوں میں لاکھوں اشیاء ہیں، مگر ہمیں محسوس نہیں تو کیا ان اشیاء کا انکار کر دیا جائے گا۔

۳۔ کسی بھی امر ممکن کے وجود یا نفی پر دلیل نقلی وارد ہو تو اسے تسلیم کرنا ہوگا۔ جیسے حضور ﷺ کے اشارہ سے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا'' سید خلیل اللہ علیہ السلام پر آگ کا ٹھنڈا ہوا جانا'' '' حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے اونٹنی کا پتھر سے نکلنا'' یہ تمام امور ممکنات میں سے ہیں اور ان پر نص شاہد ہے، لہٰذا یقینی ثابت ہوئے۔

۴۔ محال اور مستبعد ایک دوسرے کے متغائر ہیں'' محال اس کو کہتے ہیں کہ نفی و

اثبات ایک ہی وقت میں زمان و مکان میں اکٹھے ثابت ہوں ، یہ محال ہے ۔ بیک وقت کسی شی کا ایک ہی اعتبار سے مثبت و منفی ہونا محال ہے۔ایک ہی آن میں موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ ہو اور اسی ہی آن میں عصا ہو ممکن نہیں، محال ، ناممکن، ممتنع خلافِ عقل ، یہ سب ایک معنی میں ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ معجزات مستعبد یعنی خلاف عادت ہیں اور کسی شئی کا اوقات متعددہ ہیں بااعتبارات مختلفہ سے مثبت و منفی ہونا ، بعض حالات میں مستعبد ہوسکتا ہے محال نہیں۔

۵۔ دلیل اور نظیر ایک دوسرے کے متغائر ہیں ،نظیر کا نہ ملنا، اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ واقعہ غلط ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ شق القمر کی نظیر پیش کرو، تو یہ مطالبہ غلط ہو گا۔ کہ ایسے تسلسل ہو گا۔ پھر اس نظیر کے لیے نظیر پیش کرنا ہو گا مدعی کو یہ دلیل طلب کرنے کا حق تو ہے مگر نظیر کا مطالبہ بے معنی ہو گا۔

٦۔ ''دلیل عقلی اور نقلی کا تعارض'' اگر ان کا تعارض ہو تو یا دونوں یقینی ہوں گی یا دونوں ظنی، یا ایک یقینی اور ایک ظنی ، اگر دونوں ظنی ہیں تو تعارض ممکن نہیں (جیسا کہ دو صادقوں میں تعارض نہیں) اگر دونوں ظنی ہیں تو نقل کو ترجیح ہے اگر عقلی یقینی ہے اور نقلی غیر یقینی تو عقلی کو ترجیح دی جائے گی۔

علم کلام میں دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

الدین　　　　الدینیات

یہ بھی یاد رہے کہ دین فطرت انسانی میں شامل ہے، دین میں چند امور ہیں جنہیں دینیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۱۔الٰہیات: اس میں وجود باری تعالیٰ وصفات باری تعالیٰ ہیں۔

۲۔نبوت: اس میں حضور ﷺ کی نبوت وختم نبوت داخل ہے۔

۳۔معاد: اس میں عالم دنیا کا فنااور عالم آخرت کا وجود، اعمال (حسنہ ہوں یا سیّہ) میزان، صراط، جنت، دوزخ داخل ہیں۔

۴۔عبادات: ارکان خمسہ اوران کے حسن کا فلسفہ۔

۵۔معاشریات: اس میں نکاح ، تعدادازدواج کا فلسفہ، طلاق وخلع کی حکمت، پردہ کی اہمیت، مردوں اورعورتوں کے حقوق کا تعین۔

۶۔معاملات: اس میں سود کا مسئلہ، بینکنگ کا متبادل نظام ، اور اسے بتدریج رائج کرنے کے طریقے،

۷۔اقتصادیات: اس میں دولت کی صحیح تقسیم، معاشیات کا شرعی حل، تقسیم میراث کا مسئلہ، مردوعورت کے حصص کے تفاوت کی حکمت

دین فطرت انسانی میں داخل ہے

۱۔ آج اہل یورپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بعض امور فطری ہیں بعض غیر فطری، اب اس امتیاز کے لیے کسی آلہ کی ضرورت، جس سے پتہ چل سکے کہ فطری امور کون ہیں اور غیر فطری کون؟ تو بعض نے بتایا کہ انسانوں میں رنگ ، نسب، ملک، زبان کی خصوصیات حذف کردی جائیں تو جو امر مشترک رہے گا۔ وہ فطری امر ہے، اب ان خصوصیات کو حذف کردیا جائے تو ایک امر مشترک رہ جائے گا۔ وہ ہے نفس آدمیت اور کھانے پینے ، رہنے سہنے، لباس کی خصوصیات حذف کردی جائین، تو مطلقاً کھانا پینا

لباس رہ جائیں گے جو فطرت میں داخل ہیں، جب امور مادیہ میں بعض امور فطری ہیں اور امور روحانیہ میں بھی بعض امور یقیناً فطری ہوں گے۔اور تمام ادیان و مذاہب کی خصوصیت کو الگ کر دیجیے۔تو نفس دین باقی رہ جائے گا۔جو داخل فطرت ہے۔

۲۔ اگر کسی امر کے متعلق یہ یقین ہو جائے کہ وہ افراد انسانیہ کی اکثریت میں متحقق ہے۔تو فطرت انسانیہ میں داخل ہے۔اب افراد انسانیہ کی اکثریت میں دین ہے۔اگر چہ طریقے مختلف ہیں معلوم ہوا کہ دین فطرت داخل فطرت ہے۔

۳۔ اس کائنات کا فلسفہ ارتقائی ہے،مثلاً جمادات ہیں،ان میں نشو ونما نہیں ہے ۔نباتات ان میں نشو ونما بھی ہے اور جسم ہونے کے لحاظ سے مشترک فی الجسم بھی ہیں، حیوانات،ان میں بھی نشو ونما ہے اور زائد یہ کہ متحرک بالارادہ بھی ہیں۔انسانات، یہ پچھلے تمام پر غالب ہے جسم بھی ہے نمو بھی ہے متحرک بالارادہ بھی ہے، ناطق بھی ہے اب جیسے مقام بڑھتا گیا،ضروریات زندگی بھی بڑھتی گئیں، پتھر کو کھانے پینے کی پرواہ نہیں ، توالد و تناسل کی ضرورت ہے انسان چونکہ ان سب پر غالب ہے لہٰذا ضروریات بھی زیادہ ہوں گی،شیخ بوعلی سینا ارشارات میں فرماتے ہیں،اکل وشرب، صنع ،حرفت ، علاج معالجہ، تنظیم وغیرھا امور میں تو حیوانات بھی داخل ہیں، انسان حیوانات پر غالب ہے۔تو خداداد عقل وفکر سے، اب اس کے مقابلہ میں جو ہے وہ دین ہے کہ ہر مادی قوت کے مقابلہ میں روحانی طاقت ہے۔معلوم ہوا کہ دین فطرت میں داخل ہے۔

اثبات باری تعالیٰ کے عقلی دلائل

بزرگان دین نے فرمایا، باری تعالیٰ کا ثبوت تو بالکل بدیہی امر ہے۔اس میں جھگڑا نہیں چاہیے بلکہ بحث یہ ہے کہ ہم بھی ہیں یا نہیں۔

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈورے کو سلجھا رہا ہے پر سرا ملتا نہیں

اکبرالٰہ آبادی نے کہا

جب ذہن میں وہ گھر گیا بے حدو عد کیسے ہوا
جو سمجھ میں آ گیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا

امام غزالی علیہ الرحمہ اس سلسلہ میں بڑی عمدہ بات فرماتے ہیں۔" کل ما تصورات الھا فلیس بالہ " جسے تو تصور کرے کہ یہ اللہ ہے، وہ اللہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے تصورات سے بالاتر ہے۔

سامی زبانوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف واصوات کی ایک خاص ترکیب ہے جو معبودیت کے معنی میں پائی جاتی ہے۔کلدانی وعبریانی زبان میں "الاہیا" عبرانی میں "الوہ" اور عربی میں "الہٰ" بلاشبہ یہی الہٰ ہے۔جو حرف تعریف کے اضافہ کے بعد لفظ اللہ ہو گیا۔اور تعریف نے حرف خالق کائنات کے لیے مخصوص کر دیا۔الہٰ کے معنی میں علماء لغت واشتقاق کے مختلف اقوال ہیں، مگر سب سے قوی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اصل الہٰ ہے جس کے معنی تحیر ودرماندگی ہے، خالق کائنات کے لیے یہ لفظ اس لیے اہم قرار پایا کہ انسان جو کچھ جانتا ہے یا جان سکتا ہے وہ عقل

کے تحیر اور ادراک کی درماندگی کے سوا کچھ نہیں۔

اے بروں از وہم و قیل و قال من
خاک برفرق من و تمثیل من

یہی وجہ ہے جب کبھی اس راہ میں بصیرت وعرفان کی بات کہی گئی وہ یہی تھی کہ خود رفتگیوں کا اعتراف کیا گیا۔عرفان کے دل و زبان کی صدا ہمیشہ یہی رہی ''رب زدنی فیك تحیرا ''اور حکمت ودانش کا فیصلہ بھی ہمیشہ یہی ہوا''معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد''غرض اللہ ہمارے تصورات وخیالات سے تو بالاتر ہے،رہا اس کے وجود کے دلائل تو وہ بالکل بدیہی امر ہے۔

ایک بدو سے پوچھا گیا بتا خدا ہے؟ تو اس نے جواب دیا''البعر تدل علی البعیر و اقدام الابل تدل علی المسیرنا السماء ذات الابراج والارض ذات الفجاج کیف لا تدل علی الخبیر البصیر ''کہ اونٹ کی مینگنی سے اونٹ کا پتہ چلتا ہے اونٹ کے قدموں کے نشانات سے سفر کا علم ہوتا ہے تو آسمان جس کے اتنے برج ہیں اور زمین جس سے چشمے ابل رہے ہیں،ان سے پتہ چل رہا ہے کہ ان کے بنانے والا کوئی خبیر وبصیر موجود ہے،سب سے بنیادی مسئلہ حدوث عالم کا ہے۔اگر عالم حادث ہے تو وجود خدا یقینی امر ہے،اگر قدیم مانا جائے تو محال اشکال ہے۔تمام فلاسفر اس بات پر متفق ہیں کہ عالم حادث ہے۔اسلام،یہودیت،نصرانیت بھی متفق ہیں۔کہ عالم حادث ہے۔اس عالم کا حدث ثابت کرنے سے پیشتر عالم کا معنی ذہن نشین کرلیا جائے،عالم دو چیزوں کا نام ہے۔

ا۔اجسام ۲۔اعراض قائمہ بالاجسام

جسم وہ ہے جس میں طول وعرض، عمق ہو۔ اور اعراض جیسے سیاہی، سفیدی، پھر جسم کی دو قسمیں ہیں۔(۱) کشف، (۲) لطیف۔ اگر جسم کا حدوث ثابت ہوگیا تو ہم اپنے مدعیٰ وجود باری تعالیٰ کے اثبات میں کامیاب ہوں گے۔ ہر جسم یا متصف بالحرکت ہوگا، یا متصف بالسکون، اور حرکت وسکون دونوں حادث ہیں کہ حرکت سکون کو فنا کرتی ہے۔ سکون حرکت کو، اب سکون وحرکت کا موصوف اور محل جسم ہے۔ لہٰذا وہ بھی حادث وفانی ٹھہرا، عالم جسیم ہے اور جسم محل حوادث لہذا عالم حادث تو وہ اعراض جو قائم بالا جسام ہیں وہ بھی حادث ٹھہرے، معلوم ہوا عالم حادث ہے۔ اور حادث کے لیے محدث کا ہونا بھی ضروری ہے اور وہ ہے اللہ جو عالم میں تصرف فرماتا ہے۔ اس عالم کے حادث ہونے اور قائلین قدم کے اعتراضات کے جوابات میں ابو محمد علی بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے اپنی کتاب الملل والنحل میں سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ جسے ہم نے خطرہ طوالت کے پیش نظر درج نہیں کیا۔

سوال: یہ کیوں ضروری ہے کہ عالم کا محدث خدا ہی ہوسکتا ہے یہ کیوں نہیں کہ غیر خدا محدث ہو۔

جواب: اس سلسلہ میں تین کیفیتیں ہی سمجھ میں آسکتی ہیں، کہ موجد عالم واجب الوجود یا ممکن الوجود، یا ممتنع الوجود، موجود عالم ممتنع الوجود بھی تو نہیں ہوسکتا۔ اور ممکن الوجود بھی از قبیلۂ محالات ہے کہ ممکن ہر دو اشیاء بودن نہ بودن وجود عدم کا تقاضا نہیں ہے۔ اور یہ دونوں امر باہر سے ہیں کہ کوئی وارد کرے، لہٰذا ماننا ہوگا کہ واجب الوجود ہی ہے جو عالم میں موجود عدم کو طاری کرتا ہے ایک وقت تھا کہ ہم نہ تھے معدوم تھے، اب موجود ہیں، پھر ایک اور وقت آئے گا کہ ہم نہ ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ ہمارا وجود دو

عدموں کے درمیان ہے۔اس کی مثال یوں سمجھیے ، جیسے دیگچی میں ٹھنڈا پانی ڈال کر اسے آگ پر رکھا، جب معلوم ہوا کہ گرم ہو گیا تو چولہے سے اتار دیا، پھرا یک وقت گزرنے کے بعد یہ پانی ٹھنڈا ہو گیا۔

ملحدین کا عقیدہ

ملحدین ومنکرین ذات باری تعالیٰ (دہریئے) ذرات عالم کو (جنہیں سالمات کہا جاتا ہے) دائم الحرکت بتاتے ہیں اور تخلیق کائنات پر استدلال یوں کرتے ہیں کہ مادہ اور حرکت دونوں مل کر اولاً جمادات بنے پھر نباتات کا روپ لیا۔ پھر حیوانات کی شکل اختیار کی اور چوتھی مرتبہ انسانیت کا لبادہ اوڑھا۔ یورپ کے زنادقہ بھی اسی توجیہہ کے قائل ہیں۔

اہل اِسلام کا عقیدہ

اہل اسلام تخلیق کائنات کی یہ توجیہہ بیان کرتے ہیں کہ ایک ذات واجب الوجود ہے، جو علم، حیات، سمع، بصر، کلام، ارادہ قدمت ایسی صفات سے موصوف ہے ۔اس ذات کا کوئی ہمسر نہیں۔اس نے مصالح عالم کا صحیح نقشہ اپنے علم المحیط میں بنایا۔ اور اسی نقشہ کے مطابق موجودہ کارخانہ عالم کو چلایا۔اس کارخانہ عالم کی ایک ایک شئی ہر وقت اس کے کنٹرول وانتظام میں ہے۔ مادہ کے متعلق مادہ پرست یہی کہتے ہیں کہ وہ صفات جو اہل اسلام اللہ کے لیے مانتے ہیں وہ مادہ میں نہیں۔نتیجہ یہ نکلا کہ منکر خدا نے بھی خدا کو مانا۔فرق یہ ہوا کہ مادہ پرستوں کا خدا نادان، جاہل، اندھا، بے شعور ہے اور اہل اسلام کا خدا عالم، سمیع ، بصیر ،قدیر ،حی ہے۔

مثال

امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عالم ایک عظیم عمارت ہے۔اس کا معاملہ ایک عمارت صغیرہ سے حل کرنا چاہیے۔مثلاً دہریہ اور خدا پرست جنگل میں سیاحت کے لیے جائیں اور وہاں ایک بلند حسین وجمیل محل نظر سے گزرے جس کے اندر باہر کے سب انتظامات مکمل ہوں۔اب کوئی تیسرا فرد موجودنہیں۔جس سے اس محل کا معاملہ پوچھیں۔بالآخر عقل سے بحث کریں۔اب دہریہ تو یہ بحث کرے گا۔یہ ذرات تھے۔باہم سمجھوتہ سے ذرات مل گئے تو مٹی بنی،بعض مل گئے تو پانی بنا،پھر یہ دونوں مل کر گارا بنے پھر گارے کے چند ذرات نے درخت کی شکل اختیار کر لی کچھ ذرات مجتمع ہو کر لوہا بنے لوہا اڑ کر درخت سے ٹکرایا۔لکڑی کا سامان مکمل ہوگیا۔پھر گارے نے اینٹوں کی شکل اختیار کی غرض کہ مکان مکمل ہوگیا۔" لا حول و لا قوۃ "

خدا پرست اس محل کی توجیہہ یوں کرے گا ایک معمار عالم ہے جو علیم ہے خبیر و بصیر ہے ۔اس نے کائنات کا علمی نقشہ تیار فرمایا اور انسان کو بنایا اسے عقل سمجھ عطا کی اس نے خدا کی طرف سے عطا کردہ عقل وسمجھ کے مطابق یہ محل تیار کیا۔

اب عقل کو انصاف کی کرسی پر بٹھا کر فیصلہ لیں۔الف اور ب کے مقدمہ پیش کریں۔تو عقل یقیناً اب (خدا پرست) کے حق میں فیصلہ دے گی،جب عمارت صغیر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے تو عمارت کبیر کے متعلق کیسے نہ مانا جائے کہ اس کا خالق کوئی ہے۔

ترتیب

اس کائنات عالم کا حسن و جمال، حسن ترتیب بھی بتاتے ہیں اس کائنات کا خالق واجب الوجود ہے جو حیّ ہے، علیم ہے، بصیر ہے، یورپین سائنسدان کہتے ہیں کہ سورج زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے۔ اگر اس فاصلہ سے کچھ بھی زائد فاصلہ ہوتا تو کائنات سردی کے باعث جم جاتی۔ اگر اس سے فاصلہ میں کمی ہوتی تو حیوانات جل جاتے یہ ترتیب خداوندی ہے جو اس کے خالق ہونے پر دال ہے۔ علم الحیوانات کے مطابق حیوانات کی ترتیب، نباتات کی ترتیب، سیارگان کی ترتیب کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔ ''ربنا ما خلقت هذا باطلا''(1)

اتفاقی دلائل آئمہ اربعہ کی زبان سے

تفسیر کبیر سورہ بقرہ میں ہے عہد عباسی میں بغداد مذاہب کا دنگل تھا۔ منکرین خدا کا ایک خدا پرست عالم سے مناظرہ ہوا۔ فلسفی نے وجود باری تعالیٰ کا انکار کیا۔ خدا پرست عالم جواب نہ دے سکا۔ منصور رنجیدہ ہوا۔ سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کا بچپن کا زمانہ تھا۔ آپ نے فرمایا میں مناظرہ کروں گا۔ وقت و مقام کا تعین ہو گیا۔ ملحد مناظرہ سے پہلے پہنچ گیا۔ امام عالی مقام قصداً دیر سے گئے ملحد نے دیر سے پہنچنے کا طعنہ دیا۔ تو آپ نے فرمایا میں کشتی کا انتظار کرتا رہا۔ بالآخر ایک درخت خود بخود کٹا، تختے بنے،

---

(1) آل عمران 3:191

کیل لگے اور خود بخود کشتی تیار ہوگئی تو اب پہنچا ہوں اس نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے، محض بہانہ ہے۔تو آپ نے فرمایا جب کشتی خود بخود نہیں بن سکتی بلکہ کسی کاریگر کی ضرورت ہے تو اتنا بڑا عالم کیسے خود بخود بن گیا۔ملحد شرمندہ ہوا۔

امام اعظم علیہ الرحمہ

آپ سے یہی سوال ہوا بتاؤ خدا سے پہلے کیا تھا۔امام عالی مقام نے فرمایا تم بتاؤ ایک سے پہلے کیا تھا۔دوسرا سوال ہوا خدا کا رخ کس طرف ہے۔فرمایا شمع لاؤ، شمع لائی گئی تو فرمایا تم بتاؤ، شمع کا رخ کس طرف ہے۔جب جواب نہ ملا تو فرمایا ایسے ہی اللہ کا معاملہ ہے۔"**اینما تولو فثم وجه اللّٰه**"(1)

امام شافعی علیہ الرحمہ

آپ سے پوچھا گیا۔خدا ہونے کی دلیل کیا ہے۔فرمایا توت کی پتی، کہ اسے کیڑا کھائے تو ریشم بنے، بکری کھائے تو مینگنی، ہرن کھائے تو مشک۔یہ اس امر کی دلیل ہے کہ مخلوق پر کوئی زبردست قوت کارفرما ہے۔اسی کا نام خدا ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ

آپ سے پوچھا گیا کہ خدا ہونے کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا آوازوں کا مختلف ہونا، کائنات کی اشیاء میں کلیۃً اتحاد نہ پایا جانا الوہیت کی دلیل ہے۔

---

(1) البقرہ 115:2

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ

آپ سے پوچھا گیا کہ اللہ کی ہستی کا ثبوت کیا ہے۔فرمایا وہ چھوٹا سا قلعہ جس کے اندر ایک کمزور حیوان ہے اچانک اس قلعہ کا پھٹ جانا اور کمزور جانور کا باہر آجانا، خدا کی ہستی کا ثبوت ہے تفصیل فرمائی وہ قلعہ انڈا ہے جسے ٹھیک وقت پر مرغی ٹھونکتی ہے اور بچہ باہر آجاتا ہے۔مرغی کو کس نے بتایا کہ اب انڈا ٹھونکنے کا وقت ہے۔ جس نے مرغی کو بتایا وہ خدا ہے۔

اتفاقی دلائل مغربیات کی روشنی میں

(1) اقوام متحدہ کی طبعیاتی رپورٹ میں ہے کہ تمام انسان روزانہ سات کروڑ پچاس لاکھ من غلہ کھاتے ہیں۔اس قدر غلہ کا اگاؤ اسی ذات واجب الوجود کا ہی کام ہے۔

(2) ہندو پاکستان میں صرف دس منٹ مصنوعی بارش برسائی جائے تو نوے کھرب ٹن کوئلہ جلانا ہوگا۔جس کی قیمت چارسو کھرب روپیہ بنتی ہے۔جو دونوں ملکوں کی سالانہ آمدنی سے تیس ہزار گنا زیادہ ہے۔بارش کا موسلا دھار برسانا یہ اسی ذات واجب الوجود کا ہی کام ہے۔

(3) تمام دنیا کے کارخانوں اور گھروں میں جو بجلی صرف ۲۴ گھنٹوں میں صرف ہوتی ہے۔اس کی قیمت چونتیس کروڑ روپیہ ہے اور وزن سوا تولہ۔آفتاب جو زمین سے ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل دور ہے۔اور اس کا حجم زمین سے ۱۲ لاکھ ۸۰ ہزار گنا بڑا ہے۔ اور زمین پر اس کی روشنی کا دوسوار بواں حصہ پہنچتا ہے۔اور اس کا وزن چار ہزار نو سواسی

من ہے۔جس کی قیمت ۲۵ کھرب روپے ہوگی۔

اب اندازہ کریں اس قدر روشنی کا عام اور مفت انتظام جو کسی انسانی بس کی بات نہیں ہر گز نہیں یہ اس قوت وقدرت کا ہی کام ہے۔

(4) ایک آدمی ایک دن میں سانس لینے کے لیے جو ہوا استعمال کرتا ہے۔اس کی مقدار ۱۴ ہزار گیلن ہے۔ایک روپیہ فی گیلن ہو تو اس قدر بھاری رقم بنتی ہے۔اگر یہ رقم ادا کرنی پڑتی تو کس قدر مصیبت ہوتی۔

مندرجہ بالا دلائل ''صنع اللّٰہ التی اتقن کل شئی ''(1) کی کھلی تائید ہیں۔یہ کام انسانی قوت سے باہر ہیں بھلا وہ بے جان، نادان، جاہل، بے شعور مادہ کیسے کرسکتا ہے؟

ثبوت باری تعالیٰ کے وجدانی دلائل

دلائل سے مراد اپنے ضمیر کی آواز ہے۔اور یہ آواز فطرت ہے۔

(۱) ہر انسان اجتماعی زندگی کا خواہاں ہے اجتماعی زندگی کی ابتداء محلی زندگی سے ہوتی ہے اب یہ ضروری ہے۔کہ اجتماعی زندگی میں غالب ومغلوب ہوں اور ہر جگہ ایسا ہوتا ہے تو اب سوال یہ ہے کہ مغلوب افراد کے حقوق کا تحفظ کیسے ہوگا۔جواب دیا جائے گا۔حکومت قائم ہونی چاہیے جو حق وانصاف پر مبنی ہو۔مگر آج کے دور میں ہم مشاہدہ کررہے ہیں۔کس حد تک عدل وانصاف سے کام ہورہا ہے۔غریب مظلوم ہے ،امیر ظلم پر اتر آیا ہے۔(الا ماشاء اللہ) معلوم ہوا کہ ہر ایک کے حقوق کا تحفظ مادی

---

(1) النمل 27:88

حکومتوں کے بس سے باہر کی بات ہے ماننا ہوگا کوئی ایسی آسمانی قوت ہو جو دنیا کی ہر حکومت پر غالب ہو جب چاہے جسے چاہے دیدے اور جب چاہے جس سے چھین لے۔بس وہ ہی ہے جسے قادر قیوم کہتے ہیں۔

(۲) دلیل تکوینی اور تشریعی کے لحاظ سے بھی ضروری ہے کہ اللہ کا وجود تسلیم کیا جائے ، کائنات کے سلسلہ میں فرق مراتب ہے۔ ادنیٰ سے اعلیٰ تک یہ کیفیت واضح ہے جیسے کمترین درجہ جمادات کا ہے اس سے اونچا مرتبہ نباتات کا ہے۔اس سے زیادہ خصوصیتیں حیوانات میں ہیں۔حیوانات سے بڑھ کر مقام انسانیت کا ہے۔حقیقتاً ہر درجہ عالیہ درجہ سافلہ میں متصرف ہے۔اس فلسفہ تکوینی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان پر بھی کوئی ذات ہو جو حاکمیت کا بلند مقام رکھتی ہو۔بس اسی ذات کا نام خدا ہے جو قادرِ مطلق ہے علیم وخبیر ہے۔

(۳) **دلیل رجائی کی مثال** ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ فرمان ہے جو آپ نے ایک سوال کے جواب میں صادر فرمایا۔آپ سے پوچھا گیا۔ثبوت باری تعالیٰ کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا اگر تمہیں کوئی گہرے پانی والے دجلہ میں ڈال دے اور فن تیرا کی سے تم بے خبر ہو۔ بظاہر کوئی تمہیں بچانے والا بھی نہ ہو تو آخر دم تک تمہیں بچنے کی امید رہے گی یا نہیں؟ عرض کی ہاں امید تو رہے گی کہ جان عزیز ہے'' فرمایا بس جس کے سہارے پر یہ اُمید ہے اس کا نام اللہ ہے۔

(۴) **دلیل خوفی کی مثال** یہ سمجھیں ایک ایسا مقام ہے جہاں کسی قسم کا قانون نافذ نہیں۔نہ انسانی قانون ہے، نہ الٰہی قانون ،اب کوئی شخص تنہائی میں جرم کرتا ہے۔ عین ارتکاب جرم کے وقت اسے کوئی دیکھ لے تو جھٹ اس کا چہرہ زرد ہوگا۔حالانکہ

وہاں کوئی ایسا قانون نہیں جس سے اسے ڈر ہو۔ یہ اس کی فطری چیز ہے جو جرم ظاہر ہونے پر ظاہر ہو گئی۔ ایک غریب مظلوم ہے، اس کا دشمن امیر بھی ہے اور ظالم بھی بظاہر اس غریب کو معلوم ہے کہ میں اس سے بدلہ نہیں لے سکوں گا۔ مگر پھر بھی کبھی نہ کبھی سمجھتا ہے اس سے بدلہ لیا جائے گا اور کبھی تو یہ ذلیل ہوگا۔ اب وہ قوت جو اُسے بدلہ دلوائے گی یا دشمن کو ذلیل کروائے گی اسی کا نام خدا ہے۔

قدیم وحادث کا تعلق کیسا ہے؟

اس کائنات عالم کو اللہ سے تعلق کیا ہے؟ اس کے متعلق چار مذاہب ہیں ۔

مذہب جمہور، مذہب محققین، مسلک وجودیہ، مسلک مشہودیہ

مذہب جمہور

یہ ہے وجود واجب، وجود عالم سے جدا ہے اور وجود ایک کلی متفاوت ہے جو دونوں میں مستعمل ہے مگر وجود عالم اور وجود باری تعالیٰ سے ایک اور وجود ظاہر ہوا جیسے آفتاب کے سامنے ایک شیشہ رکھا جائے، اور اس میں سورج کے سبب گرمی پیدا ہوا اب ایک گرمی آفتاب میں ہے ایک شیشہ میں ۔ اور یہ دونوں ایک دوسری کے مغائر ہیں۔ چونکہ محل الگ الگ ہیں۔ نیز گرمی شیشہ اور گرمی آفتاب میں بہت بڑا فرق ہے۔ جو واضح ہے جمہور فرماتے ہیں تمام عالم کو مرات سمجھو، اور ذات باری کو جرم آفتاب سے تمثیل دی جائے اور وجود کو حرارت تو یقینی بات ہے جیسے اس قوی گرمی سے ادھر گرمی منتقل ہوئی۔ اسی طرح ماہیات نے فیض لیا (جمہور سے مراد عام علماء اسلام ہے)

مذہب محققین

محبؒ اللہ فاضل بہاریؒ فرماتے ہیں کہ وجود درحقیقت ایک ہی ہے ذات باری تعالیٰ موصوف بالذات ہے۔کائنات موصوف بالواسطہ ہے(اوروہ واسطہ ذات باری ہے) جیسے پانی کو گرم کیا جائے، پانی میں گرمی بالواسطہ ہے آگ میں باالذات ہے۔ایسے ہی قدیم وحادث کے تعلق کا معاملہ ہے۔

مسلک وجودیہ

وحدت الوجود کے قائلین صوفیوں کا یہ مسلک ہے۔اللہ کے بغیر کوئی شئی وجودنہیں رکھتی۔امیر العشاق عارف جامی علیہ الرحمہ نے سیدالاصفیاء عارف رومی علیہ الرحمہ کے مثنوی کے پہلے شعروں کی شرح لکھی ہے۔

متحد بودیم باشاہ وجود حکم غیریت بکلی محو بود
نے کہ آغاز حکایت میکند زیں جد ائیہا شکایت میکند

یہ دونوں بزرگ مسلک وجودیہ کے سرخیل شمار کیے جاتے ہیں عارف رومی علیہ الرحمہ بالخصوص اسلامی تصوف کا ستون مانے جاتے ہیں فرماتے ہیں۔

جملہ معشوق است عاشق پردہ
زندہ معشوق است عاشق مردہ

اس مسلک وجودیہ کے ایک اوررہنما خواجہ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

آستیں برزخ کشیدی ہمچوں مکار آمدی
باخودی خود درتماشہ سوئی بازار آمدی

شور منصور از کجا و دار منصور از کجا

خود زوی بانگ انا الحق برسردار آمدی

حضرت منصور سے تعلق رکھنے والے حضرات وحدت الوجود کے شدت سے قائل ہیں

ایں نکتہ خود سراید منصور بر سردار

از شافعی مپر سید امثال ایں مسائل

وحدت ماہی کا کوئی بھی قائل نہیں ، مسئلہ اتحاد وجود کا ہے ۔ صوفیاء کی اکثریت مسلک وحدت الوجود پر قائم ہے۔ابن تیمیہ نے اس مسلک کے قائل لوگوں کی تکذیب وتکفیر کی جو سراسر ظلم بے معنی اور لغو ہے۔مظہر جانجاناں فرماتے ہیں۔ ممکنات وجود باری تعالیٰ سے ایک نسبت ہے۔

مثال: جیسے آئینے میں قرص آفتاب یارات کے وقت تالاب میں چاند دکھائی دے۔ سرسری نگاہ سے تو دو آفتاب ، دو چاند معلوم ہوں گے، مگر یہ قوت وہمیہ کی غلطی ہے۔ جس نے آفتاب اور چاند میں اثنینت پیدا کر دی۔آفتاب وو اصلی ہے، محض ایک نسبت کی وجہ سے دوسری کیفیت پیدا کر دی ۔ایسے ہی تمام عالم بمنزلہ آئینہ ہے۔ قوالب ممکنہ کو جب وجود باری تعالیٰ سے نسبت ہو جاتی ہے تو یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔وجود باری تعالیٰ مطلق ہےاور قوالب امکانی کے اندر وجود مقید ہے۔لہٰذا یہ سوال یہ نہیں ہوسکتا کہ اس مسلک وجودیہ کے مطابق عابد و معبود میں فرق نہیں رہ جاتا۔ ماہیات کے ذریعہ امتیاز ہو جاتا ہے۔اور وجود کے ذریعہ صدور افعال ہوتا ہے جیسے چار کاریگر چار مکانوں کے چار مختلف نقشے تیار کریں۔اب یہ صورتیں مختلف ہیں، ماہیات الگ الگ ہیں، جب تک وہ ماہیات ذہنی تھیں تو کچھ بھی نہ تھا۔وہ نقشے گرمی ، سردی

سے بچا نہ سکتے تھے جب ان ماہیتوں کا وجود کے ساتھ ایک قسم کا انضمام ہوا تو سب کچھ ہونے لگا۔ بعض کوتاہ بینوں نے کہا، یہ مسلک وجودیہ یونانیوں سے لیا گیا ہے۔ یہ سراسر بہتان ہے بلکہ یہ مسلک بذریعہ کشف حاصل ہوا ہے۔

مسلک مشہودیہ

وحدت المشہود کے قائلین کے امام ہمام سرخیل طائفہ نقشبندیہ حضور سیدنا مجدد الف ثانی شیخ سرہندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ وجود ممکن اور وجود باری ایک نہیں ہے۔ بلکہ دو ہیں۔ فرماتے ہیں وحدت الوجود کا مقام کبھی کبھی پیش آ جاتا ہے۔ میں اس مقام تک پہنچا اور وجود ممکنات کا احساس کر لیا۔ مظہر جانجاناں رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دونوں مسلک حق ہیں۔ اور تطبیق کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ دونوں مسلک کشف کے ذریعہ حاصل ہیں۔

اب ثبوت وجود باری تعالیٰ کے بعد ایک مسئلہ باقی رہ جاتا ہے۔ جس پر تبصرہ ضروری ہے وہ مسئلہ توحید باری تعالیٰ، تو اس کی چند اقسام ہیں۔ واجب الوجود ہونے میں توحید۔ خالق ہونے میں توحید، صفات میں توحید، افعال میں توحید۔

واجب الوجود ہونے میں توحید

مسئلہ توحید کا بیان کرنا بھی اس لیے ضروری ہے کہ ہمارے ملک میں تردید عیسائیت کی شدید ضرورت ہے کہ عیسائی تثلیث کے قائل ہیں۔ الٰہ وہ ہے جو ساری کائنات کا مالک ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں، اس کے سب کمالات ذاتی ہیں، اس تعریف کے پیش نظر مسیحیوں کو عیسیٰ علیہ السلام کا خدا ثابت کرنا (بالخصوص اس شخص کے سامنے جس نے توریت، زبور، انجیل کو پڑھا ہو) جوئے شیر لانے اور اونٹ کا سوئی کے سوراخ سے گزارنے کے برابر ہے۔ جب تثلیث باطل تو توحید ثابت ہوگئی کہ مسیحیوں کے ہاں ایک اقنوم کا بطلان عقیدۂ تثلیث کا بطلان ہے، مسیحی لوگ اُلوہیت مسیح کے چند فرسودہ دلائل پیش کیا کرتے ہیں۔

مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوا لہٰذا اِلٰہ

اگر یہی دلیل اُلوہیت ٹھہرائی جائے تو کائنات کی ہر پہلی ذی حیات شے بغیر باپ کے پیدا کی گئی۔ لہٰذا آدم علیہ السلام کو تو پھر الٰہ اکبر ماننا چاہیے حالانکہ یہ ایسا نہیں مانتے۔ بغیر باپ پیدا ہونا مسیح کا کمال نہیں۔ بلکہ یہ تو اللہ جل مجدہ کا کمال ہے کہ اس نے مسیح کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ ایسا کمال بتاؤ جو مسیح میں موجود ہو۔

مسیح معصوم ہے لہٰذا اِلٰہ

عصمت بھی اُلوہیت کی دلیل نہیں، نیز مسیح کا معصوم ہونا تو اسلامی عقیدہ ہے۔ بائیبل نے تو سب انبیاء علیہ السلام کو گنہ کار مجرم مانا ہے۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق سب انبیاء علیہ السلام معصوم ہیں، ملائکہ معصوم ہیں مگر الٰہ نہیں۔ مسیحیوں کو اپنے

عقیدہ کے مطابق دلیل پیش کرنی چاہیے۔ نیز عصمت انبیاء علیہ السلام بھی تو عطاء خداوندی ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہ السلام میں ایک وصف پیدا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے ان سے گناہ صادر نہیں ہوتا۔

مسیح احیا موتیٰ کے سبب الٰہ ہے

یہ بھی کوئی اُلوہیت کی دلیل نہیں کہ حزقیل الشیع علیہ السلام کے مردے زندہ کرنے کا ذکر توریت میں بالتصریح موجود ہے جس سے کوئی دانشمند مسیحی انکار نہیں کر سکتا۔ کیا وہ بھی الٰہ تھے؟ تعجب تو یہ ہے کہ ہر معمولی بات کے لیے بھی دلیل ہوتی ہے مگر یہاں دعویٰ ہے اُلوہیتِ مسیح کا مگر دلیل ایک بھی نہیں۔ حاجت اور خدائی آپس میں ضدیں ہیں، ایک ضد کی آمد سے دوسری ختم ہو جاتی ہے۔ گرمی ہو تو سردی ختم، حاجت ثابت ہو گئی تو الوہیت رفو چکر ہو جائے گی۔ یہ مسئلہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان مسلّمہ ہے کہ حاجت نقص ہے اور خدائی کمال۔ مسیح میں حاجت ثابت ہو گئی تو خدائی ختم، یہ ایک بدیہی امر ہے کہ مسیح روح اور جسم کے مجموعہ کا نام ہے اور اس میں بھی کسی کو کلام نہیں کہ مسیح غذا کے محتاج ہیں۔ اس سے پانی، آگ، ہوا، بارش، ستارے، چاند، سورج بے شمار اشیاء کی احتیاج ثابت ہوتی ہے۔ قرآن مقدس فرماتا ہے ''وکانا یاکلان الطعام'' مسیح اور ان کی والدہ مکرمہ دونوں کھانا تناول فرماتے تھے۔ امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ دونوں شخصیتوں کے ادب کے پیش نظر بول و غائط کا ذکر نہیں فرمایا۔

مسیح اقنوم کلام کے باعث الٰہ ہے

مسیحی فضلاء کہتے ہیں کہ مسیح کے اندر اقنوم کلام بھی ہے جس کے باعث الٰہ کہتے ہیں۔اب قابل غور یہ مسئلہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کے اندر جو خدائی کا جز تھا اس سے جسم مسیح کو نسبت کیا ہے؟ عقل کی رو سے کسی بھی تعلق کی تین قسمیں سمجھ میں آسکتی ہیں۔

تعلق حلولی

جیسے برف کے اندر ٹھنڈک، گلاب میں خوشبو، اس تعلق میں یہ ضروری ہے کہ حال محل کی ہر شئی سے متاثر ہوتا ہے جیسے رنگدار کپڑے کے جتنے بھی ٹکڑے کئے جائیں گے اتنے ہی ٹکڑے رنگ کے ہوں گے اگر یہ تعلق تسلیم کیا جائے تو ماننا ہوگا چونکہ حضرت مسیح کا جسم قابل تقسیم ہے لہٰذا آپ کے جسم میں خدا بھی قابل تقسیم ہوگا اب ہر ذی ہوش انسان سمجھ سکتا ہے کہ خدائی کا تجزیہ کیسا؟

تعلق تدبیری

جیسے نفس ناطقہ کا تعلق بدن سے ہے، اس تعلق سے ایک طرف کے احکام دوسری طرف جاری ہوتے ہیں مثلاً بھوک پیاس، مرض، گرمی، سردی یہ تمام احکام جسم کے ہیں مگر ان سے روح بھی متاثر ہوتی ہے جیسے غور و فکر، سوچ و بچار، یہ روح کا کام ہے مگر جسم کی کمزوری کے ساتھ یہ سب امور معطل ہو جاتے ہیں جیسے بھوک ہڑتال میں لوگ حواس کھو بیٹھے ہیں مگر یہ تعلق تدبیری مانا جائے تو مسیح کی بھوک پیاس، دکھ درد سے اُلوہیت بھی متاثر ہوگی اور جس میں یہ امور پائے جاتے ہیں وہ محتاج اور محتاج کا خدا ہونا کیسا؟ ایں چہ بوالعجبی است

تعلق ظہوری:

جیسے شیشہ روشنی آفتاب کا مظہر ہے اگر یہ تعلق سمجھا جائے تو اس میں مسیح کی خصوصیات کیا؟ ساری کائنات ہی مظہر خالق ہے۔"و فی کل شئی لہ آیۃ تدل علی انہ واحد"(1) جیسے شیشہ مظہر آفتاب تو ہے مگر آفتاب نہیں۔ ایسے ہی مسیح کو مظہر خدا تو کہا جا سکتا ہے مگر خدا نہیں۔ اگر اقانیم ثلاثہ کے قائلین سے پوچھا جائے کہ زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت تو دو اقنوم تھے، اقنوم ابن تو ولادت مسیح سے ہی شامل ہوا۔ تو کیا پہلی الوہیت ناقصہ تھی۔

لطیفہ :

علامہ اقبال مرحوم کہتے ہیں میں لندن گیا تو اپنے استاد آرنل سے پوچھا کہ تین کا ایک ہونا کیسا ہے؟ تو جواب دیا، اقبال اس مسئلہ کا تصور کوئی ایشیائی دماغ نہیں کر سکتا۔ علامہ کہتے ہیں میں گھر پہنچا تو اپنے ایک دوست مولوی صاحب کو بات سنائی انہوں نے کہا آپ یہ پوچھتے، حوارین ایشیائی تھے یا یورپین، اگر ایشیائی نہیں سمجھ سکتا تو وہ بھی ایشیائی تھے وہ بھی نہ سمجھے، اگر انہوں نے سمجھا تو کوئی دوسرا ایشیائی بھی سمجھ سکتا ہے۔

یہ کیا عجیب عقیدہ ہے کہ باپ، بیٹا اور تیسرا روح القدس جو کبوتری کی شکل میں اترا۔ اگر کبوتری کو کسی نے شکار کر لیا ہو تو بس معاملہ اُلوہیت ختم "لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم "تردید مسیحیت کے لیے ہماری کتابیں "لا تثلیث فی التوحید"، "مسیح کون ہے؟"، "آئینہ حق" وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

---

(1) الزمخشری، الکشاف، ص 44/3

خالق ہونے میں توحید

یہ امر بھی مانا جانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ خالق ہونے میں بھی یکتا ہے اوراس کائنات میں اس کے علاوہ دوسرا خالق نہیں۔قرآن مقدس کے نزول کے دور میں توحید فی الخالقیت کا مسئلہ مسلم مشرک سب مانتے تھے بعد میں مجوس اور معتزلہ کے درمیان اختلاف ہوگیا۔معتزلہ نے کہا کہ افعال کا خالق خودانسان ہے،خلق کا معنی عطاء وجود ہے خالق بمعنی معطی وجود ہوگا۔اگر بندہ کوافعال کا خالق مان لیا جائے تو یہ ماننا ہوگا کہ بندوں کی مخلوق کی تعداد خدا کی مخلوق سے کہیں زیادہ ہو۔جوسراسر غلط اور بے معنی ہے لہٰذا یہ نظریہ باطل۔ایک اوروجہ سے بھی یہ نظریہ باطل ہے کہ خالق افعال کے لیے علم اورارادہ کا ہونا ضروری ہے مگر بندہ کے لیے بے شمار کاموں میں ایسا نہیں۔ جیسے چلنے کے وقت قدموں کی تفصیل سے بے خبر گفتگو میں کتنے الفاظ سرزد ہوئے،علم نہیں آنکھیں کتنی مرتبہ جھپکیں معلوم نہیں، بہر حال اللہ تعالیٰ کا خالق ہونے میں بھی واحد ماننا قرین عقل وقیاس ہے۔

صفات میں توحید

جیسے اللہ تعالیٰ کوواجب الوجوداور خالقیت میں یکتا ماننا ضروری ہے ایسے ہی ضروری ہے کہ اسے صفات میں بھی یکتا مانا جائے، اللہ تعالیٰ کے لیے تین صفات کا ماننا ازحد ضروری ہے اگرچہ تمام صفات پرایمان رکھنا شامل عقیدہ ہے۔

قدامت

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ قدیم ہے نہ اس کے پہلے عدم نہ بعد میں نہ اس سے کسی شے کا اول ہونا متصور ہوسکتا ہے اور نہ ہے ایسے ہی مسئلہ بعد کا ہے۔

لانہایت

ممکنات کی تمام صفات میں نہایت ہے۔ اللہ کی تمام صفات لا متناہی ہیں ۔جیسے کہ قرآن مقدس نے فرمایا "قل لو کان البحر مداد الکلمات ربی لنفد البحر"(1) یہاں صفات ہی مراد ہیں۔

مبدئیت

یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ تمام صفات کا مبدا ذات خداوندی ہے اس لیے کہ توحید فی الخالقیت اسی کے لیے مسلم ہے۔لہٰذا مندرجہ بالا امور بھی اسی کے لیے ثابت ہوں گے۔

افعال میں توحید

یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر فعل میں یکتا ہے۔ اس کو کوئی شریک نہیں۔اس بات میں درج ذیل امور کی ضرورت ہے کہ انہیں سمجھ لیا جائے۔تو یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔

افعال باری تعالیٰ ارادہ سے ہیں مباشرت سے نہیں ۔ انسانی تمام کام مباشرت سے ہیں جیسے ہاتھ سے پکڑنا، پاؤں سے چلنا وغیرہ۔ اگر کوئی یہ اعتراض کر

---

(1) الکہف 109/18

دے کہ اللہ تعالیٰ بھی کن فرما کر ہی چیز پیدا کرتا ہے تو جواب دیا جائے کہ یہ ارشاد محض سرعت نفاذ کے تعلق سے ہے ورنہ وہاں تو محتاجی ''کن'' کی بھی نہیں۔

عدم تعب میں توحید

اللہ کے کام میں تھکان نہیں۔ مخلوق کے کاموں میں تھکاوٹ ہوتی ہے قرآن مقدس ارشاد فرماتا ہے ''و ما مسنا من لغوب'' مسیحیوں کا خدا آسمان بنانے کے بعد تھک گیا اور آرام کیا۔

عدم مسئولیت میں توحید

اللہ کی ذات ہی ہے جس پر کسی قسم کا اعتراض و سوال نہیں کیا جاسکتا مخلوق کے ہر کام پر اعتراض ہو جاتا ہے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے ''لا یسئل عما یفعل''(1)

معبودیت میں توحید

یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ عبادت انتہائی تعظیم کا نام ہے۔ تعظیم کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔

تعظیم تحتائی تعظیم فوقانی

تعظیم تحتائی بندوں کے لیے ہے کہ ایک دوسرے سے میل ملاپ میں تواضع سے پیش آیا جاتا ہے۔ تعظیم فوقانی اللہ جل مجدہ کے لیے مختص ہے جیسے نماز، سجدہ وغیرہ

---

(1) الانبیاء 23:21

توحید باری کے بعد نبوت پر ایمان بھی ضروری ہے

یہ عقیدہ بڑا ہی اہم عقیدہ ہے اگر خدا کی ہستی کو مان لیا جائے تو یہ بھی ماننا ضروری ہوگا کہ اس ذات واجب الوجود کی اطاعت ضروری ہے، چونکہ اس کارخانہ دنیا میں اطاعت کا وجود موجود ہے۔ اولاد والدین کی مطیع ہے، رعایا بادشاہ کے تابع ہے اگر یہ رشتہ اطاعت ختم ہو جائے تو نظام درہم برہم ہو جائے، ہر اطاعت کے لیے کسی نہ کسی علت کا پایا جانا ضروری ہے، اس سلسلہ میں تین علتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

حسن ظاہری: جیسے مجازی عشق میں عموماً پایا جاتا ہے کہ عاشق حسن پر فریفتہ ہوتا ہے۔

حسن باطنی: جیسے ہم اولیاء عظام، بزرگان دین آئمہ کرام سے محبت کرتے ہیں، حالانکہ ہم نے انہیں دیکھا نہیں، سیدنا گنج شکر رضی اللہ عنہ کے حسن باطنی نے ہی ہمیں مسخر کیا ہوا ہے، غوث اعظم علیہ الرحمہ کے علم و فضل، تقویٰ روحانیت کے ہم گرویدہ ہیں۔

احسان :احسان فطرت انسانی میں داخل ہے جس سے کسی قسم کا نفع پہنچے، اس کی اطاعت کرتی ہے۔ اب آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حسن ظاہری، حسن باطنی یہ سب اللہ کی موہبت ہے اور اسی کا کرم ہے کہ اور اس سے بھی کیا مجال انکار ہو سکتی ہے کہ ساری کائنات کو نفع اسی ذات سے ہی پہنچ رہا ہے جب کسی ایک علت کے پائے جانے سے اطاعت آجاتی ہے تو جس ذات والا صفات میں تینوں صفات بدرجہ کمال موجود ہوں۔ اس کی اطاعت کیوں نہ لازم ہوگی۔

اطاعت یہ ہے کہ مطاع کے پسندیدہ کام کیے جائیں اور غیر پسندیدہ چھوڑ دیئے جائیں۔ جب انسان کی مرضیات ولا مرضیات کا علم بغیر اس کے بتائے نہیں ہو سکتا تو یہ کیسے ممکن ہو گا کہ اللہ کی پسند عدم پسند کا علم اس کے بتائے بغیر ہو جائے۔ تو اس عقدہ کشائی کے لیے کلام الٰہی کا نازل ہونا ضروری امر ہے تاکہ بندے اپنے رب کی پسند اور عدم پسند امور کا علم حاصل کر سکیں اب جس پر یہ کلام اترے گا وہ نبی ہے۔

سوال: اللہ اس پر بھی تو قادر ہے کہ فرداً فرداً ہر ایک کے دل میں اپنا کلام ڈال دے؟

جواب: یہ معاملہ تو شان افسری کے بھی خلاف ہے کہ وہ ہر ایک کو کان میں کہتا پھرے یہ کرو۔ یہ نہ کرو، تو اس ذات واجب الوجود کے لیے کیسے لائق ہو گا۔ نبی روحانیت کے سب سے بلند ترین مقام پر فائز ہوتا ہے اور بارگاہ قدوس ذوالجلال میں مقرب ترین ہوتا ہے۔ اس کے مقام کی پرواز تک فرشتے بھی نہیں پہنچ سکتے۔ ایک طرف اللہ سے فیض لیتا ہے اور دوسری طرف مخلوق کو دیتا ہے ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ فرماتے ہیں، ''اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں''۔(1) غرض کہ کائنات کی ساری نعمتیں اللہ دیتا ہے اور حضور انور ﷺ تقسیم فرماتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں کہ آگ کا فیض پانی کو پہنچے کہ پانی گرم ہو جائے تو درمیان میں دیگچی رکھ دیتے ہیں، جو ایصال نفع کا ذریعہ بنتی ہے ایسے ہی جب ذات واجب الوجود نے اپنی مخلوق حادث تک اپنا فیض پہنچانا چاہا تو درمیان میں نبی کا واسطہ رکھا۔ مطلب واضح ہے کہ کلام خداوندی سمجھنے کا فقط واحد ذریعہ کلام نبی ہے جسے حدیث کہا جاتا ہے۔ حدیث کا انکار کر کے قرآن مقدس کو ماننا بالکل بے معنی ہے۔

---

(1) البخاری، الجامع الصحیح، جلد اول رقم الحدیث 72

لفظ نبی کا معنیٰ:

خبر دہندہ ،راہ بتانے والا ، وسیلہ ، تینوں لغوی معنیٰ کو اصطلاح معنیٰ سے مناسبت ہے۔اصطلاحی معنیٰ ابوالحسن اشعری علیہ الرحمہ نے یہ کیا ہے ”رجل اصطفاہ اللّٰہ و قال لہ ارسلنك الی قوم کذا او الیٰ جمیع النأس“ فرماتے ہیں نبی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمالیا ہو اور فرمایا ہو کہ میں نے تجھے فلاں قوم یا سب انسانوں کی طرف مبعوث کیا۔لفظ رجل نے بتایا کہ غیر انسان اور انسان کی صنف نازک عورت نبی نہیں ہو سکتے ۔لفظ اصطفاہ سے پتہ چلا کہ نبوت کسبی نہیں وہبی ہے۔

نبوت کے امور ثمانیہ ضروری ہیں

1۔موہبت

نبوت وہبی چیز ہے کسبی نہیں ،کوئی محنت ریاضت سے نبی نہیں بن سکتا۔ فلسفیوں نے اس مقام کو اکتسابی جانا ہے مگر غلط سمجھا۔بالفرض کوئی جنونی یہ دعویٰ کر دے ،عمر، ریاضت ،عبادت میں یکسانگی پائی جاتی ہے ۔اول تو یہ سراسر غلط ہے پھر مقام انتخاب بڑا ہے جسے شہنشاہ منتخب کرلے وہ کامیاب، دوسرا ناکام۔اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ ایک سیکنڈ کے کروڑویں حصہ میں اولین وآخرین کے علوم اپنے نبی کے دل میں ڈال سکتا ہے۔اگر منصب نبوت موہبی نہ ہوتا بلکہ کسبی ہوتا تو آئے دن کروڑوں مدعیان نبوت پیدا ہوتے اور کسی کو انکار نہ ہوتا۔موہبت کے باوجود ہزاروں ٹڈے میدان میں کودے ہیں اگر کسبی ہوتا تو کیا ہی طوفان برپا ہوتا۔(العیاذ اللہ)

2۔ اُمّیت

نبی جس زمانہ میں آئے اس میں وہ ملک کی رواجی تعلیم سے مستفیض نہ ہو کہ اس نے مقام نبوت کے عروج کو ثابت کرنا ہے اور بتانا ہے کہ کہ نبوت رواجی تعلیم کی محتاج نہیں۔ نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ رواجی تعلیم کا پرائمری پاس بھی نہ ہو اور اس کے اُمی ہونے کے باوجود کائنات کے فضلاء، بحرالعلوم افراد، ممتاز فلسفہ دان اسکی غبارِ راہ کو بھی نہ پہنچ سکیں۔

نگار من کہ نہ مکتب رفت خط نہ نوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صدر مدرس شد
کشتہ انداز ملا جا میم
نظم و نثر او علاج خامیم
نسخۂ کونین را دیباچہ اوست
جملہ عالم بندہ است وخواجہ اوست

3۔ عصمت

نبی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اعلان نبوت سے قبل اور بعد کے دونوں زمانوں میں ہر صغیرہ و کبیرہ گناہ سے معصوم ہو۔ اس لیے کہ نبی واجب الاتباع ہے۔ اور واجب الاتباع اس وقت ہوگا جب اسکے کسی قول و فعل میں ذرہ بھر بھی گناہ کی آمیزش نہ ہو ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ گناہ کی اتباع ضروری ہے (معاذ اللہ) قبل نبوت عصمت کا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ اگر اس فرد کی اعلان نبوت سے قبل کی زندگی

اچھی نہ ہوتو لوگوں کواس کے قریب آنے کا موقع نہیں ہوگا۔وہ اس کی گھناؤنی زندگی سے متنفر ہوں گے۔جیسے کہ موجودہ دور میں قادیانی مبتنیٰ کی گھناؤنی زندگی ہمارے سامنے ہے اعلان نبوت سے پہلی زندگی تو بجائے خودرہی نبی برحق کی تو ولادت ہی سے پہلے خرق عادات حالات کا ظہور ہونا شروع ہو جاتا ہے جیسے اصحاب فیل کا قصہ واضح ہے۔ابرہہ ساٹھ ہزار فوجی لے کر پہنچا۔۱۲ جنگی ہاتھی تھے یہ واقعہ حضرت محمد ﷺ کی ولادت سے ۵۵ دن پہلے ہوا۔ابرہہ اپنے منصوبہ میں ناکام رہا،خائب وخاسر لوٹا۔ یہ محیر العقول قصہ بھی اس کے باعث تھا۔اگرچہ اس خارق عادت کو معجزہ تو نہیں کہا جاسکتا مگر ارعاض ضرور ہے۔

سوال: اگر نبی کے لیے اعلان نبوت سے قبل اور بعد میں معصوم ہونا ضروری ہے تو حضور اکرم علیہ السلام کے شق صدر کے موقعہ پر نقطہ سوداء نکالا گیا وہ کیا تھا؟

جواب نمبر 1: یہ نقطہ وہ شئی تھی جو فرائض نبوت کے لیے معمولی رکاوٹ تھی رہا یہ کہ اور انبیاء علیہم السلام سے یہ واقعہ پیش نہیں آیا چونکہ حضور اکرم علیہ السلام کے فرائض کا بوجھ باقی انبیاء کے بوجھ سے کہیں زیادہ ہے،حضور اکرم ﷺ کا دین دین اکمل ہے باقی دین دین کامل تھے۔یہ نقطہ سوداء نبوت کاملہ کے ساتھ تو جمع ہو سکتا تھا مگر نبوت اکملہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا تھا لہٰذا خارج کر دیا گیا۔

جواب نمبر 2: دل کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ ہر اچھے برے خیال کو اخذ کرے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے پہلو میں دل نہ رکھتا تو یہ جسمانی نقص تھا اور نبی ہر قسم کے نقص سے پاس ہوتا ہے اور اب دل رکھ کر پھر شق صدر کے ذریعے نکال کر دھلوا دیا کہ یہ اعتراض نہ ہو سکے کہ ان کا دل بھی کسی بری بات کو اخذ کرتا ہے۔

پہلی حکمت:

کہ حدیث شق صدر میں ٹانکے کے نشانات کا تو ذکر ہے مگر خون بہنے کا ذکر نہیں، حالانکہ اتنا بڑا اپریشن ہوا جنگ احد میں معمولی زخموں پر خون بہہ نکلنے کا ذکر ملتا ہے احد میں خون اس لیے بہا کہ پتا چل جائے۔لوازمات بشریٰ کے ساتھ اسی طرح کے احکام بھی وابستہ ہو جاتے ہیں، شق صدر کے موقع پر خون نہ بہا کہ معلوم ہو جائے حضور اکرم ﷺ کی حقیقت یعنی حقیقت محمد یہ اذہاں اور اقوال سے وریٰ الوریٰ ہے۔

دوسری حکمت:

جب ملائکہ نے قلب انور میں نکال کر طشت میں رکھا تو حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے قلب انور کو نکال لینے سے موت واقع نہیں ہوئی، ہمارے دلوں کا معاملہ بالکل اس کے برعکس جس کا دل نکال لینے سے موت واقع نہیں ہوتی، اس کی روح قبض کرنے سے موت کیسے واقع ہوگی۔
حضور اکرم ﷺ کی عصمت کے خلاف صرف دو ہی اعتراض ہیں،

تعداد ازواج اور مسئلہ جہاد

یہ اعتراض مسیح لوگوں کے ہیں جن کے مکمل ترین جواب ہم نے اپنی کتاب آئینہ حق جلد اول میں تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں۔ بریں بنا یہاں ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔تاہم فقط جہاد کے متعلق چند سطور حاضر ہیں۔ جہاد کی تعریف یہ ہے اپنی قولی فعلی یا مالی کوشش کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا جہاد ہے۔قرآن مقدس میں جہاد کا فرض فرمایا ہے۔" و فی سبیل اللہ " کا تذکرہ بھی فرمایا ہر چیز کی بقا کا سبب غیرت

ہے، اگر غیرت دین فنا ہو تو دین ختم، اگر غیرت زن فنا ہو تو عصمت زن تباہ، محمد تغلق کو دعویٰ نبوت کا جنون، سوار ہوا عماد الدین غوری کو بلایا اور کہا فضل خدا منقطع نیست پس چرا فیض منقطع نگرود، تغلق نے کلام ختم ہی کیا تھا کہ عماد الدی نے کہا ''بو مخمور'' یہ تھی غیرت دینی، بالآخر تغلق نے اسے ذبح کروا کر زبان کھنچوا دی۔ چند سال بعد اکبر کو یہ خیال ہوا اور دین الٰہی کا اعلان کیا۔ عماد الدین کی جگہ فیضی نے لے لی، مگر فیضی میں عماد الدین جیسی ہمت اور غیرت نہ تھی۔ تیسرا درجہ مرزا قادیانی کا ہے دراصل جہاد مومنانہ اور کافرانہ تصورات کی زبردست ٹکر ہے۔ اسلام کا خلاصہ اس تضاد کی تقویت ہے۔

یہ تضاد ختم ہوا۔ تو ایمان کی خیر نہیں۔ جو ایمان کفر کی ضد نہیں وہ ایمان ایمان نہیں جس قدر ایمان محبوب ہوگا۔ اسی قدر کفر مبغوض ہوگا۔ اسلام اور کفر دو قوتیں آپس میں ضدیں ہیں۔ ایک ضد دوسری ضد کو تب توڑتی ہے جب سو فیصد ہو اگر کم ہو گی تو کامیابی نہیں ہوگی، پانی کو آگ سے سو فی صد تضاد ہے۔ اس سے پانی آگ بجھا دے گا، تیل نقلی پانی ہے اگر آگ پر ڈالیں تو بجھانے کی بجائے زیادہ بھڑکا دے گا۔ مومن کو ہر اس مقام پر شکست ہوئی جہاں سو فیصد تضاد نہ رہ گیا۔ جنگ احد میں درہ چھوڑنے کے باعث معمولی سی کمی آ گئی جس کے باعث پورا تضاد نہ رہا، قرآن مقدس نے متعدد مقامات پر کفار کو شر الاداب، شر البریہ کے الفاظ سے ذکر کیا ہے جس سے واضح ہے کہ ساری کائنات سے زیادہ فسادی، شریر اور موذی کفار ہی ہیں۔ جب سانپ، بچھو کی زہر جسم کے لیے مضرت رساں ہے اور کے مارنے کی اجازت دیدی گئی ہے تو کیا وجہ ہے کہ کفار جو ان سے بھی زیادہ زہریلے ہیں اور انکی زہر ایمان کے لیے مضرت رساں ہے تو انہین نہ مارا جائے، جب سانپ بچھو سے ابتدائی اور دفاعی دونوں

جنگیں لڑی جاسکتی ہیں۔تو کفار سے (جوان سے بھی بدتر ہیں) کیوں جائز نہیں۔جس پھوڑے سے جسم کی خرابی لازم ہو تو اس پر نشتر چلانا ہی پڑتا ہے۔جو انگوریاں اصل کھیتی کے بڑھنے میں روکاوٹ بنیں۔انہیں اکھاڑ ہی دیا جاتا ہے۔ایسے ہی سمجھیے انسانیت کے اعضاء سلیمہ میں کفار اعضاء مریضہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔لہٰذا اس مریض عضو کی اصلاح ضروری ہے۔اگر بغیر اپریشن درست ہو جائیں۔(جیسے صلح، جزیہ) تو ٹھیک ورنہ کاٹ دو۔بعض لوگوں نے غلط سمجھا کہ قانون جہاد مترادف قتل ہے جہاد کا تصور کفار کو صداقت اسلام کی طرف متوجہ کرنا ہے اگر کوئی ضدی اس بات پر اڑ جائے کہ یہ جبر ہے تو کہا جائے گا۔کہ ہر جبر بھی برا نہیں۔ایک مریض ہے جو کڑوی دوائی نہیں پیتا ہمیں علم ہے کہ اس میں شفا ہے تو ہم جبراً اس کو پلائیں گے تا کہ بچ سکے۔پلانے والے مشفق ہوئے نہ کہ ظالم۔جہاد ایک اسلامی فریضہ ہے جس سے اسلام کی بقاء کا راز وابستہ ہے خواجہ کمال الدین صاحب مرزائی یورپ گئے تو ایک انگریز نے پوچھا کہ اسلام میں جہا ہے انہوں نے کہا نہیں (تا کہ مرزائیت کی مدد کرے) انگریز نے کہا پھر جان لو اسلام جھوٹا مذہب ہے سچے مذہب کے لیے قوت جہاد کی اشد ضرورت ہے۔

حیوانات میں بھی دفاعی سامان موجود ہے

سانپ کے منہ میں زہر ہے، بچھو کی دم میں زہر ہے، گدھے کی ٹانگ میں زہر ہے، بیل کے سینگ میں، مرغ کی چونچ میں، بٹیر کی چونچ میں، دفاعی قوتیں موجود ہیں۔غرض یہ کہ فلسفہ جہاد واضح ہے اور کائنات کی ہر شئی میں جذبہ جہاد و دفاع موجود ہے۔

4۔تصدیقِ الٰہی قولاً وفعلاً

نبی کے لیے بھی ضروری ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے قولاً وفعلاً اس کی تصدیق ہو۔جیسے ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ کی تصدیق قولی یوں ہوئی ''محمد رسول اللہ''اور فعلی تصدیق معجزات سے فرمائی۔

5۔تاثیر

ضروری ہے کہ نبی کی زبان میں تاثیر ہو۔اللہ نے یہ قوت بخشی ہو کہ وہ قلوب کی اصلاح کر سکے۔جب ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ کے سامنے بڑے بڑے فاضلوں، ادیبوں مایہ ناز خطیبوں کے سر جھک گئے ۔اوران کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے بالکل سادہ الفاظ دل کی گہرائیوں تک اتر گئے۔

6۔مقابلۂ ماحول

نبی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے سخت درشت ماحول کا مقابلہ کر سکے۔ایسا نہ ہو کہ برسر اقتدار طبقہ کی رو میں بہہ جائے۔بجائے حاکم ہونے کے ماحول کا غلام بن کر رہ جائے،جیسے قادیانی متنبی انگریز کا غلام ہو کر رہ گیا۔

7۔شرافت معروفہ

نبی کے لیے ضروری ہے کہ اپنے دور میں حسب ونسب اور خاندان کے اعتبار سے ممتاز ترین مقام پر فائز ہو۔

8۔ تعلیم

نبی کے لیے یہ امر بھی ضروری ہے کہ اس کی تعلیم میں جامعیت و حکمت ہو۔ کہ دنیا و آخرت کے علوم بیان ہوں، اس کے علم کا یہ عالم ہو کہ غیوبات پر بھی نگاہ رکھتا ہو۔ فرش زمین پر بیٹھ کر عرش علاء کے حالات بیان کر دے۔

یاد رہے کہ امور ثمانیہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضور انور علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام میں بدرجہ کمال پا گئے۔ اور حضور انور علیہ السلام میں بدرجہ اتم و کمل موجود ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد چونکہ نبوت ختم۔ اس لیے امور ثمانیہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اگر چپڑاسی کمشنر ہونے کا دعویٰ کر دے۔ تو وہ قانون کی گرفت میں آئے گا۔ مگر نبوت و رسالت کے جھوٹے مدعی پر کسی قسم کی قانونی گرفت نہیں۔ **(استغفراللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ)**

عقیدہ معاد بھی جز و ایمان ہے

اسلام میں جس طرح عقیدہ توحید باری تعالیٰ، عقیدہ نبوت داخل ایمان ہے اسی طرح عقیدہ معاد یعنی ''قیامت'' بھی جز و ایمان ہے۔ معاد کا حاصل اس دنیا کی تخریب اور عالم آخرت کی تعمیر ہے۔ نفخہ اولیٰ سے تخریب اور نفخہ ثانیہ سے تعمیر۔ اگر واقعاتی اور اعتقادی رنگ میں دیکھا جائے تو واضح ہے کہ کسی بھی واقعہ کی تصدیق و تحقیق کے لیے دو چار افراد کی شہادت باعث طمانیت و یقین ہو جاتی ہے۔ مگر افسوس ہے ان ذہنوں پر جن کے سامنے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش انبیاء علیہم السلام نے شہادتیں بھی دیں۔ مگر پھر بھی وقوع سے انکار کیا جا رہا ہے۔ وقوع قیامت پر عقلی رنگ میں چار دلائل قائم کیے جا سکتے ہیں۔

دلیل حکمی:

سنت الٰہیہ کے مطابق دنیا میں سلسلہ تفریق و تفصیل جاری ہے، مثلاً گندم کاٹی جاۓ تو دانہ الگ کر دیا جاتا ہے بھوسہ الگ، پھر جب آٹا بنایا گیا تو چھلنی سے پھر فیصل ہوگئی پھر پیٹ میں جا کر وہی خوراک خون، فضلہ میں بٹ جاتی ہے۔ ایسے ہی یہ کائنات ابرار، اشرار کا مجموعہ ہے۔ اس پر تمام عقلاء متفقین ہیں۔ کہ خیر کے نتائج شر کے نتائج سے الگ ہونے چاہئیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایک ایسا عالم ہو جس میں ابرار واشرار کا امتیاز ہو سکے۔ اور ہر ایک کو اپنے کیے کی جزا و سزا مل سکے۔ بس اسی عالم کو معاد قیامت کہتے ہیں۔

دلیل خطابی:

دنیا میں مختلف مذاہب بس رہے ہیں۔ ہر ایک اپنی صداقت کا دم بھرتا ہے اپنے اپنے مسلک و مذہب کے مطابق دلائل ہر ایک کے پاس ہیں۔ (یہ الگ بات ہے کہ خصم انہیں تسلیم کرے یا نہ کرے) اب ضروری ہے کہ اس کا فیصلہ بارگاہ قدس جل مجدہ سے نافذ ہو۔ وہ موقعہ، وہ محل، وہ مقام جس میں یہ فیصلۂ حق و باطل سنایا جائے گا اسی کا نام معاد ہے، وہی قیامت ہے۔

دلیل وجدانی:

انسان جب اپنے ضمیر کو دیکھے تو جزا و سزا کا ایک محبوب نقشہ محسوس کرتا ہے ہر انسان یہ کہتا ہے کہ مجھے کوئی دکھ نہ پہنچے۔ ہمیشہ خیر و عافیت سے زندگی بسر کروں، معلوم ہوا کہ ہمیشہ آرام سے زندگی بسر کرنے کا تقاضا یہ ایک فطری چیز ہے۔ اور اپنے ضمیر کی

آواز ہے۔اگر یہ نظریہ شیخ چلیکی تصوراتی دنیا کی طرح ہوتواس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام دنیااورانسانیت کا ہرفردوبشر دیوانہ ہے۔اورناممکن ہے۔محال امر کا تقاضا کررہاہے، یہ فطری تقاضا، یہ انسانیت کی متحد آرزو بتاتے ہیں کہ کوئی ایسا عالم ہے جس میں نیک اپنی نیکی کے باعث ہمیشہ ہمیشہ آرام وچین وسکون سے رہیں گے،بس وہی معاد ہے۔

دلیل عرفانی:

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ساری کائنات ایک شخص ہے ہم شخص اصغر ہیں اور سارا عالم شخص اکبر ہے۔اور شخص اصغر میں شخص اکبر کے حقائق مضمر ہیں شخص اصغر کی تاریخ بتاتی ہے جیسے اس کا عالم طفلگی تھا۔پھر جوان ہوا، بوڑھا ہوا۔اور اپنے وقت مقررہ پر فوت ہوگیا۔ایسے ہی عالم اکبر کو سمجھ لیا جائے، کہ اس کی بھی ابتداء تھی۔ سائنسی ترقی نے اسے جوانی سے ہمکنار کیا ہے۔ایک وقت آئے گا کہ یہ شخص اکبر بھی بوڑھا ہوگا اور پھر فنا کی گود میں چلا جائے گا۔اس کے فنا کے بعد جو جزاوسزا کے لیے عالم قائم ہوگا۔وہ معاد ہے۔

معذرت:

مقالہ ہذا کے طویل ہوجانے کے خطرہ کے پیش نظر ہم نے الدینیات کی باقی چار قسمیں عبادات معاشریات، معاملات، اقتصادیات کو پھر کسی دوسرے وقت کے لیے ملتوی کردیا ہے۔اہل علم محققین فضلاء سے گزارش کہ وہ نقائص پراطلاع پائیں تو درگزر فرمائیں،شائقین علوم دینیہ کے طلبہ سے استدعا کہ وہ فائدہ اٹھائیں تو اس فقیر کے حق میں خاتمہ بالخیر اور آخرت میں سرخروئی کے لیے دعا کردیں۔(و اخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین)

قلب سلیم

حضرت فاتح عیسائیت کی ۱۹۶۲ء کی کوئٹہ اکیڈیمی کے ایک جلسے میں ایک اور یادگار تقریر

الحمد للّٰہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ ،

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم " یوم لا ینفع مال و لا بنون ○الا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم ○" (1)

اس آیت مقدسہ سے واضح ہے کہ قیامت کے مہیب دن مال اولاد نفع نہ پہنچا سکیں گے۔ اگر اس دن کوئی شئے کارآمد مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ تو وہ " قلب سلیم " ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ قلب سلیم ایک ایسی عظیم دولت ہے، بے کراں خزانہ ہے جس کے مقابلہ میں قیامت کے دن دنیا و مافیہا کے خزانے ہیچ ثابت ہوں گے۔ " قلب سلیم " کہنے سے میری مراد گوشت کا وہ ٹکڑا نہیں ہے جو انسان کے بائیں پہلو میں موجود ہے ۔ اگر صرف یہی ٹکڑا مراد ہو تو ایسا گوشت تو بلا تفریق و امتیاز ہر انسان کے پاس موجود ہے۔ مسلم ہو یا کافر بلکہ ہر حیوان کے اندر موجود ہے، حلال ہو یا حرام، میری مراد وہ لطیفہ روحانیہ ہے جو اس گوشت کے ٹکڑے پر سوار رہتا ہے اور یہ اس کی سواری ہے قلب سلیم کی تفسیر سمجھنے کے لیے تمام تراجم کو ملحوظ رکھا جائے۔ شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں۔ " دل چنگا " یعنی ہر عیب سے پاک دل جو اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے گا وہ کامیاب ہوگا اور جو شخص گناہ آلود دل لے کر جائے گا اس کے لیے پناہ نہیں۔ شاہ رفیع الدین علیہ الرحمہ قلب سلیم کا ترجمہ کرتے ہیں۔ " دل سلامت " شاہ ولی اللہ ترجمہ کرتے ہیں " دل بے عیب " شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں " دل خالص " امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ " سلامت دل " مشہور تابعی

---

(1) الشعراء 26:88,89

ابن سیرین علیہ الرحمہ ترجمہ فرماتے ہیں ”قلب سلیم وہ ہے جو یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود حق ہے قیامت کا آنا یقینی ہے موت کے بعد دوبارہ زندگی ضرور ہوگی۔“

ابو عثمان نیشاپوری کہتے ہیں۔قلب سلیم وہ قلب ہے جو بدعت سے محفوظ ہو اور سنت پر مطمئن ہو“ مجاہد اور حسن بصری فرماتے ہیں، قلب سلیم وہ ہے جو شرک سے پاک ہو، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قلب سلیم وہ ہے جو اس بات کی شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اب ان تمام تراجم سے ہٹ کر ایک ایسا ترجمہ عرض کرتا ہوں جسے میں بے حد پسند کرتا ہوں اور دل لگتی بات ہے۔اور یہ بات کہی ہوئی بھی ایک بلند پایہ بزرگ جلیل القدر صوفی کی ہے۔حضور سیدنا جنید بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔قلب سلیم سے مراد ”قلب لدیغ“ لدیغ اس شخص کو کہتے ہیں جسے سانپ ڈس لے یا کوئی زہریلا جانور کاٹ لے، اہل عرب سانپ کے ڈسے ہوئے کو سلیم کہتے ہیں۔عارف باللہ سیدنا جنید رضی اللہ عنہ کا معنی انتہائی طور پر عشق و محبت سے لبریز معنی ہے خلاصہ یہ ہے کہ میدان قیامت میں مال و اولاد کام نہ آسکیں گے ہاں وہ دل جو عشق الٰہی اور محبت رسول سے زخمی ہوگا، اس کی قدر ہوگی اعزاز ہوگا۔یہ بھی عجیب بات ہے کہ دل ہے تو زخمی مگر خدائے قدوس فرماتا ہے، سلامت ہے بچا ہوا ہے، سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے ڈسے دل کا معنی غالباً اس لیے فرمایا ہے کہ جیسے سانپ کا ڈسا تڑپتا رہتا ہے اور ہر دم مضطرب، اسی طرح محبت کے ناگ کا زخمی بھی بے چین رہتا ہے، نہ اسے آرام ہے اور نہ اسے سکون، سانپ کے ڈسے ہوئے کا سکون شفا میں ہے اس کا سکون وصال یار میں، سانپ کے ڈسے ہوئے جسم کے ذرہ ذرہ میں زہر نے سرایت کرلی ہے۔محبت

کے ناگ کے ڈسے ہوئے کے ایک ایک رونگٹے میں عشق و جنون سوز دروں کے ذخیرے موجود ہیں۔ سانپ کا ڈسا ہوا علاج چاہتا ہے اور یہ درد وہ شفا چاہتا ہے۔ اور یہ مرض درد مند ہونا بڑی بات ہے خدا نصیب فرمائے۔

حدیث قدسی میں ارشاد ہوتا ہے "انا عند القلوب المنكرة لاجلی "(1) میں ان دلوں کے قریب رہتا ہوں جو میری وجہ سے ٹوٹ چکے ہوں۔ علامہ اقبال نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ ذرا تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

درد مند ہونا اتنا بڑا اعزاز ہے کہ خدائے قدوس جل مجدہ نے اپنے پیارے خلیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا" ان ابراهيم لاواه حليم "(2) بے شک ابراہیم علیہ السلام دردمند اور بردبار تھے۔

وہ دل جو دردمند ہو عشق الٰہی میں گھائل ہو، وصال الٰہی کا شوق اسے تڑپاتا ہو، ہجر و دوری کے صدمے اس کو پگھلاتے رہتے ہوں، خدا کے حضور اسی کی پوچھ ہوگی۔

قلب کی حیثیت جسم میں ایک بادشاہ کی سی ہے جو اپنی سلطنت میں مکمل حکمرانی کرتا ہے، دل کے فوجی، لشکری، سپاہی جسم کے سب اعضاء ہیں۔ ہاتھ پاؤں کان زبان اور تمام اعضاء ظاہری و باطنی اسکے لشکری ہیں۔ پاؤں کو اٹھنے کا حکم ملتا ہے

1۔ الغزالی، بداية الهدايه، ص 63/1

ابن الجوزی، المواعظ، باب تفاوت النفوس، ص 95/1

2۔ التوبہ 114/9

توچلنا شروع کر دیتا ہے، زبان کو حرکت کا حکم ملتا ہے تو بولنے لگ جاتی ہے۔ اعضاء اور حواس قلب کے مکمل طور پر مطیع ہیں۔ قلب کے دو خام غضب وشہوت کبھی اس کی اطاعت کرتے ہیں اور کبھی اس سے بغاوت، اطاعت کی صورت میں قلب کو سلوک میں مدد ملتی ہے اور سفر الی اللہ میں مفید ساتھی ثابت ہوتے ہیں۔ اگر یہ بغاوت کر دیں تو بربادی ہو جاتی ہے۔ خدانخواستہ ایسی صورت پیدا ہو جائے تو قلب کو چاہیے کہ اپنی مدد کے لیے علم، حکمت، تدبر، تفکر کو ان کے مقابلہ کے لیے سامنے لائے، غضب و شہوت جب شیطان کی جماعت میں مل جائیں تو قلب غیر سلیم ہے۔ اگر شیطان کے پھندے سے بچ کر اطاعت قلب میں مصروف ہوں۔ تو یہ قلب سلیم ہے۔ یہی وہ عضو جس کے بارے میں حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا" اذا صلحت صلح الجسد کلہ وان فسدت فسد الجسد کلہ "(1) اگر وہ درست ہو تو سارے جسم کا نظام درست ہے اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ یہی دل ہے جو مرکز محبت و نفرت ہوتا ہے ۔ یہی گوشت کا ٹکڑا جب آتش عشق و محبت میں جل بھن جاتا ہے تو سلیم کہلاتا ہے۔ اور جب تک صحیح سالم رہتا ہے تو یہ مقام اسے نہیں ملتا۔ ہاں جب یہ مقام دردوسوز سے نوازا جاتا ہے صحیح راہ پر گامزن ہوتا ہے جب یہ یاد محبوب میں بے قرار رہنے لگتا ہے تو قابل صد مبارک ہوتا ہے، جب فراق محبوب میں آنکھوں کو برسنے پر مجبور کر دیتا ہے اور جمال یار کے علاوہ کسی پر کھلنے کے لیے پابندی عائد کر دیتا ہے تو باعث فخر بنتا ہے۔

1۔ البخاری، الجامع الصحیح، الرقم 52، ص 20/1

المسلم، الجامع الصحیح، باب اخذ الحلال و ترک الشبھات، الرقم 1599، ص 1219/3

ابن ماجہ، السنن، باب الوقوف عند الشھات، الرقم 3984،ص1318/2

آتش سوزاں سے ہر شخص گریزاں ہوتا ہے مگر آتش عشق لاکھ جلائے اسے عشاق فخر سمجھتے ہیں۔

یہ کس کی لو ہے اے دل مضطر لگی ہوئی
اک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

رہے ہم جیسے ظاہری اور رسمی ایمان والے تو ان عشاق کے نزدیک کوئی قدر ہی نہیں رکھتے اور ہمارے روکھے پھیکے ایمان کوئی قیمت ہی نہیں ہے نہ ہم جیسوں کی ان کے ہاں گنجائش ہے۔ہاں محدثین کے ہاں ایمان و یقین نجات کے لیے کافی ہے یہ لوگ امت کی عام حالت کو دیکھتے ہیں۔ بہت اونچی بات نہیں کہتے یہ حضرات بھی اگر نجات اور رضائے الٰہی کے لیے سوز و گداز عشق کی شرط لگادیتے تو ہم جیسوں کا کام تمام ہو جاتا۔ہم جیسے عوام کیا جانیں کہ عشق الٰہی کی آگ کیا ہوتی ہے اور ایک عاشق صادق محبوب حقیقی کی محبت میں کس طرح جلتا بھنتا رہتا ہے۔

تھی وصل میں فکر جدائی تمام رات
وہ آئے تو بھی نیند نہ آئی تمام رات

حاصل یہ ہے کہ محبت کے ساتھ بے چینی ضروری ہے عشق نام ہی بے قراری کا ہے عشق میں سکون کہاں،اندر بلالیں تو ہزار خوشی کے باوجود یہ کھٹکا کہ دیکھیے کب چلمن چھوڑتے ہیں اور یہ کہتے ہیں بس جاؤ پھر بلاؤں گا اندر نہ بلائیں تو یہ بے قراری کہ دیکھیے کب یاد فرماتے ہیں۔اور کب دیدار ہوتے ہیں۔

نہ آیا وصل میں بھی چین ہم کو
گھٹا کی رات اور حسرت بڑھا کی

اب یہ بھی ساتھ ہی سمجھ لیا جائے کہ قلب سلیم کی ضد قلب غیر سلیم ہے جو دل روگی اور مریض ہو، قرآن حکیم نے اچھے دل کا ذکر لفظ سلیم اور منیب کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور دل کی بری صفات کا ذکر متکبر کے ساتھ۔ قرآن حکیم فرماتا ہے ''کذالك یطبع اللّٰه علی کل قلب متکبر جبار ''(1) اللہ تعالیٰ ہر مغرور متکبر دل پر مہر لگا دیتا ہے دل کی بیماریوں میں اصل بیماری تکبر ہے۔ دلوں میں سختی پیدا ہوتی ہے۔ ''ثم قست قلوبکم ''(2) خدا کرے ہمارے قلوب وسلیم ومنیب ہو جائیں۔

1۔ غافر 35:40

2۔ البقرہ 74:2

عصمت انبیاء

حضرت فاتح عیسائیت نے زیرنظر مقالہ ''عصمت انبیاء'' ۱۰ فروری ۱۹۶۵ء میں تحریر فرمایا جس کی افادیت کا اندازہ مطالعہ سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔

عصمت انبیاء

عصمت کے بارے میں مفکرین اسلام نے دوقول نقل کیے ہیں۔

فقد ان القدرة علی المعصیة

امتناع صدور الذنب مع القدرة(1)

یہ آخری راجح ہے اس لیے کہ پہلے معنی میں کمال ہی نہیں کہ جیسے جمادات میں قدرت معصیت نہیں تو کمال بھی نہیں۔ بے شمار دلائل قرآنیہ سے انبیاء ورسل کا معصوم ہونا واضح ہے۔

"وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ "(2)

اتباع قول وفعل کا نام اطاعت ہے۔ اگر کسی نبی رسول کا قول وفعل معصیت ہوتو وہ بھی واجب الاطاعت ہوگا کیونکہ رسول مطلقاً واجب الاطاعت ہے اور کسی معصیت کا واجب الاطاعت ہونا محال ہے۔

"لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ"(3)

اس آیۃ میں بھی پیغمبر کے ہر قول وفعل کو واجب الاقتداء قرار دیا گیا ہے، معاذ اللہ اگر کوئی قول وفعل معصیت ہوتو گناہ کی اقتداء کیسی نیز نبوت کا مقصد اصلاح بشریت ہے اور اصلاح محبت سے ہوسکتی ہے۔ نفرت سے نہیں۔ اطاعت موجب محبت

1۔ ابو الفضل، عضد الدین، کتاب المواقف، عصمۃ الانبیاء، ص 418/3

2۔ النساء 64:4

3۔ الاحزاب 21:33

ہے، معصیت باعث نفرت ہے، بصورت صدور ذنب عہدہ رسالت مشتبہ ہو جائے گا جس سے مقصد نبوت فوت ہو جائے گا۔ اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر صغیرہ و کبیرہ سے قبل از نبوت و بعد از نبوت معصوم ہوتے ہیں۔ صغائر و کبائر کا ارتکاب شیطانی تسلط کے باعث ہوتا ہے۔ قرآن مقدس فرماتا ہے ''ان عبادی لیس لك علیهم سلطان ''(1)'' ولاغوینهم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین ''(2) مسئلہ عصمت انبیاء پر علماء امت کا اتفاق رہا ہے۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی، شرح فقہ اکبر، تفسیرات احمدیہ، روح البیان، مدارج النبوۃ، مواہب اللدنیہ، شفا شریف، نسیم الریاض، وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے'' انهم معصومون عن الكفر قبل الوحی و بعده بالاجماع''(3)

عصمت انبیاء کے عقلی دلائل

(۱) گناہ نفس امارہ یا شیطان کے اثر سے ہوتا ہے، انبیاء دونوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

(۲) فاسق کی مخالفت ضروری ہے اور نبی کی اطاعت واجب، معاذ اللہ نبی سے بھی گناہ ہو تو مخالفت ضروری قرار پائے گی۔

1۔ الحجر 42:15

2۔ الحجر 40.39:15

3۔ ابو الفداء اسماعیل حقی، تفسیر روح البیان، ص 194/4

(۳) فاسق کی بات بلا تحقیق نہ مانی جائے، ''ان جآء ك فاسق بنبأ فتبينو ''
(1) مگر نبی کی بات بغیر تحقیق فوری تسلیم کی جائے۔

(۴) ہر قیمتی شے عمدہ برتن میں رکھی جاتی ہے کارخانہ قدرت میں نبوت عمدہ شے ہے۔لہٰذا اس کے لیے ایسے ظرف کی ضرورت ہے جو صغائر و کبائر کی میل سے منزہ اور پاک ہو۔

قصہ آدم علیہ السلام

پر منکرین عصمت کے اعتراضات

پہلا اعتراض

اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا علیہا السلام کو جنت میں حکم دیا تھا کہ ''ولا تقربا هذه الشجرة ''(2) اس درخت کے قریب نہ جانا مگر انہوں نے پردہ نہ کی اور حکم خدا وندی کی نافرمانی کی جو معصیت ہے۔

جواب:

قصہ آدم خلاف عصمت نہیں ہے۔کل شجرہ معصیت نہیں۔معصیت یہ ہے کہ قصداً اللہ کے کسی امر یا نہی کی مخالفت کرے اور اسے توڑ دے۔معصیت کے اس مفہوم سے واضح ہے کہ مقصد اور ارادہ معصیت کا جزو ہیں۔اور کل بغیر جز متحقق نہیں ہو

1۔ الحجرات 6:49

2۔ البقرہ 35:02

سکتا تقاضائے عقل بھی یہ ہے کہ معصیت تب ہوگی۔ جب حکم حاکم کی توہین ہو اور توہین اس وقت ہوگی جب مخالفت قصداً اور ارادۃً ہو، شرعاً بھی یہ بات معصیت نہیں۔ جیسے رمضان المبارک میں دن کو بھول کر کھالے تو گناہ نہیں روزہ باقی رہتا ہے۔ نیز بین الاقوامی قوانین میں بھی یہ ہے کہ قتل خطاء پر تعزیرات عائد نہیں ہوتیں، اسی طرح قصہ آدم علیہ السلام میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔ ''فنسی لہ آدم ولم نجد لہ عزما ''(1) اس حکم خداوندی نے آدم علیہ السلام کو بری قرار دے دیا۔ رہا حکم خداوندی'' فعصیٰ آدم ربہ فغویٰ ''(2) اس آیہ کریمہ میں معصیت اور غوایت کا ذکر ہے۔ یہ معصیت وغوایت حقیقیہ نہیں بلکہ محض صوریہ ہیں۔ حقیقیہ یہ ہے کہ معصیت وغوایت کے ساتھ مقصد اور ارادہ بھی ہو اس صورت میں مقصد وارادہ نہیں۔ لہٰذا حقیقیہ نہیں ۔ جب قرآن مقدس سے ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام بھول گئے تو آپ کی برأت واضح ہوگئی۔ اس صوری معصیت وغوایت کی مثالیں آیات قرآنیہ سے ملتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے'' جزاء سیئۃ مثلھا ''(3) ایک شخص نے دوسرے شخص کو تکلیف پہنچائی تو یہ سیئہ ہے مگر اس کے جواب میں بھی سیئہ (برائی) کا لفظ استعمال کیا گیا جو صوری ہے حقیقی نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔'' فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدو علیہ بمثلہ مااعتدیٰ علیکم ''(4) یہاں بھی دونوں کو'' اعتداء'' فرمایا گیا ہے مگر پہلا اعتداء بمعنی ظلم ہے دوسرا نہیں۔

1۔ طہ 115:20

2۔ طہ 121:20

3۔ الشوریٰ 40:42

4۔ البقرہ 194/2

دوسرا اعتراض

آدم وحوا علیہا السلام دونوں کا اعتراف گناہ قرآن میں موجود ہے جیسے ارشاد ہوتا ہے۔"ربنا ظلمنا انفسنا "(1) ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام سے یہ گناہ سر زد ہوا پھر انہیں معصوم کیوں کر کہا جاسکتا ہے۔ دیکھیے! شجر ممنوعہ کا کھانا ظلم تھا۔آدم علیہ السلام نے بھی اپنے اس ظلم کا اقرار کرلیا اور عرض کیا" ربنا ظلمنا" ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام نبی نہ تھے۔ کیوں کہ ان سے ظلم سرزد ہوا اور ظالم نبی نہیں ہوسکتا۔

جواب

ظلم کا اصطلاحی معنی ہے کہ ملک غیر میں اس کے اذن کے بغیر تصرف کیا جائے۔لغوی معنی نقصان کا ہے۔ یہاں لغوی معنی مراد ہے کہ شریعت اس قصہ کے نازل ہوئی معنی یہ ہوگا کہ اے اللہ ہم نے اپنا حصہ کم کرلیا کہ جنت میں بلا کلفت خوراک مہیا تھی محنت کرنا پڑے گی۔

تیسرا اعتراض

توبہ آدم علیہ السلام کا ذکر قرآن مقدس نے کیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے "فتاب علیہ" پتہ چلا کہ آدم علیہ السلام گناہ کے مرتکب ہوگئے تھے جبھی تو توبہ کی اگر معصیت نہ ہوتی تو توبہ کا کیا مطلب؟ کیونکہ "التوبۃ لا یکون الا من الذنب"(2)

1۔ الاعراف 23:7

2۔ اسمر قندی ، بحرالعلوم ، ص 510/2

جواب:

توبہ اور مغفرت کا ذکر گناہ کو مستلزم نہیں۔توبہ کا معنی ”رجوع الی اللہ “(1) کا ہے۔”فتاب علیہ “ کا معنی ہوگا ”فرجع الیہ بالرحمۃ “ تا کہ پتہ چل جائے کہ اکل شجرہ (2) کی بنا پر رحمت سے محروم نہیں کیے گئے۔

چوتھا اعتراض:

زیر نظر آیت ”فازلھما الشیطن عنھا فاخرجھما “(3) میں آدم وحوا علیہما السلام کا اخراج جنت اور انتساب الی الشیطان معصیت کی بیّن دلیل ہے آدم علیہ السلام سے گناہ ہوا تھا تبھی تو سزا کے طور پر آپ کو جنت سے نکالا گیا:

جواب:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اخراج جنت سزا نہیں کسی شئے کا دوسری شئے پر مرتب ہونا دو قسم پر ہے ایک تو یہ ہے کہ گناہ اور غلطی پر سزا مرتب ہو جیسے چوری پر قطع ید، قتل پر قصاص، دوسرے اثر کا سبب پر مرتب ہونا ہے جیسے پاؤں پھسلنے سے چوٹ لگ گئی اب یہ چوٹ کسی گناہ کی سزا نہیں۔ یہ کوئی بھی نہیں کہے گا پھسلنا جرم تھا اور چوٹ اس کی سزا ہے۔ یہ قصہ آدم علیہ السلام اور ان کا اخراج جنت دوسری قسم سے ہے جس کا ارشاد قرآن مقدس نے فرمایا ”فازلھما الشیطن عنھا “(3) ہر تکلیف جرم پر ہی

1۔ محمد بن صالح ، شرح العقیدۃ الواسطیۃ ، ص 232/1

2۔ البقرہ 36:2

3۔ البقرہ 36:2

نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض اوقات تکلیف کمال تک پہنچانے کے لیے بھی ہوتی ہے۔اور وہ کسی جرم کی سزا نہیں ہوتی۔ جیسے والدہ بچے کا دودھ چھڑاتی ہے۔ یہ "ابلاغ الی الکمال" کے لیے ہے نہ کہ سزا کے لیے۔

پانچواں اعتراض

قصہ آدم علیہ السلام میں آدم وحوا علیہما السلام کو زمین پر اتر جانے کا حکم دیا گیا تھا کہ " قلنا اھبطوا منھا "(1) یہ حکم بطور سزا تھا اور سزا بغیر جرم کے نہیں ہوتی۔

جواب

آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارنا معصیت نہیں بلکہ تخلیق آدم میں حکمت الٰہیہ یہی تھی جیسے ارشاد ہوتا ہے "انی جاعل فی الارض خلیفہ "(2) آپ کو چونکہ اللہ نے خلافت ارضی کے لیے چنا تھا اس لیے زمین پر اتارنا ضروری قرار دیا۔

آدم علیہ السلام کو جنت میں رکھنے کی حکمتیں

سوال: اگر آپ کی خلافت ارضی ہی تھی تو جنت میں رکھنے کی کیا حکمت ہے؟

جواب:

حکمت نمبر 1: سلاطین دنیا کا بھی قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی کو نائب بناتے ہیں تو شاہی محل میں بلاتے ہیں ایسے ہی رب قدوس نے آدم علیہ السلام کو شاہی محل میں بلا کر

1۔ البقرہ 38:20

2۔ البقرہ 30:2

اعزاز بخشا اور ٹریننگ دی۔

حکمت نمبر 2: جنت میں اس لیے رکھا تا کہ جنت کی رغبت ہو اور اطاعت الٰہیہ کا باعث بن سکے اور اطاعت خداوندی کے بعد اس انعام دیئے جانے کے عینی شاہد ہوں اور اپنی اولاد کو کھلی دعوت دیں۔

حکمت نمبر 3: جملہ اولا د آدم کو جنت کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ جب جنت ہمارا آبائی وطن ہے تو آبائی وطن سے فطری طور پر پیار ہوتا ہے جیسے مقولہ ''حب الوطن من الایمان''

حکمت نمبر 4: یہ ہے کہ اولا د آدم کو معصیت سے ڈرایا جائے کہ جب معصیت صوری پر تکلیف مرتب ہوسکتی ہے تو معصیت حقیقی پر کیسے نہ ہوگی۔

جواب ۲:

جنت میں جو کچھ ہوا معصیت نہیں کیونکہ معصیت اور اطاعت کا تعلق احکام تکلیفہ ،تشریعہ سے ہے اور جنت دار التکلیف نہیں اور قرآن مقدس میں جو اطلاقات آئے ہیں اور ان کا یہ مطلب ہے اگر زمین پر ایسا ہوتا تو گناہ مرتب ہوتا۔

جواب ۳:

''لا تقربا'' کا حکم تشفیقی ہے تشریعی نہیں۔ حکم تشفیقی کی مثال یہ سمجھیں جیسے ایک ڈاکٹر نے مریض کو کوئی ایک چیز کھانے سے روک دیا، ڈاکٹر کا یہ حکم محض اس کی صحت کے پیش نظر ہے ورنہ معصیت میں اگر مریض حکم عدولی کرے گا تو گناہ نہیں کہا جائے گا۔

جواب۴:

اسے خطا اجتہادی پر محمول کیا گیا ہے۔ایک لفظ جس میں دو معنوں کا احتمال ہو، متکلم کی مراد ایک معنی ہو اور مخاطب کی مراد دوسرا معنی۔ اور پھر متکلم کی طرف سے تعین بھی نہ ہو تو متکلم کی مراد کے خلاف مخاطب کا دوسرا معنی مراد لے لینا معصیت نہیں ''لا تقربا ھذہ الشجرہ '' سے مراد مطلق شجرہ ہی ہے۔ مختص شجر نہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے خیال فرمایا۔

قصہ نوح علیہ السلام پر اعتراض

سوال: اس طوفان میں جو نوح علیہ السلام کی بد دعا سے آیا بالغ بھی ہلاک ہوئے اور نا بالغ بھی، بچوں کا کیا قصور؟

جواب بالغین کی ہلاکت مجازات کی طریق پر تھی اور بچوں کا غرق موت طبعی کے طور پر تھا۔ جیسے امراض مہلکہ سے اموات واقع ہوتی ہے۔ دنیا میں سیلاب آتے رہتے ہیں۔ جن میں حیوانات بھی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یہ سب ایسی ہلاکتیں سلسلۂ تکوین میں داخل ہیں۔

سوال: نوح علیہ السلام نے بوقت طوفان اپنے بیٹے کنعان سے فرمایا ''ارکب معنا ولا تکن مع الکفرین ''(1) مگر وہ نہ آیا دیگر فرمایا ''ان بنی من اھلی و ان وعدك الحق ''(2)

1۔ ھود 11:42

2۔ ھود 11:45

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔" انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح "(1)

جواب: نوح علیہ السلام نے اہلیت نسبی مراد لی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اہلیت دینی کے باعث فرمایا لہٰذا اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ یہ بھی جواب ہوسکتا ہے کہ آپ نے جو فرمایا اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان ہوکر میرے ساتھ سوار ہو جاؤ۔

عصمت ابراہیم علیہ السلام پر اعتراض

سوال: آپ نے یہ کیوں فرمایا" رب ارنی کیف تحی الموتی "(2) کیا اللہ تعالیٰ کے احیاء موتیٰ پر شک تھا؟

جواب: احیاء موتیٰ کی قدرت پر شک نہیں بلکہ احیا موتیٰ کیفیت دیکھنے کا مطالبہ ہے کہ حیات کیسے آئے گی۔" جسم کے کس حصہ میں حیات پہلے آئے گی اور کس میں بعد" پھر اس حیات کے ساتھ تمام لوازم حیات ہوں گے یا بعض، جیسے سونے والے میں حیات تو ہے مگر لوازمات حیات سب نہیں، کھانا پینا چلنا وغیرہ موجود نہیں۔ طرق احیاء میں اضطراب اور مطالبۂ اطمینان منافی عصمت نہیں جیسے ہمیں سو فیصد یقین ہو کہ فلاں درزی بہترین جبہ بنا سکتا ہے مگر کہیں دکھایئے کیسے بناتے ہیں؟ تو یہ سوال رویت کیفیت کے متعلق ہے نہ کہ اس لئے کہ درزی کو بنانے کا ڈھنگ ہی نہیں۔ قرآن مقدس میں" قدرۃ علی الاحیاء " کا سوال نہیں بلکہ کیفیت علی الاحیاء کا سوال ہے جو منافی عصمت نہیں۔"

1۔ ہود11:46

2۔ البقرہ 260:20

سوال: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حدیث بخاری میں کذبات ثلثہ منسوب ہیں، پہلا یہ کہ آپ نے جب عراق سے مصر کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ کی اہلیہ سارہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں۔شہنشاہ مصر ظالم تھا، زانی تھا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہے؟ تو آپ نے جواباً فرمایا ''ھذہ اختی'' حالانکہ سارہ بہن نہ تھی اہلیہ تھیں یہ واقعہ آپ کی عصمت کے منافی ہے۔

جواب: علماء بلاغت نے بیان کیا ہے کہ کلام کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ایک تو یہ ہے کہ کلام علی سبیل صراحت کردی جائے۔دوسری قسم یہ ہے کہ علی سبیل توریہ کی جائے۔ قسم اول میں متکلم اور سامع کی مراد ایک ہی ہوتی ہے قسم دوم میں یہ ہے کہ متکلم اور سامع کی مراد میں اشتراک نہ ہو متکلم کی مراد کچھ اور ہو اور سامع کچھ اور سمجھے توریہ ہیں۔یہ ہے متکلم کی مراد معتبر ہوگی۔اگر سامع اس کے برعکس سمجھے۔اس صورت میں ابراہیم علیہ السلام نے ''ھذہ اختی'' فرما کر دینی بہن مراد لیا نہ کہ نسبی، اخوۃ کا اطلاق اخوۃ دینی، نسبی دونوں پر آتا ہے قرآن مقدس فرماتا ہے ''انما المومنون اخوۃ'' (1) جس حدیث میں یہ تذکرہ ہے اس میں یہ بھی ہے۔''لیس غیری و غیرك مومن'' ابراہیم علیہ السلام نے یہ کلمات حضرت سارہ سے فرمائے جب کثرت مومنین میں اخوۃ جاری ہے تو یہاں صرف دونوں میں کیوں جائز نہ ہوگا۔غرض آپ کا یہ جواب از راہ توریہ ہے کذب ہرگز ہرگز نہیں۔قرآن مقدس تو ان کی صداقت کا دعویٰ کررہا ہے ''و اذکر فی الکتب ابراھیم انه کان صدیقا نبیا'' (2)

1۔ الحجرات 10:49

2۔ مریم 41:19

سوال: انہیں کذبات ثلثہ سے دوسرا یہ بھی ہے کہ جب آپ کی قوم نے انہیں ایک میلہ کے موقع پر اپنے ساتھ لے جانا چاہا تو آپ نے ستاروں پر نگاہ کرتے ہوئے فرمایا میں بیمار ہوں، قرآن مقدس نے فرمایا "فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم "(1) حالانکہ آپ تندرست تھے، تو یہ بھی خلاف عصمت ہے۔

جواب: یہ واقعہ بھی تعریض وتوریہ کے پیش نظر ہی ہے۔ کذب یہاں بھی نہیں کہ سقم کے دو معنی ہیں۔ سقم ظاہری، سقم باطنی، دل کے اندر غم وحزن اور اضطراب کا ہونا یہ سقم باطنی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہی سقم تھا جو آپ کو ان کی بت پرستی سے پیدا ہو رہا تھا، ایک نیک آدمی برے کام کو دیکھتے ہی پریشان ہو جاتا ہے۔ یہ تو مقام نبوت ہے علامہ محمود آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں چونکہ اس دن " عبادۃ الاصنام " کا مظاہرہ تھا تو ان کا یہ کردار آپ کے دل اطہر پر گراں گزرا تو فرمایا انی سقیم یہ تعریض ہے کذب نہیں۔ علامہ آلوسی نے اسی مقام پر ایک حدیث بھی نقل کی ہے "و فی المعاریض مندوحۃ عن الکذب " تعریض میں انسان جھوٹ سے بچ جاتا ہے۔

سوال: قرآن مقدس میں اسی آیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں سے اپنی صحت کے متعلق حساب لگا کر فرمایا تھا۔ "انی سقیم" نبی کا یہ مقام کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ وہ علم نجوم سے استدلال کرے جو غیر قطعی ہے۔

1۔ الصافات 88:37

جواب: آپ نے ستاروں کی طرف اس لیے نہیں دیکھا کہ حساب لگائیں بلکہ رویت سیارگان میں حکمت یہ تھی کہ ان لوگوں نے سبع سیارگان کے نام پر بت بنا رکھے تھے اور وہ اصل معبود مانے جاتے تھے پتھروں کے بت تو ان کی نقل تھے ۔ جب انہوں نے میلہ پر جانے کے لیے کہا تو آپ نے نقلی معبودوں پر نہیں بلکہ ان سبع سیارگان کو تعجب و حیرت کی نگاہ سے دیکھا کہ جب وہ سیارگان بھی قابل پرستش نہیں تو ان بتوں کو کیسے مانا جا سکتا ہے ۔ وہ نگاہ ازراہ حساب نہیں بلکہ ازراہ حیرت و استعجاب ہے ''علم نجوم ظنی ہے اور نبی کا علم قطعی ہے'' علم نجوم کی تین قسمیں ہیں ۔

نمبر1: ''**تاثیر طبعی**'' جیسے سورج سروں کے قریب ہوتا ہے تو گرمی، دور ہوتا ہے تو سردی، غلہ جات اور پھلوں کا پکنا، گرمیوں میں سمندر سے بخارات کا اٹھنا یا چاند کی پہلی تاریخ سے چودہ تک سمندر کا پھیلنا۔ پچھلی تواریخ کم ہونا یہ تاثیر طبعی ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ۔ روزمرہ کے مشاہدات ہیں ۔ لہذا نجوم میں تاثیر طبعی کا قائل ہو جانا شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ۔

نمبر2: ''**تاثیر علامتی**'' کہ مؤثر حقیقی تو اللہ ہے مگر اس کام کے ظہور کے لیے سیاروں میں علامت پیدا فرما دیتا ہے ۔ جیسے مریخ اور مشتری جب دونوں برج عقرب میں جمع ہوں تو دنیا میں کوئی بہت بڑا واقعہ پیش آتا ہے کہتے ہیں کہ حضور انور علیہ السلام کی ولادت اور بعثت کے موقعہ پر یہ دونوں ستارے برج عقرب میں اکٹھے ہوئے تھے ۔ اسی قسم ثانی کا اقرار بھی کوئی حرج نہیں ۔ جیسے طبیب نبض دیکھ کر مریض کے حالات کا پتہ لگا لیتا ہے اور جزم نہیں ایسے ہی ستاروں سے تاثیر علامتی کا قائل ہو جانا

بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

نمبر3: "**تاثیر استدلال موجبی**" اس قسم ثالث کا معنی یہ ہے کہ ستاروں کو حوادثات کونیہ میں مؤثر حقیقی مانا جائے یہ گناہ تو کیا بلکہ شرک عظیم ہے۔

سوال: جب مشرکین کے اصرار کے باوجود ابراہیم علیہ السلام میلہ پر نہ گئے اور وہ لوگ اپنے پروگرام کے مطابق شامل ہو گئے تو آپ نے بت خانہ میں جا کر بتوں کو توڑا اور ان کو تہہ وبالا کیا اور چلے آئے، مشرکین نے واپسی پر جب یہ منظر دیکھا تو برہم ہو گئے اور آپ پر شک کیا گیا۔ مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ ابراہیم یہ بت شکنی تو نے کی ہے۔ تو فرمایا "بل فعلہ کبیرھم ھذا فاسئلوھم ان کانوا ینطقون" (1) کہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے۔ ان سے پوچھو اگر یہ بول سکتے ہیں آپ کا یہ جواب بھی خلاف عصمت ہے۔ کام خود کیا ذمہ دوسروں کے لگایا۔

جواب: فعلہ کا فاعل مقدر مانا جائے اور فعلہ کے بعد وقف کر کے پچھلا جملہ الگ کر دیا جائے عبارت یوں ہوگی۔ "بل فعلہ من فعلہ" کیا ہے جس نے کیا ہے۔ یہ ان کا بڑا ہے اس سے پوچھو اگر وہ بول سکتے ہیں۔ یہ بھی توریہ تعریض ہے۔

جواب: فعلہ کا فاعل ضمیر ہم ہی ہے مگر یہ مضمون مشروط باالنطق ہے معنی یہ ہوا یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے۔ اگر بول سکتا ہے تو پوچھو قاعدہ یہ ہے۔ "اذفات الشرط فات المشروط" چونکہ شرط نطق مفقود ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کے

1۔ الانبیاء 63:21

بڑے نے یہ کام نہیں کیا کسی اور نے کیا ہے اور وہ خود ابراہیم علیہ السلام ہی ہیں لہٰذا یہ کذب نہیں۔

جواب: "بل فعلہ کبیرھم ھذا" "ان کے بڑے نے کیا ہے" ہم سے مراد لوگ لیے جائیں تو معنی بالکل واضح ہے کہ یہ کام لوگوں کے بڑے نے کیا ہے۔ اور اس وقت کے سب لوگوں کے بڑے یقیناً ابراہیم علیہ السلام ہی تھے۔ لہٰذا کذب ہرگز ہرگز نہیں۔

سوال: اگر ان توجیہات کو مان بھی لیا جائے تو اس کا جواب کیا ہوگا کہ حدیث پاک میں ابراہیم علیہ السلام کے ان تینوں واقعات کو کذب سے تعبیر کیا گیا ہے حدیث بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔ "لم یکذب ابراھیم الا ثلث کذبات" (1) کذب خلاف معصیت ہے۔

جواب: امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک طرف قرآن مقدس کا یہ حکم ہے "انہ کان صدیقا نبیاً" (2) کہ ابراہیم سچے ہیں دوسری طرف رواۃ بخاری ہیں۔ اب دو صورتیں ہیں یا تو ابراہیم علیہ السلام کو کاذب مانا جائے (معاذ اللہ) یا رواۃ بخاری کو۔ تو دونوں صورتوں میں یہی آسان ہے کہ رواۃ بخاری کو تسلیم نہ کیا جائے کیونکہ صداقت ابراہیمی پر تو نص قرآنی وارد ہے۔ مگر امام رازی کے اس جواب پر حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ مشتعل ہوگئے۔ کہ حدیث بخاری کو غلط قرار دے دیا۔ یہ فلسفیانہ جواب تو ہے محدثانہ نہیں۔ یہ آسان ہے کہ جس حدیث کا جواب نہ آئے اس کے رواۃ جھوٹے کہہ دیئے۔

1۔ البخاری، الجامع الصحیح، جلد دوم رقم 586

2۔ مریم 19:41

جواب: عربی زبان میں ایک قاعدہ ہے جسے ''صنعت مشاکلہ'' کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کوئی ایک دوسرے امر سے ہمشکل ہو تو محض ہمشکلی کی وجہ سے امر دوم کا اطلاق امر اول پر بھی ہو جاتا ہے۔ اور یہ قاعدہ بلاغت میں داخل ہے اس صنعت مشاکلہ کے دلائل قرآن مقدس سے بھی ملتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے ''جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا ''(1) پہلا سیئۃ تو اپنے معنی میں ٹھیک ہے مگر جب اسے اس کے کیے کی سزا دی جائے جو عین تقاضائے انصاف ہے تو وہ یقیناً سیئۃ نہیں مگر صنعت مشاکلہ کے پیش نظر اللہ جل مجدہ نے اسے بھی لفظ سیئۃ سے ہی تعبیر فرمایا، دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے ''فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدو علیہ بمثل مااعتدیٰ علیکم ''(2) جو تم پر ظلم کرے تم بھی اس پر اس جیسا ہی ظلم کرو۔ پہل کرنے والے کا تو یقیناً ظلم ہے مگر اس کی جزا ظلم نہیں بلکہ تقاضائے حق و انصاف ہے مگر اسی صفت مشاکلہ کے باعث اسے بھی ''اعتدیٰ'' فرمایا گیا۔ تیسری جگہ پر منافقین کا مقولہ فرمایا گیا'' انما نحن مستھزؤن ''(3) کہ ہم تو مومنین سے استہزاء کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے ''اللّٰہ یستھزئ بھم ''(4) کہ مومنین کے ساتھ مذاق کرنے والوں کے ساتھ اللہ استہزاء فرمائے گا۔ پہلا استہزاء جو منافقین کی طرف منسوب ہے یقیناً استہزاء ہے مگر جو دوسرا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے یقیناً اور حقیقتاً استہزاء نہیں کہ وہ اس سے پاک ہے مگر محض صنعت مشاکلہ کے پیش نظر استہزاء قرار دیا گیا۔ ایسے ہی

93۔ الشوریٰ 40:42

94۔ البقرہ 194:2

95۔ البقرہ 14:2

96۔ البقرہ 15:2

یہ ہے کہ توریہ اور تعریض اور کذب میں صنعت مشاکلہ موجود ہے لہٰذا حدیث پاک میں یہ لفظ کذب فرمادیا گیا جو خلاف عصمت نہیں۔

جواب: یہ جواب امام راغب اصفہانی کے ارشادات سے ماخوذ ہے ''جیسے صدق اور کذب قول میں پائے جاتے ہیں کہ اگر بات واقع مطابق ہے تو سچ اگر واقع کے مطابق نہیں تو جھوٹ'' اور یہ خلاف عصمت ہے کہ قول خلاف واقع ہو ایسے ہی فعل میں بھی صدق و کذب پائے جاتے ہیں۔ اگر کام کرنے سے ثمرہ مطلوبہ حاصل ہوگیا تو صدق فی الفعل ہوا، اگر کام کرنے سے ثمرہ مطلوبہ نہ مل سکا تو کذب فی الفعل۔ اہل عرب کہتے ہیں ''صدق السیف از اقطع و کذب السیف اذا لم یقطع'' اگر تلوار نے کاٹنے کا کام کیا تو سچ ہے اگر نہ کاٹا تو کذب فی الفعل ہے۔ قرآن مقدس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ''صدقوا ما عاھدو اللّٰہ علیہ ''(1) جو صحابہ بدر میں شمولیت سے رہ گئے تھے انہوں نے پھر کسی موقعہ پر جان نثاری کا معاہدہ کیا اور پھر وہ احد میں سچ کر دکھایا تو یہ ارشاد ہوا۔ معلوم ہوا اس کام کو صداقت سے تعبیر فرمایا جارہا ہے۔

حضور ﷺ نے خواب میں اپنے اور صحابہ کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا تو ایک وقت آنے پر صحابہ نے کیا۔ بیعت رضوان کا واقعہ اسی سلسلہ میں پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''لقد صدق اللّٰہ رسولہ الرویا بالحق ''(2) اس سے بھی معلوم ہوا کہ عمل کو صدق سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ ان دلائل سے پتہ چلا کہ قول کی طرح فعل میں

1۔ الاحزاب 23:33

2۔ الفتح 27:48

بھی صدق و کذب ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ قومی کذب خلاف عصمت ہے مگر فعلی کذب منافی عصمت نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے ان تینوں واقعات کو کذبات فعلی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جو منافی عصمت نہیں ہے۔ ھذا اختی فرما کر اپنی اہلیہ کی ناموس کا تحفظ چاہتے ہیں کہ وہ ظالم دربار میں ہی نہ بلائے کیونکہ وہاں قاعدہ تھا شوہر سے بیوی چھین لی جاتی تھی اور بھائی سے بہن نہیں چھینی جاتی تھی۔ تو آپ کے اس فرمانے کے باوجود ظالم نے دربار میں بلالیا مگر حضرت سارہ کی کرامت سمجھئے یا ابراہیمؑ کا معجزہ کہ وہ اپنے ناپاک ارادہ میں ناکام رہا، چونکہ آپ کے ھذہ اختی فرمانے سے ثمرہ مطلوبہ نہ مل سکا لہٰذا اسے کذب فی الفعل سے تعبیر کیا گیا جو خلاف عصمت نہیں ہے۔ ایسے ہی آپ کا فرمانا" انی سقیم "اور" بل فعلہ کبیرھم "ان دونوں باتوں سے مقصد تحفظ عن الظلم تھا کہ توریہ و تعریض کے الفاظ استعمال فرما کر نمرود کے ظلم سے بچ نکلنے کی تدبیر فرمائی مگر قدرت کو منظور یہ تھا کہ آپ آگ میں ڈالے جائیں اور آگ گلزار ہو جائے تا کہ ان کا تسلط و غلبہ اور صداقت روشن مینار کی طرح واضح ہو۔ اس میں بھی ثمرہ مطلوبہ کا فقدان ہے جسے کذب فی الفعل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ کذب فی الفعل یقیناً یقیناً منافی عصمت نہیں تو واضح ہوا کہ حدیث بخاری میں جو لفظ کذب وارد ہے وہ محض صنعت مشاکلہ کے پیش نظر ہے یا کذب فی الفعل کے اور یہ دونوں خلاف عصمت نہیں"

سوال: ”فلما جن علیہ الیل رای کوکبا قال ھذا ربی “(1)اس سے واضح ہے کہ سیدنا خلیل علیہ السلام نے ستارے کو رب کہا، یہ آپ کا کلام خلاف عصمت ہے۔

جواب: آپ کا یہ فرمانا قبل از نبوت تھا مگر یہ جواب کمزور ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے نبی قبل از نبوت اور بعد از نبوت ہمیشہ ہمیشہ معصوم ہوتا ہے۔

جواب نمبر۲: ھـــذا ربی یہاں ھمزہ انکاری حذف ہے جیسا کہ قرآن مقدس میں دوسری جگہ پر ہے” اسحر ھذا “(2) یہاں حال متکلم حذف ھمزہ پر قرینہ موجود ہے کہ ابراھیم علیہ السلام کے اوصاف میں واضح ہے کہ آپ موحد تھے شرک اور مشرکین سے بیزار تھے۔

جواب نمبر۳: یہ الفاظ آپ نے اسلوب مناظرہ کے انداز پر بیان فرمائے کہ مناظرہ میں خصم کی غلط بات کو نقل کر کے پھر اس کی تردید کرتے ہیں۔ گویا عبارت یوں ہوگی۔ ”اھـذا ربی علیٰ عقیدتکم “اس مضمون سے واضح ہے کہ یہ مکالمہ تغیر احوال کے بعد ہوا۔” فـلما افل “ سے واضح ہے کہ تغیر رونما ہوا۔ افول سے مراد حرکت ہے۔ فلسفی قانون سے ثابت ہے کہ حرکت دلیل حاجت ہے مثلا ظاہر ہے انسان کی ہر حرکت مظہر حاجت ہے اور ہر تازہ حرکت باعث حاجت ہے۔ صبح کے وقت معلمین تعلیم گاہوں میں پہنچ جاتے ہیں، مزارعین مقام زراعت میں، تاجر منڈیوں بازاروں میں پھر بعد از فراغت ان کے گھروں کی جانب مراجعت یہ دلیل ہے کہ انسان کی

1۔ الانعام 76:6

2۔ یونس 77/10

پہلی حرکت حاجت اکتساب کی وجہ سے ہے ایسے ہی پرندوں اور حیوانات کا معاملہ ہے کہ تلاش رزق کے لیے نکلتے ہیں پھر واپس آتے ہیں اسی قاعدہ پر کواکب اور شمس وقمر کی حاجت قیاس کریں۔ان کی حرکت کسی حکم حاکم کے تحت ہے۔علویات میں حکم حاکم تو بہرحال ماننا ہوگا۔یہ بھی واضح ہے کہ ان اجرام فلکیہ کو کبھی بھی سکون نہیں ہے۔معلوم ہوا کہ ان کی احتیاج زائد ہے اور محتاج الٰہ نہیں ہوسکتا۔دور حاضر کے مادہ پرستوں کی تردید بھی ہوگئی کہ وہ کائنات کو برق پاروں سے مرکب مانتے ہیں مگر برق پاروں کی حرکت کے لیے بھی کوئی موثر ومحرک ہوگا بس وہی الٰہ ہے۔

سوال: آپ نے آذر کے لیے دعا مغفرت مانگی جو مشیت ایزدی کے خلاف تھی۔

جواب: بوقت استغفار حکم امتناع نہیں ملا تھا۔

جواب: یہ استغفار شرط ایمان سے مشروط تھا۔

جواب: یہ استغفار اس وعدہ کی ایفاء کے پیش نظر تھا جو آپ نے فرمایا تھا کہ میں اپنے باپ کے لیے دعاء مغفرت کروں گا آپ کا یہ ایفائے عہد ایمان پر تھا۔جب امید ایمان منقطع ہوئی تو برأت ظاہر کی۔

آذر آپ کا چچا تھا عربی میں "عـــم" بمنزلہ "اب" سمجھا جاتا تھا۔توراۃ سفر تکوین، تاریخ کامل لابن اثیر جزری میں آپ کے والد کا نام تارخ لکھا ہے۔ عبدالوہاب بخار مصری نے اپنی تالیف قصص الانبیاء میں تارخ کو ہی ترجیح دی ہے۔ ابن کثیر کی مشہور کتاب "البدایہ والنہایہ" مسعودی کی مشہور کتاب مروج الذہب، تاریخ ابوالغداء، علامہ آلوسی صاحب روح المعانی نے بیان کیا ہے کہ آپ کے والد کے دو نام تھے۔ایک اسم لقبی دوسرا اسم علمی۔جیسے شارح مسلم کا اصل نام یحیٰی اور لقب محی الدین۔

اسی طرح صاحب عینی کا لقب بدرالدین عینی اور نام احمد۔ اسی طرح ان کے والدین کا رکھا ہوا نام تارخ تھا اور حب الصنم کی وجہ سے آذر مشہور ہوا۔ مسمی واحد، اسم دو ہیں۔

عصمت لوط ابن ہاران

سوال جب فرشتے آپ کے پاس آئے تو آپ نے اپنی بیٹیوں کی پیش کش کی۔ اور فرمایا ”ھؤلاء بناتی“ (1) آپ کا یہ فرمانا خلاف عصمت ہے۔

جواب: قوم کی بیٹیاں نبی کی بیٹیاں ہی ہوتی ہے بریں بنا فرمایا ” ھؤلاء بناتی “

جواب: آپ نے یہ حکم فرمایا تو بشرط نکاح ہے کہ زناء تمام شرائع میں حرام ہے۔

جواب: نیز اس وقت مومنات کا نکاح کفار سے جائز بھی تھا بلکہ ابتداءً ہماری شریعت میں بھی جائز تھا۔ بعض لوگوں نے یہ بھی اعتراض کیا کہ ”او آوی الی رکن شدید “ کا فرمانا بھی استقامت وشان نبوت کے منافی ہے، مگر یہ اعتراض بے بنیاد ہے کہ دو قو میں اثر انداز ہو سکتی ہیں ”ذاتی قوت“ آپ میں یہ بھی نہ تھی کہ آپ فرد تھے وہ جماعت تھی۔ ”عارضی قوت“ یعنی حکومت بھی نہ تھی لہٰذا آپ کا ان الفاظ کو بیان فرمانا منافی نبوت ہرگز نہیں۔

موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض

سوال: آپ نے قبطی کو طمانچہ مار کر ہلاک کر دیا یہ شان نبوت کے منافی ہے۔

جواب: یہ فعل آپ کا اقدامی نہ تھا بلکہ دفاعی تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو مارتا تھا یا

1۔ ھود 78:11

آپ کا یہ اقدام تادیبی تھا کہ اغلب خیال ہے مُکّا سے آدمی نہیں مرتا۔

جواب: یہ حربی تھا حربی کا قتل جائز ہے ابتدائی ہو یا دفاعی۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ مستامن تھا مگر یہ قول ضعیف ہے۔

یونس علیہ السلام پر اعتراض

آپ موصل نینواء کے باشندے تھے یہ گاؤں شام اور ترکی کی سرحد پر واقع ہے۔ آپ نے بت پرستوں کو اسلام کی دعوت دی، انہوں نے انکار کر دیا۔ آپ کے پاس وعدۂ عذاب آیا۔ لیکن تاریخ کا یقین نہیں تھا۔ ہر وعدۂ عذاب بے ایمانی پر مشروط ہوتا ہے، آپ نے وعدہ کا انتظار کیا۔ کفار نے طنزاً کہا کہاں ہے آپ کا عذاب؟ تو آپ نے نقل مکانی کی، اس سے آپ کو روکا نہیں گیا تھا آپ نے ترک اولیٰ کیا۔ سفر کے دوران فالتقمہ الحوت کا واقعہ پیش آیا۔

سوال: آپ نے صبر سے کام نہ لیا، بے صبری خلاف عصمت ہے؟

جواب: ترک صبر معصیت نہیں کیونکہ نقل مکانی کی مخالفت نہ تھی۔

سوال: ''فظن ان لن نقدر علیہ''(1) نبی کو یہ گمان کرنا کہ اللہ اس پر قادر نہیں، خلاف عصمت ہے؟

جواب: اگر قدر یقدر کا مصدر قدرۃً آئے تو معنی قوۃ ہے اگر مصدر قدراً آئے تو معنی ہے''فعل الشئی علی مقدارہ'' تیسرے معنی قدر کے تنگی ہے۔ اس کی مثال وسنقدر علیہ رزقہ سے واضح ہے۔

1۔ الانبیاء 87:21

عصمت داؤد علیہ السلام

اعتراض: ''ان ھذا اخی لہ تسع و تسعون نعجۃ لی نعجۃ واحد''(1) آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ بالا خانے پر گئے تو حتی اوریا کی بیوی غسل کر رہی تھی آپ نے اسے بلایا اور تعلق قائم کیا آثار ظہور حمل کے بعد آپ نے تدبیر کی اس کے شوہر کو جنگ میں بھیج دیا۔ پھر دو فرشتے انسانی شکل میں آئے اور تمثیل کے طریقہ سے پوچھا تو آپ کو اپنا واقعہ یاد آیا۔

جواب: یہ واقعہ یہود کے زنادقہ کا گھڑا ہوا ہے اس میں نہ کوئی حدیث ہے اور نہ ہی کوئی اثر۔ ابن کثیر نیز کبیر، روح المعانی نے اس کی شدید تردید کی ہے۔ بعض مفسرین نے بغیر تحقیق یہود کے تتبع میں اسے درج کر دیا۔ یہ جواب عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے، یہ احسن التفاسیر میں ہے۔ مستدرک حاکم نے بھی بیان کیا، داؤد علیہ السلام نے ایک دن عبادت کے لیے خاص کیا ہوا تھا کوئی شخص بالا خانہ میں نہیں جا سکتا تھا، دوسرا دن فیصلوں کے لیے، تیسرا دن حوائج ذاتیہ کے لیے، چوتھا دن بنی اسرائیل میں تبلیغ کے لیے، اسی طرح دَور رہتا۔ وہ دو شخص ملائکہ نہ تھے بلکہ اصل مدعی ہی تھے جو آپ کے مقرر کردہ یوم فیصل کے علاوہ پہنچے تھے تو آپ نے روگردانی فرمائی، مگر جھٹ خیال آ گیا ایسا نہیں چاہیے تھا تو استغفار کیا جیسے اشارہ ہے'' فاستغفر ربہ'' کہ تقسیم اوقات مناسب نہیں ہے کیونکہ ضرورت ہر وقت ہو سکتی ہے اور عدل کا تقاضا عموم ہے، نہ کہ ایک دن کو خاص کرنا بلکہ ازالہ ظلم کے لیے تو ہر وقت تیار رہنا چاہیے لہٰذا

1۔ صٓ 23:38

اس چیز سے استغفار فرمایا، مدعی اور مدعی علیہ مرد ہوں یا عورت یا ملک ۔ بہرحال اور یاہ کا قصہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے ابن حزم نے کہا ہے کہ اور یاہ کا قصہ غلط ہے، بعض لوگوں کو استغفار سے شبہ لگا ہے مگر اسلام میں استغفار عبادت ہے، استغفار کے لیے گناہ کا وجود ضروری نہیں ۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ''انی استغفرا للّٰہ کل یوم سبعین مرۃ''(1)

جواب: آپ کو بعد از فیصلہ یہ احساس ہوا کہ آپ نے فریق اول کے بیان سننے کے بعد فوراً فیصلہ فرما دیا اور فریق ثانی کی بات ہی نہ سنی تھی یہ خلاف اولیٰ تھا تو آپ نے اس سے توبہ فرمائی تھی ۔

عصمت سلیمانی علیہ السلام

اکثر مفسرین نے جو تفسیر کی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے گھوڑوں کا معائنہ فرمایا تا کہ عمدہ گھوڑے جہاد میں بھیجے جا سکیں ۔ اس میں یہاں تک مصروف ہوئے کہ نماز عصر قضا ہو گئی پھر آپ کی دعا سے سورج لوٹا ۔ آپ نے نماز پڑھ کر گھوڑوں کو قتل کر دیا ۔

سوال: قضا، صلوٰۃ، اضاعت مال، ایذاء حیوان، یہ امور خلاف عصمت ہیں؟

جواب: سورج لوٹنے کے بعد نماز ہو گئی ، اضاعت مال بھی نہیں بلکہ حلال کا اضاعت کیسا ، جیسے قربانی میں ہوتا ہے ممکن ہے آپ نے ادائیگی صلوٰۃ کی خوشی میں

1۔ ابن السنی ، عمل الیوم واللیلۃ باب الاستغفار فی الیوم سبعین ، الرقم 367، ص 325/1

الشجری ، ترتیب الامالی الخمیسۃ ، باب فی التوبۃ و ما یتصل بذالك ، الرقم 1134، ص 323/1

قربانی دی ہو یا یہ کہ غیرت تھی جو چیز رب کی یاد کے لیے غفلت کا باعث بنی اسے ختم کر دیا۔ جیسا کہ کعب بن مالک نے باغ دے دیا تھا کہ نماز سے دھیان ہٹتا تھا۔ عبداللہ بن عباس کی روایت میں ہے کہ "صافنات الجیاد"(1) سے تیز رو عمدہ گھوڑوں کی طرف ہے نہ کہ شمس کی طرف مسح سے مراد مسح بالید ہے نہ کہ مسح بالسیف جس سے مراد قتل ہے۔

یہ تھے قرآن کی روشنی میں عصمت انبیاء کے دلائل اور براہین۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عصمت انبیاء کی پاسبانی کی توفیق بخشے۔ (آمین)

1۔ صٓ 31:38

دُعائے خلیل ونوید مسیحا

شہنشاہِ کائنات کی تشریف آوری
کرۂ ارضی پر ایک عظیم انقلاب
سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

دُعائے خلیل ونوید مسیحا

اس عنوان سے ان گوہر ہائے تابدار کو جمع کیا ہے جس میں سرور کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کے ماہ مبارک میں عالمگیر تہوار عید میلاد النبی ﷺ پر مصنف علام نے اپنے خامہ عنبر شامہ کو مشرف کیا اور اس مسئلہ پر اپنے مخصوص انداز نگارش سے روشنی ڈالی۔

آپ ایک مضمون سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر بھی ملاحظہ فرمائیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ ربیع الاول شریف ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹۷۴ء کے جلوس عید میلاد میں ساہیوال کے غیور نوجوانوں نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نام نامی اسم گرامی پر ایک دروازہ ''بابِ عمر رضی اللہ عنہ'' بنایا جو دشمنان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ایک آنکھ نہ بھایا اور یہ تاریخی دروازہ ایک مقامی پولیس آفیسر کی شہ پر گرا دیا گیا۔ بس پھر کیا تھا، جذبات کا لاوا اُبل پڑا، جوش نے ہوش کو زینتِ طاق نسیاں کر دیا۔ نوجوانانِ اسلام کی غیرت ایمانی جوش مارنے لگی اور وہاں پر عوام نے مستقل باب عمر رضی اللہ عنہ بنوا کر دم لیا ،اس پوری تحریک میں حضرت مصنف مدظلہ العالی صفِ اول کے سپاہی تھے۔

آپ نے اس وقت یہ رسالہ تحریر فرما کر ملت کی صحیح رہنمائی فرمائی، لہذا اس یادگار رسالہ کو یہاں شاملِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔

والسلام

مرتب

شہنشاہِ کائنات کی تشریف آوری

"الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ"

حضراتِ محترم!

عید ربیع الاول کی آمد پر ہدیہ تبریک قبول فرمائیں۔ قبل اس کے کہ شہنشاہ کائنات کی آمد کا ذکر کیا جائے مناسب سمجھتا ہوں کہ ظہورِ قدسی سے قبل کے مختصر واقعات عرض کروں جو پیارے حبیب اکرم ﷺ کی آمد سے ختم ہو گئے۔ صفحاتِ تاریخ شاہد ہیں کہ آپ کی آمد سے قبل ہر سمت بے چینی، بدامنی کے شرارے بلند تھے، فارس میں زر، زن اور زمین کے جھگڑے شائع تھے، اخلاق انسانی کا جنازہ نکل چکا تھا۔ چاند، سورج، گائے، بندر، ہاتھی، شہد کی مکھی، سانپ وغیرہ قابل پرستش سمجھے جاتے تھے۔ چین میں سلاطین پرستی نے رنگ جما رکھا تھا۔ مصر میں یہودیت ونصرانیت دست و گریباں ہو رہی تھی۔ مسئلہ تثلیث پر رنگ آمیزیاں کی جا رہی تھیں۔ مذہبی تعلیمات کا مضحکہ اڑایا جاتا تھا۔ (ہسٹری آف دی ورلڈ) صاحب سامرہ اخبار لکھتے ہیں "شہنشاہِ کائنات کی آمد سے قبل جنگ وجدال، قتل وغارت، ڈاکہ زنی، نشہ بازی، زنا کاری، سودخوری، قمار بازی عرب میں شائع تھی۔ زنا پر بجائے ندامت کے فخر کیا جاتا تھا، قمار بازی شرفا اور امراء کا بہترین مشغلہ تھا۔ سودخواری معزز پیشہ سمجھا جاتا تھا، رنڈیوں کو ناچنا سکھا کر بازاروں میں بٹھایا جاتا تھا، معبود ہر قبیلے اور ہر گھر کا الگ الگ ہوتا تھا۔ اساف، نائلہ، لات، منات عظیم القدر معبود سمجھے جاتے تھے۔ عبادت کا طریقہ نہایت غیر مہذبانہ اور شرمناک تھا، پرستارانِ اصنام برہنہ ہو کر بتوں کی پرستش کرتے تھے۔

جہالت کا یہ عالم تھا کہ سفر میں راستہ سے چار پتھر اُٹھا لیتے، تین سے بوقت ضرورت استنجا کر لیتے اور چوتھے کی پرستش کرتے، خدائے ذوالجلال کی وحدانیت دلوں سے محو ہو چکی تھی، بحر و بر انسانی خباثتوں سے تنگ آ گئے تھے۔ نور حقانیت باطل کی تاریکیوں سے ماند پڑ گیا تھا۔ ضرورت تھی کہ کوئی ایسی ذاتِ والا صفات مل جائے جو کائنات کے اس بکھرے شیرازے اور بگڑے معاشرے کو سنوار دے۔ مخلوق کی بے بسی کسی ایسے برزخ کبریٰ کی تلاش میں تھی جو رب و مربوب کے درمیان رابطہ پیدا کر دے اور سلسلہ فیض قائم کرے، خلقت کی کمزور نگاہ کسی ایسے گہرے رنگ والے شیشے کی جستجو میں تھی جو نور لم یزل کی جلالی شعاعوں کو شانِ جمالی میں اس تک پہنچا دے۔

حضرات گرامی قدر! اس چمنستانِ کائنات میں بارہا روح پرور بہاریں اپنی اپنی بے مثل رنگینیاں دکھا چکی ہیں، اس کرۂ ارضی نے اپنے اندر ہزاروں نہیں لاکھوں خوشیوں کو جنم دیا۔ آسمان نے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں لطف اندوز مناظر کا مشاہدہ کیا، لیکن بارہ ربیع الاول شریف کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں اس چمنستان دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیئے۔ آسمان اور اس کی درخشندہ شمعیں، چاند، سورج، ستارے اسی دن کے شوق میں منتظر تھے۔ کارکنان قضاو قدر کی بزم آرائی، ماہ و خورشید کی درخشندگی، کائنات کی زیب و زینت، عالم قدس کی نفاست، ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی صفوت، ابراہیم علیہ السلام کی خلّت، جمالِ یوسفی، معجزہ طرازی موسیٰ، جاں نوازی مسیح، یہ سب کچھ اسی لئے تھا کہ شہنشاہ کائنات حبیب اقدس ﷺ کے کام آئیں۔

بارہ ربیع الاول شریف کی رات ایوانِ قصریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے، آتش کدۂ فارس بجھ گیا، دریائے ساوہ خشک ہو گیا، سچ تو یہ ہے کہ ایوانِ قصریٰ نہیں بلکہ شان

عجم، شوکتِ روم، سر بلندی چین اور محلات فلک بوس گر پڑے۔ آتش فارس نہیں بلکہ آتش کدۂ کفر، آذر کدۂ گمراہی سرد ہو کر رہ گئے، صنم خانوں میں خاک اُڑنے لگی، بُت کدے خاک میں مل گئے، شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراق خزاں ایک ایک کر کے جھڑنے لگے۔ توحید کا غلغلہ اُٹھا، چمنستانِ سعادت میں بہار آ گئی، آفتابِ ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں، اخلاق انسانی کا آئینہ پر تو قدس سے چمک اُٹھا، عرش وجد میں جھوم اُٹھا، کعبہ سجدہ میں گرا، تختِ شیاطین اُلٹ گئے، ابلیس لعین اپنی جماعت کے ساتھ کوہ ابو قبیس پر سر ٹکرا کر آہ و نالہ کرنے لگا۔ غرضیکہ دُھومیں مچیں، آرزومندان جمال کی چشمِ تمنا وا ہوئی، رحمتِ الٰہی کا شامیانہ تنا، گلشن تمنا میں بادِ مراد چلی، بام کعبہ پر سبز علم نصب ہوا، کونین کے تاجدار کی آمد کا غلغلہ مچا، فرح و طرب نے عالم پر قبضہ کیا، شب غم نے بستر باندھا، صبح اُمید نے چہرہ دکھایا، بیس اپریل ۵۷۱ء بارہ ربیع الاول شریف کو صبح صادق کے وقت صبح صادق نے طلوع فرمایا، مکہ مکرمہ میں حضرت عبدالمطلب کے گھر حضرت عبداللہ کے فرزند، حضرت خلیل اللہ کے نورِ نظر، کونین کے سردار، دین کے تاجدار، ہزاران ہزار جاہ و جلال کے ساتھ پہلوئے آمنہ سے اس صحنِ عالم اور بزمِ امکاں میں قدم رکھا۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

تشنگان جمال شرابِ دیدار سے سیراب ہوئے، آفتابِ حق طلوع ہوا، نُورِ الٰہی نے جلوہ فرمایا، موجودات نے مرحبا کہا۔

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں، نُورِ نبوت درجہ بدرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت عبدالمطلب کی پیشانی پر جلوہ گر ہوا، پیشانی چمکنے لگی، آپ کے جسم سے مشک و عنبر کی خوشبو مہکنے لگی۔ اہل مکہ مصیبت کے وقت آپ سے دعا کرواتے تھے۔ یہ اسی نور ہی کی برکت تھی جب ابرہہ یمن سے اپنے جرار لشکر کے ساتھ خانہ کعبہ کو گرانے کیلئے آیا تو عبدالمطلب کے سامنے سے ایک سفید ہاتھی گزرا جس نے آپ کی پیشانی پر نگاہ کی تو گردن جھکا دی، ایک رات عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ ایک درخت سرسبز و شاداب زمین سے نمودار ہوا اور آن کی آن میں اتنا بلند ہوا کہ اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئیں اور اس سے ایک نور عظیم چمکا جس کی روشنی آفتاب سے ستر حصے زیادہ تھی۔ معبّرین سے تعبیر پوچھی تو جواب ملا کہ تمہاری پشت سے نیّر رسالت و نبوت طلوع ہو گا جس کی حکومت، شوکت، جاہ و جلال، منزلت و رفعت کا ڈنکا کائناتِ عالم میں بجے گا۔ جب یہی نور حضرت عبداللہ کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا تو سینکڑوں عجائب و غرائب امور کا ظہور ہوا۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ جب میرے حمل کو چھ ماہ گزرے تو کسی نے کواب میں کہا تیرے حمل میں بہترین اولادِ آدم جلوہ گر ہے۔

اسی طرح ہر ماہ انبیاء کرام کے مقدس گروہ آپ کی والدہ ماجدہ کو ظہور قدسی کی بشارت سناتے رہے، جب ربیع الاول کا چاند نظر آیا تو سارا جہان ایک نور سے منور ہو گیا، گیارہ ربیع الاول شریف کو کسی نے ندا دی، آمنہ! تیرے بطن سے مولودِ کریم کا ظہور ہو گا ان کا نام ''محمد'' رکھنا۔ جب ولادت ہوئی تو حضور انور کو ایک سفید بادل نے

ڈھانپ لیا جس سے آواز آتی تھی، ”بخّ بخّ قبض محمد ، علی الدنیا کلھا (بیہقی) واہ واہ محمد نے ساری کائنات پر قبضہ کرلیا۔

حضراتِ محترم۔۔۔!

حضور اکرم علیہ السلام کی آمد کی بشارات جلیلہ آج بھی تورات، انجیل، زبور میں موجود ہیں اگرچہ خودغرض راہبوں اور نفس پرست پادریوں نے کتبِ مقدسہ کو بارہا لفظی معنوی تحریف کا نشانہ بنایا چند بشارات سپردِ قلم کی جارہی ہیں۔

پہلی بشارت

عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے خطاب فرماتے ہیں ”اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کروگے تو میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا“(1)

دوسری بشارت

حضرت مسیح فرماتے ہیں ”میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا وہ سب تمہیں یاد دلائے گا“(2)

1۔ یوحنا ۱۴باب ۱۵آیت

2۔ یوحنا ۱۴باب، ۲۵آیت

تیسری بشارت

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں ''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہیں کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے۔(1)

چوتھی بشارت

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں ''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے، اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا تو اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا''(2)

پانچویں بشارت

لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا، اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔(3)

بارہ ربیع الاول شریف کا دِن لکھوکھا رحمات و برکات کے نزول کا دن ہے، دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہے، آیئے ہم سب اپنے اپنے اعمال و کردار کا جائزہ لیں اور بہ صد ادب و نیاز شہنشاہِ کائنات کے وسیلہ جلیلہ سے اپنے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائی کا پکا عہد کرلیں۔ خدائے قدوس ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور میدان حشر میں سرخرو فرمائے۔ آمین

1۔ یوحنا، ۱۴ باب، ۳۰ آیت

2۔ یوحنا، ۱۶ باب، ۷ آیت

3۔ یوحنا، ۱۶ باب، ۱۳ آیت

کرۂ ارضی پر ایک عظیم انقلاب

جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
(اعلیٰ حضرت)

حضراتِ محترم! وہ اللہ تعالیٰ جو خشک زمین کی فریاد پر اُسے پانی بخشتا ہے وہ خدا جو جسم کی بے تابی دیکھ کر اُسے غذا سے نوازتا ہے، کیا سرزمین روح کیلئے اس کے خزانہ میں کچھ نہیں؟ دل کی بھوک کے لئے اس کے ہاں خوراک نہیں؟ جس ارحم الراحمین کی محبت خشک مٹی کو نہیں دیکھ سکتی، درختوں کو پتوں اور پھولوں کی زیبائش سے محروم نہیں رکھ سکتی، وہ روح اور دل کو کیسے محروم رکھے گی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رب العالمین جسم کو غذا مرحمت فرما کر اُسے موت و مصیبت سے بچائے مگر رُوح کو ہدایت دے کر گمراہی سے نہ بچائے۔ خدائے ذوالجلال نے جس طرح جسم کیلئے زمین میں طرح طرح کے خزانے پیدا فرمائے ہیں۔ اِسی طرح رُوح کی غذا کے لئے آسمانوں کی وسعت ہے جس طرح جسم اور زمین کی حیات کے لئے آسمانوں سے بارش برستی ہے، بجلیاں چمکتی ہیں، اسی طرح اقلیم روح و قلب کی فضا میں بھی تغیرات ہوتے ہین جس طرح زمین پانی کیلئے ترستی ہے، اسی طرح انسانیت ہدایت کیلئے تڑپتی ہے جس طرح درختوں کے سوکھ جانے جانوروں کے پیاسے ہونے پر آسمان کو رحم آتا ہے اور باذن خداوندی برس کر انہیں موت سے بچالیتا ہے، اسی طرح جب سچائی اور دیانت کا درخت مرجھا جاتا ہے نیکی کی کھیتیاں خشک ہونے لگتی ہیں، عدالت کا باغ ویران ہو جاتا ہے اور کلمہ حق کا

شجرۂ طیبہ بے برگ و بار دکھائی دیتا ہے اور انسانیت ہلاک ہوتی ہے تو خدا کی ہدایت اُسے پھر اُٹھا کر بٹھا دیتی ہے۔

اِسی ماہِ مقدس ربیع الاول شریف میں فضاء روحانی کا ایسا عظیم انقلاب رونما ہوا جس نے تمام کائنات ہستی کو سرسبزی کی بشارت سنائی۔ محرومیوں اور بدحالیوں کا دَور ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا، جس نور نے کوہ سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ وہ اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آئے گا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوگا بالآخر وہ کوہ فاران کی چوٹیوں پر سے جلوہ گر ہو گیا۔ شہنشاہِ کائنات ﷺ کی آمد ہدایت الٰہی کی تکمیل تھی۔

حضور انور ﷺ کا ظہور شریعت خداوندی کے ارتقاء کا آخری مرتبہ تھا، حبیبِ انور ﷺ کی آمد نزول صحف کا اختتام تھا اور سعادت بشری کا آخری پیام تھا، لہذا ولادت باسعادت مصطفےٰ ﷺ کا دن سب سے عظیم وافضل ہے کہ اسی دن کے اندر دُنیا کی سب سے بڑائی ظاہر ہوئی۔ اس دن کی یاد نہ تو قوموں سے وابستہ ہے نہ نسلوں سے بلکہ وہ تمام کرۂ ارضی کی مشترکہ عظمت ہے، یہی واقعہ ولادت نبوی ﷺ ہے جو دعوت اسلامی کے ظہور کا پہلا دن تھا۔ اسی ماہ مبارک میں اُمت مسلمہ کی بنیاد پڑی، یہ ریگستانِ حجاز کی بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا بلکہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یومِ میلاد تھا۔

یہ تمام نوعِ انسانی کے شرف واحترام کا قیام عام تھا، یہ بادشاہتوں، قوموں کی بڑائیوں اور ملکوں کی فتوحات کی نہیں بلکہ خدا کی ایک ہی عالمگیر بادشاہت کے عرش جلال و جبروت کی آخری اور دائمی نمود تھی، دنیا اگر اپنی نجات کیلئے بے چین ہے تو اس کیلئے راحت اور تسکین کا پیغام صرف ایک ہی ہے اُس کا دُکھ ایک ہے، اسی لئے اس

کی شفا کا نسخہ ایک ہی ہے اس کا پروردگار ایک ہے جو اپنے ایک ہی آفتاب کو اُس کے خشک وتر پر چمکاتا ہے، لہذا اس کی ہدایت ورحمت کا آفتاب ہی ایک ہے گو بہت سے ستارے اس کی روشنی سے اکتساب فیض کرتے ہیں، مگران کا مرکز نورانیت ایک ہی ہے، گو بہت سے ستارے اس کی روشنی سے اکتساب فیض کرتے ہیں مگران کا مرکز نورانیت ایک ہی ہے اور وہ ہیں ہمارے دین وایمان کے آقا حضرت نبی اکرم ﷺ۔

دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہوں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بڑی بڑی سلطنتوں کو اپنے زورِ بازو سے سَر کرلیا۔ سونے اور چاندی کے محلات میں عیش وعشرت کی زندگیاں بسر کیں، بہت زیادہ مال ومتاع جمع کرلیا، اپنی غلامی میں بہت سے انسانی ہجوم کو جکڑ لیا مگر ذرا جائزہ لیں کہ انہوں نے دنیا کیلئے کیا کچھ کیا؟ اُن کی فتوحات سے، اُن کے بستیوں کو اُجاڑنے سے لوگوں کو بغیر تباہی اور بربادی کے کیا ہاتھ آیا؟ کائناتِ عالم کے یہی ایک شہنشاہ نظر آتے ہیں جنہوں نے سب کچھ ہمارے لئے کیا، ہماری مصیبت انہیں ناگوار گزرتی ہے، ہماری تکلیف پر انہیں صدمہ ہوتا ہے، ہماری پریشانی انہیں پریشان کرتی ہے، ہمارے لئے ساری ساری رات قیام وسجدہ میں دعائیں کرکر کے گزار دیے۔

آپ ﷺ کی برکت سے قریش پر تنگی اور قحط سالی ختم ہوگئی، زمین سرسبز ہوگئی، درخت بار آور ہوگئے، آپ ﷺ کی ولادت پر بہت سے عجائبات کا ظہور ہوا، ابونعیم نے نقل کیا ہے ایک تاجر یہودی نے کہا کہ "اے گروہ یہود! اس احمد کا ستارہ چمک اُٹھا جو اس رات تولد ہوگا" ایک اور راہب یہودی نے کہا "اس اُمت کا نبی جس کے کندھوں کے درمیان نشان ہے پیدا ہوگیا"۔ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی

والدہ فاطمہ فرماتی ہیں کہ ”حضور کی ولادت کے وقت میں موجود تھی تمام گھر نور سے بھر گیا اور دیکھا کہ آسمان کے ستارے جھکے آ رہے ہیں مجھ کو گمان ہوا کہ یہ ستارے مجھ پر آ گریں“۔ عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ ”حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت نُور دیکھا جس سے شام کے محلات نظر آ گئے۔ اسی شب یہ واقعہ ہوا کہ ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آیا جس سے محل کے ۱۴ کنگرے گر گئے، فارس کا آتش کدہ بجھ گیا، بحیرہ طبریہ خشک ہو گیا۔

علامہ شبلی نے ”سیرۃ النبی جلد اول میں زلزلہ ہونے اور کنگرے گر جانے، بحیرہ خشک ہو جانے کی روایت کو موضوع کہہ کر اپنی تحقیق کو داغدار کر دیا ہے، وہ کہتے ہیں چونکہ یہ حدیث بخاری میں نہیں لہذا موضوع، امام بخاری نے کہیں دعویٰ نہیں کیا، جو حدیث بخاری میں نہیں وہ صحیح نہیں، صحاح ستہ میں نہ ہونا کسی محدث یا عالم کے نزدیک حدیث کے موضوع ہونے کی دلیل نہیں پھر تعجب ہے کہ علامہ شبلی نے خود اپنی کتاب میں صحاح ستہ کے علاوہ بہت سی روایات لی ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

تفسیر کبیر، خازن، بیضاوی، مدارک، رُوح المعانی، جلالین میں آیہ کریمہ ”واذا قیل لھم تعالوا الی ما اُنزل اللّٰہ الی الرسول “(1) کے تحت وضاحت ہے۔ سیدنا ابن عباس راوی ہیں کہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور یہ آیہ پڑھی اور عرض کی حضور! عمر حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں اسی دن سے آپ کا لقب فاروق ٹھہرا۔

فاروق اعظم

مشہور روایت کے مطابق امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم ہجرت نبوی سے ۴۰ سال قبل خطاب کے گھر پیدا ہوئے ،اور ۲۷ برس کی عمر میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے خطاب خاندان قریش کے ممتاز رہنما تھے، مالی اور معاشی لحاظ سے بلند مقام رکھتے تھے ایک مرتبہ غیض وغضب میں حضور علیہ السلام کی طرف جا رہے تھے کہ کارکنان قضا نے کہا” آمد آن یارے کہ ما می خواستیم“ وہ دوست آ گیا ہے ہم خود چاہتے تھے۔

فاروق اعظم کو سید الانبیاء ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا ہے، تمام صحابہ حضور کے مرید ہیں مگر فاروق اعظم آپ کی مراد ہیں، مطلوب ہیں، مقصود ہیں، محبوب ہیں، دار ارقم میں حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ فاروق اعظم پہنچ کر دستک دیتے ہیں، اندر قدم رکھا تو شہنشاہ کائنات خود اُٹھ کر فاروق اعظم کو ملے، پوچھا کیسے آئے، عرض کی ایمان لانے کی غرض سے۔ آپ کے ایمان لانے نے اسلام کی تاریخ میں نیا دَور

1۔ النساء4:61

پیدا کر دیا، اس عظیم فرزند اسلام نے اعلانیہ تبلیغ شروع کر دی اور کعبہ شریف میں جا کر نماز ادا کی۔ فاروق اعظم کے احسانات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

فاروق اعظم اور ارشادات نبوی ﷺ

☆ سعد بن وقاص سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ شیطان تجھے دھوکا نہ دے سکے گا۔

☆ ترمذی می ابن عمر سے روایت ہے کہ سید الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے عمر بن خطاب کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔ (1)

☆ ابن ماجہ اور حاکم نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے۔ محبوب خدا ﷺ نے فرمایا۔ پہلا شخص جسے حق ملا عمر ابن خطاب ہے۔ (2)

☆ ابن عمر سے روایت ہے شہنشاہ کائنات ﷺ نے فرمایا۔ عمر بن خطاب جنتیوں کے درخشاں چراغ ہیں۔

☆ ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ شافع محشر ﷺ نے فرمایا آسمان کا ہر فرشتہ عمر کی تعظیم کرتا ہے۔

☆ طبرانی اور ویلمی نے فضل ابن عباس سے روایت کی ہے تاجدار انبیاء ﷺ نے فرمایا میرے بعد عمر جہاں بھی ہو گا حق اس کے ساتھ ہو گا۔ (3)

1۔ الترمذی، السنن، الرقم 3682، ص617/5

2۔ ابن ماجہ، السنن، باب غطل عمر، الرقم 104، ص39/1

3۔ الطبرانی، المعجم الکبیر، الرقم 718، ص 280/18

☆ طبرانی نے اوسط میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے عرض کی۔ عمر ابن خطاب سے اللہ جل مجدہ کا سلام فرمائیے اور انہیں خبر دیجیے ان کا غضب ہلاکت ہے اور ان کی رضا حکم ہے۔(1)

☆ مشکوٰۃ شریف میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جبرائیل اور میکائیل آسمانوں میں میرے وزیر ہیں۔ ابوبکر اور عمر زمیں میں۔(2)

☆ حضور ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔ جب عمر فاروق نے نبوت کا دعویٰ نہ فرمایا تو دوسرا کون کرسکتا ہے۔(3)

فاروق اعظمؓ اور خوف خدا

امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں امیر المومنین جب قرآن مقدس کی تلاوت فرماتے تو خوف خداوندی سے بے خود ہوجایا کرتے اور کئی دن تک لوگ حالات صحت پوچھنے آتے رہتے۔ ایک مرتبہ سورۂ الشمّس کی تلاوت فرما رہے تھے جب اس آیہ پر پہنچے

"و اذا الصحف نشرت"(4) جب دفتر کھول دیئے جائیں گے"

تو بے خود ہوکر گر پڑے

1۔ آجری ، الشریعہ ، الرقم 1367، ص1894/4

2۔ الترمذی ، السنن ، الرقم 3686، ص619/5

3۔ الطبرانی ، المعجم الکبیر ، الرقم 475، ص180/17

4۔ التکویر 10:81

ایک مرتبہ آپ رات کو گشت فرماتے ہوئے ایک مکان کے قریب سے گزرے، اندر سے قرآن مقدس کی تلاوت کی آواز سنی یہ آیہ پڑھی جارہی تھی

''اور تمہارے رب کا عذاب یقیناً واقع ہونے والا ہے اور اسے
کوئی روکنے والا نہیں''

گھوڑے سے اتر کر دیوار کا سہارا لے کر گئی رات تک سنتے رہے، گھر پہنچے تو ایک مہینہ تک بیمار رہے۔

فاروق اعظمؓ اور کرامات

ابونعیم نے دلائل میں عمر بن حارث سے روایت کی ہے، کہ ایک دن خطبہ جمعہ میں فاروق اعظم نے اچانک فرمایا ''یا ساریۃ الجبل ، الجبل ، الجبل'' (1) پھر خطبہ جاری رکھا۔ بعد ازاں پوچھا گیا تو فرمایا میں نے اسلامی سپہ سالار ساریہ کو نہاوند میں لڑتے دیکھا وہ دشمن کے نرغہ میں پھنس رہے تو انہیں پہاڑ کی جانب متوجہ کر کے ہدایت دی ہے۔

قیس بن حجاج روایت کرتے ہیں فتح مصر کے بعد مصریوں نے گورنر مصر عمر بن عاص کو بتایا دریائے نیل ہر سال جواں لڑکی کا خون لے کر جاری ہوتا ہے ورنہ سوکھا رہتا ہے تو معیشت پر اثر پڑتا ہے۔ گورنر نے یہ حالات امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو لکھے۔ آپ نے جوابی رقعہ لکھا اور فرمایا اسے دریائے نیل میں پھینک دیا جائے۔ رقعہ میں یہ تحریر تھا ''اے دریا! اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو نہ چل ہمیں تیری

1۔ الاعتقاد ، البیہقی ، باب العقول فی کرامات الاولیاء ، ص 314/1

ضرورت نہیں ہے اگر تجھے اللہ تعالیٰ چلاتا ہے تو میں اسی سے سوال کرتا ہوں کہ تجھے چلا دے“ آج تک نیل بہہ رہا ہے۔

فاروق اعظم اور ایجادات

1۔ بیت المال (خزانہ) قائم کیا۔

2۔ عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کیے۔

3۔ تاریخ اور سنہ قائم کیا جو آج تک جاری ہے۔

4۔ فوجی دفتر ترتیب دیا۔

5۔ والنٹریوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔

6۔ دفتر مال قائم کیا۔

7۔ پیمائش جاری کی۔

8۔ مردم شماری کرائی۔

9۔ نہریں کھدوائیں۔

10۔ کوفہ، بصرہ، جنیرہ، خسطاط، موصل ایسے شہر آباد کیے۔

11۔ ممالک مقبوضہ کو صوبوں میں تقسیم کیا۔

12۔ دریا کی پیداوار پر محصول لگایا اور محصل مقرر کئے۔

13۔ بیرونی تاجر کو ملک میں آنے، تجارت کرنے اور سرمایہ لگانے کی اجازت دی۔

14۔ جیل خانہ قائم کیا۔

15۔ آرے کا استعمال کیا۔

16۔ راتوں کو گشت کر کے رعایا کے حالات معلوم کرنے کا طریقہ نکالا۔

17۔ پولیس کا محکمہ قائم کیا۔

18۔ جابجا فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔

19۔ پرچہ نویس مقرر کیے۔

20۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک مسافروں کے لیے سرائیں تعمیر کرائیں۔

21۔ مختلف شہروں میں مہمان خانے بنوائے۔

22۔ غریب عیسائیوں اور یہودیوں کے وظیفے مقرر کئے۔

23۔ معلمین کے مشاہرے مقرر کئے۔

24۔ شراب کی حد کے لیے ۸۰ کوڑے مقرر کیے۔

25۔ مساجد میں وعظ کا طریقہ قائم کیا۔ آپ کی اجازت سے تمیم داری نے وعظ کیا۔ اور یہ اسلام میں مسجد میں پہلا وعظ تھا۔

26۔ اماموں اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔

27۔ مساجد میں راتوں کو روشنی کا انتظام کیا۔

فاروق اعظم اور فتوحات

سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے مقبوضہ ممالک کا کل روقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ مربع میل تھا۔یعنی مکہ معظّمہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۶ مشرق کی جانب ۱۰۸۷ جنوب کی جانب ۴۸۳ ۳ میل تھا۔مغرب کی جانب چونکہ صرف جدہ تک حکومت تھی، اس لیے وہ قابل ذکر نہیں۔اس میں شام، مصر، عراق، جزیرہ، خوزستان، عراق، عجم، آرینیہ، آذربائیجان، فارس، کرمان، خراسان اور مکران جس میں بلوچستان کا بھی کچھ حصہ آتا ہے، شامل تھا، خاص حضرت عمر کی فتوحات ہیں اور اس کی تمام مدت دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ یہ تمام فتوحات سیدنا فاروق اعظم کا حصہ تھیں۔آپ نے فوج کی ترتیب فوجی مشقیں، بیرکوں کی تعمیر، گھوڑوں کی پرداخت، قلعوں کی حفاظت، سردی اور گرمی کے لحاظ سے حملوں کا تعین، فوج کی نقل وحرکت، افسران فوج کا انتخاب، قلعہ شکن آلات کا استعمال، یہ سب امور آپ کے عظیم جرنیل ہونے کے ثبوت مہیا کرتے ہیں۔

فاروق اعظمؓ اور جمہوریت

جمہوری حکومت کا اصل زیور یہ ہے کہ حکمران ہر قسم کے حقوق میں عام آدمیوں کے ساتھ برابری رکھتا ہو، کسی قانون کے اثر سے مستثنیٰ نہ ہوں، ملک کی آمدنی میں سے ضروریات زندگی سے زیادہ نہ لے سکے، عام معاشرہ میں اس کی حاکمانہ حیثیت کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے اس کے اختیارات محدود ہوں، ہر شخص کو اس پر نکتہ چینی کا حق حاصل ہو۔

یہ تمام امور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ایک موقعہ پر ایک شخص نے امیرالمومنین کو مجمع عام میں کہا خدا کا خوف کرو، ایک شخص نے روکا تو آپ نے فرمایا یہ اس کا حق ہے کہنے دو۔ان باتوں کا یہ اثر تھا کہ خلافت اور حکومت کے اختیارات عوام پر ظاہر ہو گئے اور شخصی اقتدار کا تصور دلوں سے جاتا رہا۔آپ کے ایک خطاب کے چند اقتباسات پڑھیے۔

''مجھ کو تمہارے دل میں صرف اس قدر حق ہے جتنا کہ یتیم کے نگران کو اس کے مال سے ،اگر میں دولت مند ہوں تو کچھ نہ لوں گا۔دوستو! میرے اوپر تمہارے متعدد حقوق ہیں جس کا تم مجھ سے مواخذہ کر سکتے ہو اور کرنا چاہیے ایک یہ کہ ملک کی آمدن ظلم وستم سے نہ بڑھائی جائے دوسرا حق یہ کہ ملک کی دولت بے جا صرف نہ ہو، تیسرا یہ کہ مجھے سرحدوں کی حفاظت کرنی چاہیے، چوتھا یہ کہ بے کار لوگوں کے روزینے اور وظیفے مقرر کروں،ان امور میں میری جواب طلبی کی جاسکتی ہے۔''

فاروق اعظمؓ اور مساوات

لفظ مساوات کا صحیح اور حقیقی مفہوم یہ ہے کہ قانون کی زد سے کوئی چھوٹا یا بڑا، امیر ہو یا غریب حاکم ومحکوم، راعی ورعایا نہ بچ سکے۔نہ کہ اس سے مراد مالی مساوات ہے، وہ نہ آج تک ہوئی ہے، نہ ہوسکتی ہے نہ ہو سکے گی۔امیرالمومنین نے گورنر مصر عمر بن عاص کو لکھا''مجھے معلوم ہوا ہے تیرے پاس اونٹ ،بکریاں،غلام بکثرت ہیں یہ کہاں سے اور کیسے آئے؟ میں محمد بن مسلمہ کو تمہاری جائیداد آڈٹ کرنے کے لیے بھیج رہا ہوں ۔فوراً چیک کراؤ'' جب محمد بن مسلمہ کی قیادت میں چیکنگ پارٹی پہنچی ۔تو

گورنر نے دستر خوان بچھایا مگر آڈیٹروں نے کہا پہلے آڈٹ پھر کھانا۔ چنانچہ گورنر صاحب محاسبہ سے نہ بچ سکے۔

ایک مرتبہ آپ نے گورنروں کو حکم فرمایا"کوئی گورنر عمدہ گھوڑی پر سوار نہ ہو، باریک کپڑا نہ پہنے، اپنا دروازہ بند نہ رکھے، چپڑاسی دروازہ پر مت بٹھائے۔ شکایت ہو گئی کہ مصر کے گورنر عیاض بن غنم خلاف ورزی کر رہے ہیں اور باریک ململ پہنتے ہیں، بلا لئے گئے۔ ان کی آمد سے قبل فاروقی عدالت میں موٹی لکڑی کا عصا، اونی چغہ منگوالیا گیا۔ ان کے آتے ہی فرمایا"عیاض یہ عصا لو" یہ چغہ لو، اور ابھی جنگل جاؤ، بکریاں چراؤ تمہارا باپ یہی کام کرتا تھا۔" عرض کی"امیر المومنین! اس سزا سے موت اچھی تھی" بالآخر درباریوں کے معافی طلب کرنے پر گورنر صاحب کو معاف کر دیا گیا۔

"یہ ہے مساوات"

اس ضمن میں تیسرا واقعہ بھی سن لیجیے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے حج کے بعد مجمع عام میں فرمایا۔ میں نے گورنر اور کارکن مقرر کر رکھے ہیں کسی کو کسی سے شکایت ہو تو کھڑا ہو کر بتائے ایک مصری نوجوان اٹھا، عرض کی۔ حضور مجھے گورنر مصر عمر بن عاص نے بلاوجہ سو کوڑے لگوائے تھے گواہ لیے گئے، فیصلہ صادر ہوا کہ گورنر صاحب بدلہ دینے کے لیے تیار ہو جائیں۔ گورنر عرض کرتے ہیں حضور اگر گورنروں کو سزا دینے کا معاملہ چل نکلا تو کیا بنے گا؟ فرمایا خاموش رہو، جب حضور ﷺ نے بدلہ دینے کے لیے اپنے آپ کو سوار بن غربہ کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ تو آپ کون ہیں جو اعتراض کریں؟ گورنر صاحب سزا لینے کے لیے تیار ہو گئے تو مصری نوجوان کو رحم آ گیا اور معاف کر دیا۔

خدا کرے ہمارے ملک میں اس قسم کی مساوات کا زمانہ آئے اور اسلامی احکام کا نفاذ ہو۔

صدیق و عتیق رضی اللہ عنہ

بعد از نبی بزرگ توئی قصۂ مختصر

صدیق وعتیق رضی اللہ عنہ

اس عنوان سے آپ افضل الخلق بعد الانبیاء یار غار مصطفیٰ، مزاج شناس رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس پر حضرت مصنف مدظلہ العالی کے رشحات قلم ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہ اس دور کی سب سے بڑی ضرورت ہے جبکہ عاقبت نا اندیش لوگ عظمت صدیقی پر چھینٹے اڑانے کی مذموم مساعی کر رہے ہیں، موجودہ دور میں عشق کے سچے راہ رو اور ختم نبوت کے سب سے پہلے مجاہد خلیفۃ الرسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اہل قلم بھرپور انداز میں لکھیں۔ زیر نظر مضمون ''خیر الکلام ما قل ودل'' کا آئینہ دار ہے۔

ہم اس ماہ جمادی الثانی کے تبلیغی رسالہ کو خلیفۃ المسلمین حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذکر خیر سے مزین کرتے ہیں۔ اسی ماہ مبارک کی ۲۲ تاریخ کو آپ کا وصال ہوا، آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن ابی قحافہ ہے، اُمت مسلمہ نے آپ کا نام صدیق ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ آپ نے حضور علیہ السلام کی تصدیق میں بہت جلدی فرمائی، آپ کا لقب عتیق ہے۔ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''جو چاہے کہ جہنم سے آزاد شخص کو دیکھے وہ ابو بکر کو دیکھ لے''۔ طبرانی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضور ﷺ معراج سے واپس ہوئے تو جبرائیل سے فرمایا قوم اتنے بڑے عظیم واقعہ کو تسلیم نہیں کرے گی۔ تو جبرائیل نے عرض کی ابو بکر تصدیق کرے گا۔ وہ صدیق ہے۔

طبرانی نے ابن سعد سے روایت کی علی المرتضٰی نے فرمایا ابوبکر کا نام صدیق آسمان سے اترا، سیدنا صدیق اکبر حضور انور ﷺ سے عمر ظاہری میں کچھ بڑے تھے ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا ''کہ صدیق میں بڑا ہوں یا تم'' عرض کی حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ''بڑے تو آپ ہی ہیں البتہ میری عمر کچھ زیادہ ہے'' آپ کی صحابیت نص قرآنی سے ثابت ہے۔

مناقب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے کسی قسم کی مالی جانی قربانی سے گریز نہ کیا۔ ابن عساکر نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا و عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہا سے روایت کی جس دن ابوبکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے، جس دن ہجرت کی پانچ ہزار سے بھی کم تھے۔ یہ سب رقم حضور ﷺ پر خرچ کر دی۔

ابوداؤد، ترمذی نے عمر بن خطاب سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے ہمیں صدقہ کا حکم فرمایا تو میں نے اپنا تمام مال کا نصف حاضر کر دیا۔ اور خیال کیا آج ابوبکر سے نمبر لے جاؤں گا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام مال حاضر کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ابوبکر گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے، عرض کی اللہ اور اس کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ واقعہ دیکھ کر فاروق اعظم نے کہا میں اس سے سبقت نہیں لے سکتا۔

☆ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا حضور ﷺ کے زمانہ میں (حضور کے علاوہ) دینی مسائل کا مفتی کون تھا فرمایا ابوبکر و عمر۔

ب

☆ ابن کثیر نے فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے زیادہ عالم بالقرآن تھے۔

☆ ایک مقام پر حضور ﷺ نے فرمایا تمام لوگوں سے بڑھ کر امین ابوبکر ہیں۔

☆ ایک مقام پر فرمایا اگر میں اللہ کو چھوڑ کر کسی کی محبت کو دل میں سماتا تو وہ ابوبکر ہوتے۔(1)

☆ ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا سوائے نبی کے ابوبکر پر کسی کو فضیلت نہیں۔(2)

☆ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جبرائیل نے مجھے بتایا ہے آپ کے بعد آپ کی امت کے بہتر فرد ابوبکر ہیں۔

☆ ابن سعد نے زہری سے نقل کیا حضور ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت سے فرمایا تو نے ابوبکر کے حق میں بھی کچھ لکھا ہے۔عرض کی ہاں، حضور ﷺ نے فرمایا پڑھو میں سنتا ہوں۔آپ نے عربی قصیدہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

''صدیق اکبر حضور کے غار کے ساتھی ہیں دشمن تلاش کرتا رہا۔مگر ناکام رہا ان کے عشق مصطفیٰ کا یہ عالم ہے کہ دنیا کا کوئی شخص برابری نہیں کر سکتا'' حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا تو نے سچ کہا۔

1۔ البخاری ، الجامع الصحیح ، باب قول النبی ﷺ الرقم 3657، ص 4/5
المسلم ، الجامع الصحیح ، باب من فضائل ابی بکر ، الرقم 2383، ص 1855/4

2۔ الاحمد ، فضائل الصحابۃ ، باب بقیۃ قولہ مروا اباً بکر یعلی ، الرقم 119، ص 142/1
الطبرانی ، المعجم الکبیر ، الرقم 12562، ص 89/12

قرآن حکیم کی متعدد آیات آپ کے حق میں نازل ہوئیں۔

☆ ابن ابی حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہا سے روایت کی، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف سے جناب بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کیا تو سورۃ ''واللیل اذا یغشی'' نازل ہوئی۔ جس میں آپ کو اتقیٰ (یعنی سب سے زیادہ پرہیز گار) فرمایا گیا۔ رب قدوس کے ہاں سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو زیادہ متقی ہے۔ (1)

☆ ایک تاریک رات تھی۔ حضور انور ﷺ سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کے ستارے دیکھ کر عرض کی حضور کسی شخص کی نیکیاں ستاروں جتنی بھی ہوں گی تو حضور پر نور ﷺ نے فرمایا عمر فاروق کی۔ حضور سیدہ کا خیال تھا حضور ﷺ ان کے والد گرامی صدیق اکبر کا ذکر کریں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ! تیرے والد کی نیکیاں تو ستاروں سے کہیں زیادہ ہیں یا فرمایا تیرے والد کی ایک رات غارِ ثور کی نیکیاں ستاروں سے زیادہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو صدیق کی نیکیوں اور ستاروں کی تعداد کا علم ہے۔

قرآن حکیم کے ارشاد ''ثانی اثنین'' سے ظاہر ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کے بعد دوسرے شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

امام قرطبی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر قرطبی ج ۴، ص ۱۴۷ میں فرماتے ہیں۔ اسی ارشاد سے خلافت صدیقی کا بھی اشارہ واضح ہے۔

1۔ اللیل 92:17تا21

☆ قرآن حکیم کے ارشاد ''اذھما فی الغار'' (1) کے ارشاد سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضور علیہ السلام کا یارِ غار ہونا واضح ہے جو شخص یاری اور غمگساری کا حق ادا کرے، اُسے محاورہ میں یارِ غار کہتے ہیں۔

☆ ارشاد خداوندی ہے ''اذ یقول لصاحبہ '' (1) سے آپ کی صحابیت ثابت ہے۔

یہاں پر سب کا اتفاق ہے کہ آیہ میں لفظ لصاحبہ سے ابوبکر صدیق ہی مراد ہیں۔ عربی زبان میں صاحب کا لفظ صحابی کے ہم معنی ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار قرآن حکیم کی اس آیہ مقدسہ کا انکار ہے یوں تو صحابہ کرام ایک لاکھ ۲۰ ہزار سے زائد ہیں مگر یہ مرتبہ سوائے صدیق اکبر کے کسی کو نہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کا صاحب فرمایا ہو۔ ایک موقعہ پر تو یہ بھی فرمایا ''اگر میری تمام امت کے ایمان کو ابوبکر کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو ابوبکر کا ایمان بھاری ہوگا۔'' (2)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا یہ عالم ہے کہ سفر ہجرت میں حضور ﷺ نے انہیں منتخب فرمایا ہے، مانعین زکوٰۃ کے خلاف تلوار اٹھائی، نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا قلع قمع کیا، باغیوں کا سر کچلا۔ آپ کی قیادت میں اسلامی فتوحات کا دھارا تیزی سے بہتا رہا، کوئی بڑی سے بڑی مصیبت اور بڑی سے بڑی مشکل بھی عزم واستقلال کے اس کوہ گران کو اپنے موقف سے نہ ہٹا سکی۔

1۔ التوبۃ 40:09

2۔ بیہقی وکامل ابن عدی ومکتوبات امام ربانی دفتر اول ج ۴، ص ۷۸

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فیاضی کا یہ عالم کہ خدا کی راہ پر مال جمع کرنے کا اعلان ہوا تو آپ نے اپنے گھر کا سارا مال بارگاہ نبوت میں پیش کر دیا۔ جب پوچھا گیا گھر کیا چھوڑا؟ تو عرض کی ''صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس'' حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا ''جس قدر مجھے ابوبکر کے مال سے فائدہ پہنچا ہے کسی کے مال سے نہیں پہنچا''(1)

☆ معراج کی شب جب جبرائیل علیہ السلام پیچھے رہ گئے تو تنہائی میں سرکار کو گھبراہٹ محسوس ہوئی صدیق اکبر کی آواز میں خدائے قدوس نے ایک کلام پیدا کیا ''قف یا محمد ان ربك یصلی ''(2) آپ کو اس مانوس آواز سے راحت ہوئی۔ معلوم ہوا کہ تنہائی میں حضور کا دل بہلتا ہے تو صدیق اکبر سے۔ اسی لیے غار ثور کی تنہائی میں آپ کو ساتھ لیا تھا اور جب جنازہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو روضۂ محمد ﷺ پر پیش کیا گیا تو اسی لیے آواز آئی تھی ''ادخلو الحبیب الی الحبیب ''(3) حبیب کو حرم حبیب میں داخل کر دو۔

☆ وصال کے روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ سے دریافت فرمایا حضور ﷺ اس دنیا سے کس روز تشریف لے گئے تھے۔ عرض کی پیر کے دن، فرمایا مجھے اُمید ہے کہ میں آج ہی کے دن اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔

1۔ الترمذی ،سنن، ص521

2۔ اسماعیل حقی ، روح البیان ، ص 121/5

3۔ ایضاً بوری ، غرائب القرآن ، ص 416/4

شمس الدین ، السراج المنیر ، ص 368/2

تفسیر کبیر ،ص 465/5

۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ پیر عشاء اور مغرب کے درمیان وفات پائی اور اسی شب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں سرور کونین کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ "اِنّا لِلّٰہ و انا الیہ راجعون "(1) ۶۳ برس عمر پائی، دو سال تین مہینے گیارہ دن آپ کا زمانہ خلافت ہے۔

اسلام اور یاد صدیق

خدائے قدس کا محبوب و پسندیدہ دین، دین اسلام آج پھر یاد صدیق میں بے تاب ہے، دورِ فاروقی کا متلاشی ہے۔ خداداد مملکت پاکستان جو اسلام کی سربلندی کے لیے حاصل کی گئی تھی آج دشمنان اسلام کی سرگرمیوں کا گہوارہ بنتی جارہی ہے، اسلام دشمنی ملک میں پہلے ہی کم نہ تھی، بے شمار تخریبی قوتیں برسرِ پیکار ہیں، عیسائیت کا زور مزرائیت کا دور دورہ، الحاد و بے دینی کا پرچار ان مشکلات و مصائب میں اضافہ "اسلامی سوشلزم" کا نعرہ ہے جو اسلام کا حلیہ بگاڑ کر اسے ماڈرن بنانا چاہتا ہے ہمارا نوجوان طبقہ اس رو میں تیزی سے بہتا نظر آتا ہے ضرورت ہے آج پھر جذبۂ صدیقی پیدا کیا جائے، سوشلزم کا نعرہ دین پسند طبقہ کے لیے کھلا چیلنج ہے، اسلام کی مظلومیت قابل رحم ہے وہ پکار پکار تعاون چاہتا ہے، وہ آج خلافت راشدہ کی یاد میں پریشان ہے۔

1۔ البقرہ 156:2

فریاد

حالی مرحوم کے کہے ہوئے اشعار بدرگاہ حبیب کبریا ﷺ رہ رہ کے یاد آ رہے ہیں۔

اے خاصۂ خاصان رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
دنیا میں وہ آج غریبُ الغرباء ہے

فلسفۂ زکوٰۃ

معہ مسائل زکوٰۃ

حضرت مصنف کا سب سے اولیں مضمون "فلسفۂ زکوٰۃ"
پیش خدمت ہے جس میں مسئلہ زکوٰۃ کو مختلف طریقوں
سے نکھارا گیا ہے۔(مرتب)

فلسفہ زکوۃ

اللہ جل مجدہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔اس سے بڑھ کر کرم یہ امت مصطفیٰ ﷺ سے پیدا فرمایا، پھر کرم بالائے یہ کہ مسلمان بنایا، تاج خلافت کا حقدار انسان ہی کو ٹھہرایا، ملائکہ اسی کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو گئے اور اسی کو سجدہ نہ کرنے والے کو ہی شیطان کہا جاتا ہے، ابلیس نے اسی کو ہی اپنے سے کم جانا تو ہمیشہ کے لیے مردود اور لعنتی ٹھہرا، یہی ہے جس نے ایک مقدس امانت کا بوجھ بخوشی برداشت کر لیا۔جبکہ زمینوں، آسمانوں، پہاڑوں نے انکار کر دیا ،یہی ہے جو آج بھی تمام کائنات پر حکومت کر رہا ہے۔اربعہ عناصر اس کے غلام ،غرضیکہ بحر و بر سب اس کے تابع ،ساری کائنات اس کے تابع کر دی ،اور روحانی کائنات (قرآن کریم) کا تابع اسے بنایا۔اس ذات بابرکات نے یہ بھی بتا دیا کہ کائنات کی اصل غرض و غایت کیا ہے۔مواد کا طویل و عریض جال کس لئے بچھایا گیا ہے اور انسان اس پر کس لیے قابض ہے۔ساری کائنات اس کے لیے ہے تو خود کس لیے ہے تو اس کا جواب خود فرمایا ''وما خلقت الجن والا نس الا لیعبدون ''(1) کہ جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد وحید اللہ بزرگ و برتر کی پرستش ہی ہے اب ہر ایک انسان کہہ سکتا ہے کہ میں عبادت کر رہا ہوں مگر یاد رکھئے دین اور عبادت وہی قبول ہوں گے، جنہیں حضور اکرم ﷺ نے پسند فرمایا اور انہیں پر چلنے کا حکم دیا۔

1۔ الذاریات 56:51

اسلام کے پانچ ستون

ہم سب کے ایمانوں اور جانوں کے والی حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں جن پر مکمل عمل کرنے سے کامل مسلمان کہلاسکتا ہے۔

(1) کلمہ شہادت ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''

(2) نماز پڑھنا

(3) زکوۃ ادا کرنا

(4) ماہ رمضان کے روزے رکھنا

(5) اگر طاقت ہے تو بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔(1)

نماز کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن زکوٰۃ ہے۔زکوٰۃ کے معنی ہیں صفائی پاکی گویا زکوٰۃ ادا کرنے سے مال پاک ہوجاتا ہے،اسی طرح نکالنے والے کا نفس بھی نماز اور زکوۃ کا حکم انبیاء سابقین میں بھی جاری رہا۔

(1) حضور سیدنا ابراہیم علیہ السلام اوران کی نسل کے انبیاء علیہم السلام کے متعلق قرآن مقدس حکم فرماتا ہے''واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ ''(2) (ترجمہ) ہم نے انہیں وحی کے ذریعہ اچھے کام کرنے نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کا حکم فرمایا

1۔ البخاری ، الجامع الصحیح ، باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علیٰ خمس ، الرقم 8، ص11/1
المسلم ، الجامع الصحیح ، باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علیٰ خمس ، الرقم 19، ص45/1

2۔ الانبیاء 73:21

(2) حضور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے متعلق ارشاد خداوندی ہوتا ہے

"وكان يامر اهله بالصلوة و الزكوة"(1)

وہ اپنے اہل کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے تھے۔

(3) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں"

واوصنى بالصلوة و الزكوة"(2)

اللہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ نماز پڑھتا ہوں اور زکوۃ دیتا رہوں۔

فریضہ زکوۃ کی اہمیت اس امر سے بھی واضح ہے کہ حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد بعض قبیلوں نے زکوۃ کا انکار کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے اس طرح جنگ کی جیسے کافروں سے کی جاتی ہے، حالانکہ وہ لوگ نماز روزہ اور دیگر احکام بجالاتے تھے۔ معلوم ہوا بغیر ادائیگی زکوۃ کے باقی اعمال صالحہ بیکار ہیں۔ کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن مقدس کی آیات پر نگاہ ڈالنے سے یہ امر کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ نماز کے ساتھ ہی ساتھ زکوۃ کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

1۔ مریم 55:19

2۔ مریم 31:19

زکوۃ اور انسانی تمدن

علم الاقتصاد کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ افراد قوم میں فقر و امارت کے لحاظ سے ایک تناسب کس طرح قائم کیا جائے، حکیم سولون کے عہد سے لے کر آج تک کوئی انسان دماغ اس کا حل نہ کر سکا۔ یورپ میں نہلسٹ، سوشیالسٹ اور نیشنلسٹ یہ فرقے اس لئے پیدا ہو گئے کہ اس مسئلہ کا حل کر سکیں۔ اسلام نے جو مسلمانوں کو دنیا کی بہترین قوم بنانا چاہتا ہے اس مسئلہ پر توجہ کی اور اسے ہمیشہ کے لیے طے کر دیا، اسی کا نام فرضیت زکوۃ ہے۔

زکوۃ 2 ہجری میں فرض ہوئی، مسلمان پہلے ہی نیک دلی، رحمت، غربا پروری، شفقت، اخوت، محبت میں نامور تھے۔ اب اس حکم نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر ایک عجیب قسم کی فیاضی، رحمدلی کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔

اسلام میں انفاق فی سبیل اللہ کا درجہ

یوں تو اہل عرب کی فیاضی، سخاوت طلوع اسلام سے قبل ہی ضرب المثل تھی، مگر یہ فیاضی اعتدال سے بڑھ کر فضول خرچی تک پہنچ چکی تھی، یہ لوگ جوا کھیلتے، شراب پیتے، مال لٹاتے، حضور ﷺ نے ایسی فیاضی کو روک دیا، قرآن مقدس نے فضول خرچی کو حرام فرمایا اور فضول خرچی کو منع فرمایا، دوسری طرف انفاق مال اور صرف دولت کی تاکید فرمائی۔

جہاں رب العزت جل مجدہ نے متقیوں کی صفات کا ذکر فرمایا، وہاں اہم صفت یہ بھی فرمائی ''اور جو کچھ ہم نے رزق دیا خرچ کرتے ہیں''(1)

قرآن مقدس نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کی جنہوں نے اپنے اہل وعیال کو بھوکا رکھ کر مہمان رسول کریم ﷺ کی ضیافت کی تھی ''اور ترجیح دیتے ہیں دوسروں کو اپنے نفس پر اگرچہ خود بھوکے ہیں''(2) دوزخیوں سے جب پوچھا جائے گا، کون سی چیز تمہیں دوزخ میں کھینچ لائی تو وہ کہیں گے، ہم نمازیوں میں سے نہ تھے اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلاتے تھے۔(القرآن)(3)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے ساتھ قرآن مقدس نے اخلاص نیت کو شرط قرار دیا ہے ورنہ نیکی برباد گنہ لازم، خدا کی راہ میں جو کچھ دیا جائے اللہ اور اس کے رسول اکرم کی خوشی مطلوب ہو، کسی کو ممنون کرم اور احسان مند بنانا مقصود نہ ہو، حضور انور علیہ السلام نے فرمایا اے انسان تو خرچ کر تو تجھ پر ہی خرچ کیا جائے گا۔

ایک مقام پر حضور اقدس علیہ السلام نے نہایت پر اثر انداز میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تعلیم فرمائی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ''تمہارا مال وہی ہے جو تم نے آگے بھیجا (خدا کی راہ میں خرچ کیا) جو تم نے پیچھے چھوڑا وہ تمہارے وارث کا ہے''(4)

1۔ البقرہ 3:2
2۔ الحشر 9:59
3۔ المدثر 43:74
4۔ الحاکم، المستدرک، کتاب الجنائز، الرقم 1375، ص 527/1
البیہقی، شعب الایمان، باب التحریض علی صدقة التطوع، الرقم 3069، ص 43/5

دوسری جگہ ارشاد فرمایا اے آدمؑ کے بیٹے! تیرا خرچ کرنا تیرے لیے رکھ چھوڑنے سے بہتر ہے۔"(1)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان سخا کا یہ عالم کہ مکہ کے مہاجرین جب گھر بار مال اسباب چھوڑ کر مدینہ طیبہ پہنچے تو انصار نے انہیں عزت وتکریم سے ہاتھوں ہاتھ لیا ،گھر باغ ،کھیت ہر چیز کا سامان پیش کر دیا اور اپنی دولت میں انہیں شریک کیا خود ہر طرح مصیبت اٹھا کر انہیں آرام پہنچایا۔ حضرت ابو طلحہؓ نے اپنی زمین کا ایک حصہ سات لاکھ درہم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ بیچا اور کل رقم ایک ہی شب میں غرباء مساکین میں تقسیم کر دی ،حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے۔ پانچ ہزار تنخواہ تھی کل خیرات کر دیتے اور خود چٹائی بن کر گزارہ کرتے ،حضرت حکیم بن حزام نے ایک لاکھ میں دار الندوہ امیر معاویہ کے ہاتھ فروخت کیا،اور سب خیرات کر دیا،کم وبیش یہی حال اکثر صحابہ وصحابیات کا تھا۔

زکوۃ کے فائدے اور حکمتیں

(1) زکوۃ ادا کرنے سے مال کی محبت اخلاق انسانی کو مغلوب نہیں کر سکتی۔

(2) بخل جیسے بدترین عیب سے پاک رہتا ہے۔

(3) غرباء اور مساکین کو اپنی قوم کا جز سمجھتا ہے۔

1۔ الحاکم ، المستدرك ، كتاب الجنائز ، الرقم 1375، ص 527/1

البیہقی ، شعب الایمان ، باب التحریص علی صدقة التطوع ، الرقم 3069،ص 43/5

(4) بے پناہ دولت کا جمع ہو جانا اسے مغرور نہیں بناتا۔

(5) قوم کو یہ فائدہ ہوگا کہ اگر با قاعدہ کسی اہتمام کے تحت تقسیم ہو تو مانگنے کی رسم مفقود ہوگی۔

(6) زکوۃ دینے سے مال میں برکت ہوتی ہے اور بڑھتا ہے، جیسے عالم کا علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے یا جیسے بعض درختوں کی شاخیں کاٹی جائیں تو پھل بڑھتا ہے، کنویں کا پانی خرچ نہ کیا جائے تو گندہ ہو جائے گا۔ایسے ہی اگر مال کی زکوۃ نہ دی جائے تو ترقی رک جائے گی۔

(7) زکوۃ کا نہ نکالنا قانون قدرت کے خلاف ہے کہ قدرت نے ہر چیز کی زکوۃ لی ہے بیماری، تندرستی کی زکوۃ ہے، بھوک سیر شکمی کی زکوۃ ہے، نیند بیداری کی زکوۃ ہیں، وغیرہ وغیرہ

(8) اگر آپ کے پاس آپ کی ضرورت سے بڑھ کر شے ہے، تو سمجھ لیجئے کہ اس میں کسی اور کا بھی حق ہے اور فی الفور اسے مناسب ومقررہ معیار کے مطابق الگ کر دینا چاہیے اگر آپ کے ناخن یا بھوؤں کے بال بڑھ جائیں تو ضروری ہے کہ زائد کاٹ دیں کہ ان کا رکھنا بیماری ہے اسی طرح زکوۃ کا پیسہ بھی الگ ہونا چاہیے کہ اس کا رہنا بیماری ہے۔

(9) اگر ہم حکومت کو اپنی آمدن سے انکم ٹیکس ادا نہ کریں تو باغی قرار پائیں اور سزا کھائیں گے۔حکومت وقت یہ کہنے میں حق بجانب ہوگی کہ جب میں نے تمہاری سہولتوں کے لیے بہت کچھ کیا ہے، تو کیا تم سے ٹیکس نہیں لیا جاسکتا ؟اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے ہماری سہولتوں کے لیے بے پناہ انتظامات

کیئے تو اسے حق ہے کہ ہمارے مال سے کچھ طلب فرمائے اور حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ اسی کا ہے۔

(10) زکوۃ نکالنے سے مال بربادی سے محفوظ رہتا ہے بظاہر جیب خالی ہوتی ہے لیکن حقیقت میں بھرتی ہے ایک کسان نے غلہ بویا اور دوسرے نے نہ بویا ، بظاہر بونے والے کی جھولی خالی ہوگئی اور نہ بونے والے کی بھری رہی مگر حقیقت میں نہ بونے والا خالی ہو گیا کہ چند دن میں اس کا غلہ ختم ہو جائے گا اور بونے والا کامیاب رہا کہ چند دن بعد کئی گنا زیادہ غلہ اٹھائے گا۔

دل چسپ واقعہ

تفسیر روح البیان میں ہے کسی نبی پر وحی ہوئی کہ فلاں شخص کی آدھی عمر فقیری میں اور آدھی امیری میں گذرنے والی ہے اس سے پوچھو وہ پہلے کیا چاہتا ہے ،فقیری یا امیری پیغمبر وقت کے پوچھنے پر اس نے کہا میں پہلے غنا چاہتا ہوں، چنانچہ ایسے ہی کر دیا گیا اس نے تدبیر یہ کی جس قدر وہ اپنے خرچ کرتا تھا، اسی قدر فقیروں مسکینوں کو دیتا تھا، جب آدھی عمر گزر گئی تو پھر پیغمبر وقت وحی ہوئی، چونکہ اس نے ہماری نعمتوں کا شکر ادا کیا ہے لہذا اس کی ساری عمر ہی غنا میں کٹے گی۔

زکوۃ کے متعلق ارشادات نبوی ﷺ

(1) امام احمد ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جس مال کی زکوۃ نہیں دی گئی، قیامت کے دن وہ گنجا سانپ ہوگا، مالک کو ڈرائے گا، وہ بھاگے گا یہاں تک کے وہ اپنی انگلیاں اس کے منہ میں ڈالے گا۔(1)

(2) طبرانی اوسط میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور فرماتے ہیں خشکی وتری میں جو مال ضائع ہوتا ہے وہ زکوۃ نہ دینے سے ضائع ہوتا ہے۔(2)

(3) ابن خزیمہ وابن حبان اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اطہر نے فرمایا، دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے۔ان میں سے ایک تونگر ہے جو اپنے مال میں اللہ عزوجل کا حق ادا نہیں کرتا۔(3)

(4) طبرانی کبیر میں بسند صحیح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہمیں حکم دیا گیا کہ نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں، جو زکوۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں۔(4)

(5) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نے فرمایا جو میرے لئے چھ چیزوں کی کفالت کرے میں اسکے لیے جنت کا ضامن ہوں، میں نے عرض کی، وہ کیا ہیں یارسول اللہ ﷺ فرمایا! نماز، زکٰوۃ، امانت، شرمگاہ، شکم، زبان یعنی نماز زکوۃ دے

1۔ البخاری، الجامع الصحیح، باب اثم مانع الذکٰوۃ، الرقم 1403، ص106/2
النسائی، السنن، باب مانع زکوٰۃ مالہ، الرقم 2482، ص39/5

2۔ الطبرانی، المعجم الاوسط، الرقم 4065، ص233/4

3۔ ابن خزیمہ، الصحیح، باب ذکر ادفال مانع الزکاۃ، الرقم 2246، ص8/4

4۔ البخاری، الجامع الصحیح، باب وجوب الزکوٰۃ الرقم، 1397، ص105/2

امانت میں خیانت نہ کرے، شرمگاہ کو محفوظ کرے، پیٹ کو حرام سے دور رکھے، زبان کو جھوٹ گالی گوچ، چغلی سے بچائے۔(1)

مسائلِ زکوٰۃ

(1) زکوۃ میں مالک بنادینا ضروری ہے اگر فقیر کو بہ نیت زکوۃ کھانا کھلایا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی اگر کھانا دے دیا کہ جہاں چاہے لے جائے تو ادا ہوگئی۔

(2) زید نے عمر سے قرضہ لینا ہے، عمر اقرار تو کرتا ہے مگر دینے میں تاخیر کر رہا ہے تو وصول ہونے پر سال ہائے گذشتہ کی بھی زکوۃ ادا کرنا ہوگی۔

(3) اگر ایک شخص مقروض ہے نقد باون روپیہ کا مالک نہیں ،مگر رہائشی مکان ، ہزاروں کا ہے یا سامان ضرورت قیمتی ہے تو اس پر زکوۃ نہیں۔

(4) اگر مال دار پر قرض تھا اور اسے معاف کر دیا وہ زکوۃ میں شمار نہ ہوگا اور اگر فقیر کو معاف کیا تو شمار ہو سکے گا۔

(5) زکوۃ کا روپیہ مردہ کی تجہیز و تکفین یا مسجد کی تعمیر میں صرف نہیں کر سکتے کہ فقیر کو مالک بنانے کی شرط نہیں پائی گئی۔

(6) زکوۃ کا اعلانیہ اور ظاہر طور پر دینا افضل ہے کہ لوگ بھی رغبت کریں گے نیز چھپا کر دینے میں بدگمانی ہوسکتی ہے جس سے بچ سکے گا۔

(7) مالک نصاب سال پورا ہونے سے پہلے بھی زکوۃ دے سکتا ہے بشرطیکہ سال تمام ہونے پر بھی نصاب کا مالک رہے، اگر مالک کا نصاب نہ رہا تو جو کچھ دیا نفل ہوگیا۔

(8) اپنے باپ، دادا، بیٹا، پوتا، لڑکی اور نواسی کو زکوۃ دینا ممنوع ہے۔ایسے ہی

1۔ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص 328/7

بیوی شوہر کو اور شوہر بیوی کو بھی نہیں دے سکتے۔

(9) زکوۃ صرف مسلمان کا ہی حق ہے۔ غیر مسلم کو نہیں دی جاسکتی، اگرچہ غریب ہی ہو۔

(10) شروع سال اور آخر سال میں نصاب پورا ہے درمیان میں کمی ہوگئی تو یہ کمی کچھ اثر رکھتی، زکوۃ واجب ہے۔

نصاب زکوۃ

نقدی دوصد (200) درہم جس کا محتاط اندازہ باون روپے ہے۔ چاندی کا نصاب سو درہم یعنی 1/2 52 تولہ اور سونے کا نصاب 1/2 7 تولہ، بکریوں کا نصاب 40 اور گائے کا نصاب 30 یعنی جس کے پاس اس قدر مال ہو اور اس پر سال گذر جائے تو اس میں سے چالیسواں حصہ زکوۃ نکالنا واجب ہے، سونا چاندی اگر الگ الگ نصاب کے مطابق نہ ہوں اور دونوں مل کر نصاب کی حد تک پہنچ جاتے ہوں تو ان میں بھی زکوۃ نکالنی واجب ہے۔(1)

زکوۃ لینے کے حقدار آٹھ ہیں

1۔فقراء

وہ لوگ ہیں جو کچھ نہ کچھ مال رکھتے ہوں۔ مگر تنگدستی میں وقت گزارتے ہوں اور کسی سے مانگتے نہ ہوں۔

2۔مساکین

یہ وہ لوگ ہیں جو پریشان حال ہوں اور مانگنے پر مجبور ہوں۔

1۔ ماخوذ از کتب فقہ

3۔عاملین

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اسلامی حکومت زکوۃ وصول کرنے کے لیے مقرر کرے ان کی تنخواہ بھی زکوۃ کی رقم سے دی جائے ۔(مدارس عربیہ کے لیے وصولی کرنے والے بھی اسی شق میں ہیں)

4۔مؤلفۃ القلوب

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے دین کو چھوڑ کر مسلمان ہوئے اور اسی باعث وہ پریشان حال ہو گئے ۔امام زہریؒ فرماتے ہیں کوئی نومسلم امیر بھی ہو تو اسے زکوۃ دی جا سکتی ہے۔(اب یہ لوگ باجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساقط ہو گئے)

5۔فی الرّقاب

جو شخص غلامی کی قید سے چھوٹنا چاہتا ہے۔اس کی بھی مدد زکوۃ سے کی جائے کہ غلامی سے چھوٹ سکے۔(اس سے مراد مکاتب غلام ہیں)

6۔الغارمین

جو لوگ قرضہ میں گھر چکے ہوں تو قرضہ چکانے میں ان کی مدد بھی زکوۃ سے کی جائے۔

7۔فی سبیل اللہ

یہ لفظ اس قدر عام ہے کہ تمام دینی امور اعمال صالحہ کو شامل ہے خصوصا اس سے مراد مجاہدین اسلام کی مدد کرنا ہے۔اگر مالدار آدمی بھی جہاد میں نکلے تو اسے بھی زکوۃ دی جا سکے گی۔

8۔ابن السبیل

مسافر اگر حالت سفر میں ضرورتمند ہے تو اسے زکوۃ دینی چاہیے۔گھر میں اگرچہ کتنا ہی مالدار ہے۔

نجات کی رات

حضرت مصنف مدظلہ العالیٰ نے شعبان المعظم کی
پندرہویں شب (شب برأت) کے فضائل و محاسن
کو اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے۔(مرتب)

نجات کی رات

شعبان المعظم کا وہ متبرک و باعظمت مہینہ ہے جس کی تعریف میں میرے اور آپ کے ایمانوں اور جانوں کے والی حضور نبی کریم ﷺ نے متعدد مرتبہ مختلف اندازے کئی مقامات ارشادات فرمائے ،کتب احادیث کے صفحات پر ہیں ۔ارشادات نبوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مبارک مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے انعامات ،رحمات و برکات کے ان گنت دروازے کھول دیتا ہے ۔جس طرح دنیوی حکومتوں میں حالات و واقعات ،سالانہ انتظامات ،تغیر وتبدیل ،ترقی وتنزل ،انعام واکرام ہوا کرتے ہیں ۔اور تمام اعمال متعلقین کا جائزہ لیا جاتا ہے ،حسابات واندراجات کی پڑتال کی ہوتی ہے ۔اسی طرح بارگاہ رب العزت جل مجدہ میں تمام اموراور اعمال خلائق کے پیش ہونے کا اصول ہے اگر چہ یہ پیشیاں ہر صبح و شام ،نماز فجر وعصر کے وقت بھی ہوتی ہیں جیسے نور مجسم ﷺ کے ارشادات گرامی سے واضح ہے ۔لیکن تیسری اور عظیم الشان پیشی نصف شعبان ''شب برأت'' میں ہوکر سالانہ انتظامات کا دستور العمل مکمل ہوا کرتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ شعبان میں خصوصا بہت زیادہ روزے رکھا کرتے تھےاور ارشاد فرمایا کرتے ''یہ مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے اس سے غفلت نہ کرو کہ اس میں اعمال خلائق رب العالمین کے حضور پیش ہوتے ہیں، میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال بحالت روزہ پیش ہوں ۔(1)

1۔ ابی ابن شیبہ ، المسند ، الرقم 166، ص 127/1

سمجھ لیجئے کہ جس طرح دنیوی حکومتوں میں حسن کارکردگی پر اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا جاتا ہے اور مجرمانہ کارگزاریوں پر سخت سزا دی جاتی ہے۔ مراتب بندگاں بدر گاہ خداوند تعالیٰ ہمیں مثال دارند۔

بہرحال یہ مثال سمجھنے کے لیے ہے ورنہ یہاں کے حالات کو وہاں کے حالات سے کیا نسبت؟ ''چہ نسبت خاک رابا عالم پاک'' قرآن مقدس ارشاد فرماتا ہے ''فیھا یفرق کل امر حکیم ''(1) (اس رات میں خدائے حکیم کی طرف سے ہر معاملہ کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، مجھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اس رات میں تمام اولاد آدم علیہ السلام (جو اس سال پیدا ہونے والی ہے)اس کی پیدائش اور جو مرنے والی اس کی موت لکھی جاتی ہے اور لوگوں کے اعمال اللہ جل مجدہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور مخلوق کو جس قدر روزی ملنے والی ہے اس کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ الخ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رب تعالیٰ اس رات میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اپنے بندوں پر نظر کرم فرماتا ہے۔ شرک، بغض، عداوت رکھنے والے کے علاوہ کل مخلوق کی بخشش فرماتا ہے۔(2)

1۔ الدخان 4:44

2۔ الفاکھی، اخبار مکہ، الرقم 1838، ص 66/3

فیض عام

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت ہے کہ ''شب برأت کے دن روزہ رکھو اور رات بھر قیام کرو (یعنی نماز پڑھو) کہ اللہ تعالیٰ اس روز بعد غروب آفتاب آسمان دنیا پر نزول فرما کر ارشاد فرماتا ہے۔۔۔کیا کوئی روزی مانگنے والا ہے کہ میں اسے روزی دوں، کیا کوئی طالب مغفرت ہے کہ اس کے گناہ بخش دوں ۔۔۔کیا کوئی مصیبت میں مبتلا ہے اس کو سلامتی و عافیت عطا کروں، اسی طرح طلوع آفتاب تک سلسلہ ارشاد جاری رہتا ہے،،۔(1)

لمحہ فکریہ

اب ہم غور کریں کہ جب حکومت کی طرف سے حسابات چیک کرنے کا نوٹس دے دیا جاتا ہے۔انکم ٹیکس آفیسر کی طرف سے ذرا حسابات پیش کرنے کا حکم ملا تو کیا کیفیت ہوتی ہے۔اول تو مہینہ قبل ہی دن میں آرام، رات کو نیند میسر نہیں ہوتی اور سب کے سب خامیوں کو دور کرنے اور حسابات کو درست کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور تاریخ مقررہ پر تو عجیب حالت ہوتی ہے اس دن تو سر پاؤں کا خیال تک نہیں ہوتا چہ جائیکہ سستی اور غفلت ہو، لیکن افسوس صد افسوس کہ خدائے ذوالجلال کا انتظامی سال ختم ہونے کی تاریخ و وقت پر جبکہ ہر ذی حیات کی سکنات وحرکات کا فیصلہ ہوتا ہے۔جسے ہم مسلمان مانتے ہیں مگر پھر غفلت کا یہ عالم کہ خبر تک نہیں، لہو ولعب کی

1۔ ابن ماجہ، السنن، باب ما جآء فی لیلۃ الرقم 1388، ص 444/1

یہ حالت کہ ہزاروں لاکھوں روپیہ نذر آتش کر دیتے ہیں ،آتشبازی سے شیطانی نظریات کوتقویت ملتی ہے۔

پٹاخوں کی دھڑ دھڑ اور بارود کی بدبو خدا کی عبادت گزاروں کو ہی نہیں تکلیف دیتی بلکہ رحمت کے فرشتوں کو بھی (جو اس رات آسمانوں سے نازل ہو کر زمین کو انوار وتجلیات سے بھر دیتے ہیں) سخت تکلیف ہوتی ہے۔اس رات میں تو چاہیے کہ ہم خوف وحزن کا مجسمہ بن کر بارگاہ رب العزت میں حاضر رہیں ۔ توبہ،استغفار،نوافل،اذکار تسبیح وتہلیل میں مصروف ہوں۔

شب برأت کی تاریخی اہمیت

سرکار دو عالم ﷺ کی نظر میں

حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''پندرھویں شعبان کی نصف شب کو قیام کرو کہ وہ مبارک رات ہے۔حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو اسی رات نبوت کی بشارت ملی اور یہی رات خلیل اللہ علیہ السلام کی معرفت کی رات ہے''۔

جبرائیل علیہ السلام کی وصیت

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھ کو وصیت کی کہ اپنی امت سے ''شب برأت کو زندہ رکھے،جس نے اس رات کو زندہ رکھا اس نے گویا شب قدر کو پایا''۔

محروم لوگ

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں رب العزت جل مجدہ، اس رات مجرموں کو معاف کر دیتا ہے مگر جادوگر، نجومی، بخیل، ماں باپ کا گستاخ، شرابی، زانی اس رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ الّا یہ کہ تائب ہو جائیں۔ (1)

زیارت قبور

اس رات قبرستان جا کر اپنے احباب، اقربا اور عام مسلمانوں کے لئے دعا مغفرت کرنا سنت ہے، حضور انور علیہ السلام شب برأت کو جنت البقیع تشریف لے جاتے تھے۔ اس رات میں ایصال ثواب، غریب پروری، درویشوں، فقیروں، یتیموں، بیکسوں سے سے محبت اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے خصوصی انعام کا مستحق بنا دیتی ہے۔ (2)

دوسروں کے لیے دعا

صرف اپنے لئے دعا نہ کی جائے بلکہ دوسرے مسلمان بھائیوں کے حق میں بھی دعا کی جائے۔ ابوالورداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور علیہ السلام نے فرمایا ''مسلمان کی دعا اپنے بھائی کے لیے اس کی پیٹھ پیچھے مقبول ہے''۔ (3)

1۔ اسحٰق بن راھویہ ، المسند ، الرقم 850، ص326/2
البیہقی ، شعب الایمان ، باب صوم شعبان ، الرقم 3544، ص355/5

2۔ اسحٰق بن راھویہ ، المسند ، الرقم 850، ص326/2
البیہقی ، شعب الایمان ، باب صوم شعبان ، الرقم 3544، ص355/5

3۔ المسلم ،الجامع الصحیح ، باب فضل الدعاء للمسلمین ، الرقم 2733، ص 2094/4
البیہقی ، الدعوات الکبیر ، باب الدعاء الرقم 651، ص316/2

چند دعائیں

ابو مالک اشجعی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ''جب کوئی مسلمان ہوتا تھا تو حضور ﷺ اس کو دعا سکھاتے اور پھر تعلیم دیتے''

''اللھم اغفرلی وارحمنی وھدانی و عافنی وارزقنی ''(1)

ادائیگی قرض اور رفع غم کی دعا

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی کہ مجھ پر قرض ہے اور غم ہے تو آپ نے یہ دعا بتائی ''اللھم انی اعوذبک من العجز والکسل فاعوذبک من البخل والجبن واعوذبک من غلبۃ الدین وقھر الرجال ''(2)

دعا نہ کرنے سے خدا ناراض ہوتا ہے

جو لوگ خدائے قدوس جل مجدہ سے دعا نہیں مانگتے ،خدا ان سے ناراض ہوتا ہے ،ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''جو اللہ سے دعا نہیں مانگتا، اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے''(3)

1۔ المسلم ، الجامع الصحیح ، باب فضل التحلیل و التسبیح ، الرقم 2697، ص2073/4
الاحمد ، المسند ، الرقم 15881، ص216/25
الحاکم ، المستدرک ، کتاب الدعاء والتکبیر ، الرقم 1940، ص711/1
2۔ ابو داؤد ، السنن ، باب فی الاستعاذۃ ، الرقم 1555، ص93/2
3۔ الترمذی ، السنن ، کتاب الدعوات ، الرقم 3373، ص 456/5
البخاری، الادب المفرد ، باب من لم یسأل اللہ ، الرقم 658، ص 229/1

دعا میں وسیلہ

اگر دعا میں کسی برگزیدہ بندے یا اچھے عمل کو وسیلہ بنایا جائے تو قبولیت زائد ہوتی ہے۔عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ ایک نابینا حضور کی بارگاہ میں آیا اور درخواست کی دعا فرمائیں کہ بینائی واپس آجائے تو آپ نے فرمایا چاہو تو صبر کرو اور تمہارے لیے بہتری ہے،اگر چاہو تو میں ضرور دعا کردوں،انہوں نے عرض کی،دعا فرمادیجئے تو آپ نے حکم دیا،وضو کر کے آؤ اور یہ دعا مانگو''اللّٰھم اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبی الرحمة (الخ)(1) اس دعا میں حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے دعا مانگنے کی طرف سے واضح دلیل ہے۔

آیئے عہد کریں

کہ اس مبارک رات کی آمد سے قبل آپس کی عداوتیں،کینہ،غصہ اور دلی کدورت کو دور کریں گے۔حقوق العباد کا خاص خیال رکھیں گے تا کہ اس رات کے انعامات سے بہرہ ور ہوسکیں،زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھیں گے،قرآن حکیم کی تلاوت میں مصروف رہیں گے۔نوافل میں،قیام،سجدہ،رکوع لمبا کر کے دل کو حاضر رکھ کر مصروف عبادت رہیں گے اور اپنے بھائیوں کے لیے دعائے مغفرت کریں گے

دعا

اللہ کریم ہم سب کے گناہوں کو معاف فرمائے اور اس مقدس رات کی برکتوں سے مالا مال کرے۔(آمین)

1۔ الترمذی ، السنن ، الرقم 3578، ص 569/5
ابن ماجه ، السنن ، باب ما جاء فی صلاة الحاجة ، الرقم 1385، ص 441/1
الاحمد ، المسند ، الرقم 17240، ص 478/28

رحمتوں کا مہینہ

☆ فضائل ومسائل رمضان

☆ ماہ رمضان اور نزول قرآن

☆ عیدالفطر

حضرت مصنف مدظلہ العالی کے زیر نظر مضامین ''فضائل ومسائل رمضان'' کے علاوہ عیدالفطر اور اس کے مسائل کو شامل کرنے کی سعادت حاصل کرر ہاہوں تا کہ رمضان المبارک اور عیدالفطر کے مسائل کے لیے یکجا مواد میّسر آ سکے۔(مرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صد شکر اے دل مہ رمضان آیا
ہاتھوں میں مسلمان کے مفتاح جہاں آیا

رمضان مبارک وہ مقدس مہینہ ہے جس میں قرآن حکیم کا نزول ہوا۔ رمضان مبارک کی وہ شان ہے جس پر ایمانداروں کی خواہش قربان ہے، زبان میں یہ تاب گوئی کہاں کہ شان رمضان کماحقہ بیان کر سکے۔ قلم سینہ چاک کی کیا مجال کہ صفحہ قرطاس پر صحیح عکاسی کر سکے۔ روزہ نبوت کے پندرھویں (15) سال دس (10) شوال 2 ہجری میں فرض ہوا۔ ابتداء میں صرف ایک عاشورہ کے دن فرض ہوا، پھر یہ حکم منسوخ ہو کر ہر چاند کی 13.14.15 کے روزے فرض کیئے گئے، تیسرے دور میں ماہ رمضان کے روزے فرض کیئے گئے مگر لوگوں کو اختیار تھا جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے فدیہ ادا کر دے۔ ایک وقت تک یہ تیسرا دور جاری رہا پھر یہ اختیار منسوخ ہوا اور روزے لازم قرار دے دیئے گئے، اتنی پابندی رہی کہ رات کو سونے سے پہلے پہلے کھایا جا سکتا تھا اور سو کر اٹھنے کے بعد کھانے کی اجازت نہ تھی۔ پھر حضرت صرمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش آنے پر صبح صادق تک کھانے پینے کی اجازت مل گئی۔

واقعہ یہ ہوا حضرت صرمہ بن قیس رضی اللہ عنہ محنتی آدمی تھے۔ دن بھر محنت کرتے تھے، روزہ سے سارا دن کام کیا، شام کو گھر آتے ہی بیوی سے کھانا طلب فرمایا، کھانے میں کچھ دیر تھی، آپ لیٹ گئے تھکے ہوئے تھے نیند آ گئی، جب بیوی نے کھانا کھانے کے لیے بیدار کیا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا کہ شریعت مطہرہ نے روک رکھا تھا۔ اسی حالت میں دوسرا روزہ رکھ لیا، تھک گئے اور دوپہر کو غشی ہو گی، اہلیہ نے یہ

سارا واقعہ حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو حکم نازل ہوا "کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح صادق ہو جائے"۔(1)

فضائل

(1) حدیث قدسی میں ارشاد ہوتا ہے "روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا" (2)

(2) تمام عبادات میں اطاعت کا غلبہ ہے مگر روزہ عشق و محبت کا ہے کہ اس میں رب العزت کے لیے کھانا پینا چھوڑتا ہے۔ مطیع کا بدلہ انعام ملتا ہے۔ مگر عاشق حقیقی کا بدلہ لقاء حبیب ہے۔

(3) روزہ میں انسان ہر وقت عابد رہتا ہے۔ سونا، جاگنا، بولنا، چپ رہنا سب عبادت کہ روزہ دار ہے۔

(4) جس طرح وضو، غسل جسم کو پاک صاف کر کے انسان کو عبادت کے لائق بنا دیتا ہے ایسے ہی روزہ روح کو پاک کر کے دربار یار کے لائق کر دیتا ہے

(5) روزہ سے شہوت ٹوٹتی ہے، غفلت دور ہوتی ہے۔

(6) حدیث پاک میں ہے "قیامت کے دن رمضان اور قرآن روزہ دار کی شفاعت کریں گے"۔(3)

1۔ ابو داؤد ، السنن ، باب مبداء فرض الصوم ، الرقم 2314، ص 295/2

2۔ البخاری ، الجامع الصحیح ، الرقم ، 7492، ص 143/9

المسلم ، الجامع الصحیح ، باب فضل الصیام ، الرقم 1151، ص 807/2

النسائی ، السنن ، باب فضل الصیام، الرقم 2211، ص159/4

3۔ ابن المبارک ، الزھد و الرقائق ، باب صفۃ الفار ، ص114/2

الاحمد ، المسند ، الرقم 6626، ص199/11

الطبرانی ، المعجم الاوسط ، الرقم 8823، ص 344/8

(7) تین شخص بدنصیب ہیں۔ پہلا وہ جو حضور پاک ﷺ کا نام سنے اور درود شریف نہ پڑھے، دوسرا وہ جو ماں باپ کو بڑھاپا پا کر جنت حاصل نہ کرے، تیسرا وہ جو رمضان مقدس پا کر جہنم سے آزاد نہ ہو جائے۔(1)

حکمتیں

(1) نفس دن میں کھانے اور رات کو سونے کی رغبت کرتا ہے، شریعت مطہرہ نے روزہ کے حکم سے اس عادت کو توڑا کہ نفس کمزور ہو اور روح طاقتور۔

(2) بھوک فاقہ بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔

(3) روزہ سے بھوک برداشت کرنے کی عادت ہو جاتی ہے۔

(4) روزہ سے بھوکوں، پیاسوں کی کیفیت کا پتہ چل جاتا ہے اور ان پر مہربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

(5) روزہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں غذا، پانی، ہوا وغیرہ کی قدر معلوم ہوتی ہے۔

(6) نفس اور روح دونوں آپس میں دشمن ہیں اور دونوں کا مقام جسم انسانی ہے۔ ان میں سے ایک کی طاقت دوسرے کی کمزوری کا سبب ہے۔ نفس جسمانی غذاؤں سے طاقت پکڑتا ہے اور روح نیک اعمال کی ضرورت ہے، روزہ سے نفس کمزور اور روح طاقتور ہوتی ہے۔

1۔ البخاری، الادب المفرد، باب من ذکر عندہ النبی ﷺ، الرقم 644، ص 224/1
ابن خزیمہ، الصحیح، باب استحباب الاجتہاد، الرقم 1888، ص 192/3
الحاکم، المستدرک، کتاب البر والصلۃ، الرقم 7256، ص170/4
البیہقی، شعب الایمان، باب فضائل شہر رمضان، الرقم 3350، ص 232/5

مسائل

(1) کسی چیز کا چکھنا یا چبانا بلا عذر مکروہ ہے۔

(2) کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا اور زیادہ دیر تک پانی سے منہ بھرا رکھنا مکروہ ہے۔

(3) مسواک کرنا، سرمہ ڈالنا، تیل لگانا جائز ہے۔

(4) بھول کر کھایا، پیا، روزہ میں کوئی نقصان نہ آیا۔

(5) کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے سے پانی پیٹ میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا قضا لازم ہے۔

(6) دانت سے خون نکلا حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

(7) گرد و غبار حلق میں چلے گئی تو روزہ نہ ٹوٹا۔

(8) حقہ، سگریٹ پینے، پان کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(1)

اعتکاف

(1) اعتکاف بہت پرانی عبادت ہے پہلے انبیاء علیہ السلام میں بھی جاری تھی۔

(2) معتکف اس بھکاری کی مانند ہے جو غنی کے دروازے پر اڑ کر بیٹھ جائے کہ بغیر لئے نہیں جائے گا۔

(3) اعتکاف میں لوگوں سے علیحدگی اور رب سے قرب ہوتا ہے۔

1۔ ماخوذ از کتب فقہ

(4) اعتکاف میں مایوسی اللہ سے دل ہٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

(5) اعتکاف میں نفس کی آگ بجھتی ہے اور روح کو تقویت ملتی ہے۔

(6) اعتکاف میں انسان اکثر گناہوں سے بچا رہتا ہے۔

(7) موسیٰ علیہ السلام کو 40 دن اعتکاف کے بعد تورات دی گئی۔

(8) حضور اکرم ﷺ نے غار حرا میں 6 ماہ کا اعتکاف فرمایا۔

(9) بیسویں رمضان پاک سے عید الفطر کا چاند دیکھنے تک اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔

(10) معتکف انسانی ضروریات کے علاوہ کسی کام کے لیے مسجد سے باہر نہیں جا سکتا۔

(11) مرد ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھے جہاں پنجگانہ اذان نماز باجماعت ہوتی ہے عورت گھر میں ہی مقررہ نماز کی جگہ اعتکاف کرے۔

ماہ رمضان اور نزول قرآن

قریباً چودہ (14) سو سال پیشتر سترہ (17) رمضان شریف پیر کے دن مکہ مکرمہ سے کچھ دور اللہ کے پیارے رسول حضور نبی کریم ﷺ جب غار حرا میں مصروف عبادت تھے تو پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی، مکہ مکرمہ کے قرب وجوار میں اور بھی غار تھے مگر حضور اکرم ﷺ نے غار حرا کو منتخب فرمایا اس میں حکمتیں تھیں۔ علاّمہ آذرتی کا بیان ہے۔

(1) دوسروں کی نسبت یہ غار بلند مقام پر ہے اور ایسے مقام پر لوگوں سے اختلاطا کم ہوتا ہے۔

(2) یہاں بیٹھے ہوئے بیت اللہ شریف کا نظارہ ہوسکتا تھا۔

(3) بیت اللہ شریف کی زیارت روحانی ترقیات میں اضافہ کا باعث بنتی تھی۔ یہ غار مشرقی جانب واقع ہے۔

آذراتی نے تاریخی مکہ میں لکھا ہے حضور اکرم ﷺ نے مشرقی جانب کا انتخاب اس لیے فرمایا تاکہ دونوں آفتابوں کے درمیان توافق ہو جائے، مادی آفتاب بھی مشرق کی جانب سے طلوع ہوکر کائنات روشن کرتا ہے تو روحانی آفتاب (حضور اکرم ﷺ) بھی اسی سمت سے جلوہ گری فرما کر دنیا کو منور کردیں۔ بعض مورخین کے بیان کے مطابق حضور کی ولادت باسعادت آپ کا وصال اور مدینہ طیبہ میں آپ کی آمد یہ تینوں امور پیر کے دن واقع ہوئے، امام طبری نے بھی نزول قرآن کی تاریخ یہی قرار دی ہے، یہ واقعہ 17 اگست 610ء میں ظہور پذیر ہوا۔

لفظ نزول

نزول کے معنی ہیں اوپر سے نیچے، قرآن پاک کے بارے میں اس کا مفہوم تین طرح ہوسکتا ہے۔

(1) کسی چیز پر لکھا جائے، پھر اسے منتقل کیا جائے اور پہلی کتابوں کا نزول اسی طرح ہوا ہے۔

(2) یا کسی آدمی سے کوئی بات کہلا کر بھیج دی جائے۔

(3) یا بغیر کسی واسطہ کے سننے والے سے بات کر لی جائے،قرآن مقدس کا نزول پچھلے دونوں طریقوں سے ہوا۔

لفظ قرآن

اگر یہ لفظ قرء سے بنا ہے جس کے معنی جمع ہونے کے آتے ہیں،تو ان معنی میں قرآن کو قرآن اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ بھی سارے اولین و آخرین کے علوم کا مجموعہ ہے دنیا کا کوئی ایسا علم نہیں جو قرآن مجید میں نہ ہو یا اس لحاظ سے کہ قرآن شریف نے تمام بکھری قومیں، ہندی ،سندھی، عجمی،عربی لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔اگر یہ لفظ قرأۃ سے بنا ہے تو اس کے معنی ہیں پڑھی ہوئی شے تمام انبیاء علیہم السلام کو کتابیں، صحیفے لکھے ہوئے ملے ۔مگر قرآن کریم جبرائیل علیہ السلام پڑھ کر سنا جاتے یا اس لیے کہ جس قدر قرآن مقدس پڑھا جاتا ہے۔دنیا کی کوئی کتاب نہیں پڑھی جاتی اگر یہ لفظ قرن سے بنا ہے جس کے معنی ملنے ساتھ رہنے کے ہیں تو قرآن کریم اس لیے کہا جاتا ہے کہ حق و ہدایت اس کے ساتھ ہے یا عقائد و اعمال ،اخلاق ،سیاسیات عبادات اور معاملات ایک ساتھ جمع ہیں۔

ترتیب قرآن

قرآن مقدس لوح محفوظ میں تھا، پھر وہاں سے آسمان اول پر لایا گیا، پھر حسب ضرورت 23 برس تک حضور اکرم ﷺ اسے لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق جمع کروا دیتے مگر کتابی شکل میں ایک جگہ جمع نہ ہو سکا۔البتہ مرتب ہو گیا، حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب اور اس

کے ساتھیوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ کرنا پڑی جس میں قریبا 70 حافظ قرآن شہید ہو گئے ،تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بہت جلد قرآن مقدس کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ظاہر کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کاتبین وحی صحابہ کرامؓ کو اکٹھا کیا اور زید بن ثابتؓ کی سرکردگی و اہتمام میں کتابی شکل میں جمع کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ صحابہ اس امر کی تعمیل فرمائی یہ نسخہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور آپ کے بعد آپ کی صاحبزادی حضور اکرم ﷺ کی اہلیہ ہم ایمانداروں کی ماں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا ،عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں جب حذیفہ بن یمانؓ آرمینیہ اور آذربائیجان کے کفار سے جنگ کے بعد قرآن پاک کے بارہ اعتر ضات کی شکایت عرض کی تو آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ اصل نسخہ منگایا اور اس کی نقول عراق ،شام اور مصر وغیرہ اسلامی ممالک میں بھیج دیں۔

ضرورت قرآن

نزول قرآن مقدس سے قبل یہ عالم تھا کہ ایران کے مجوسی صرف شرک و کفر کی نجاست میں غرق ہی نہ تھے، بلکہ احاطۂ انسانیت سے نکل کر ماں، بیٹی، بہن سے ازدواجی تعلقات کو مباح سمجھ بیٹھے۔روما چرچ کے عیسائی بت پرستی میں مبتلا ہو کر لاکھوں بندگان خدا کو جہنم کی آگ میں دھکیل رہے تھے۔چینی باشندے جن بھوت کی پرستش میں محو ہو کر حق سے دور ہو چکے تھے۔ہندوستان فسق و فجور اور کفر کا گہوارہ بن چکا تھا۔غرضیکہ کائنات عالم پر گھٹا ٹوپ تاریکی چھا چکی تھی ،ان گمراہیوں کو دور کرنے کے

لیے نازل شدہ کتابیں ناکافی ثابت ہو چکی تھیں، جیسے گرمی کے بعد باران رحمت کا احساس ہوتا ہے۔سخت اندھیرے کے بعد آفتاب کی تمنا ہوتی ہے،اسی طرح دنیا میں پھیلی ہوئی ظلمت کے پیش نظر قرآن مقدس کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ اس آفتاب کے طلوع ہوتے ہی ظلمت کے بادل چھٹ گئے۔

فصاحت قرآن

قرآن مقدس کی فصاحت و بلاغت طاقت بشری سے باہر ہے قرآن حکیم نے خود ہی دعویٰ فرمایا ہے قیام قیامت تک اس کی مثال نہ ہو سکے گی، دنیا کے ادیبوں کا قلم چلتا ہے تو کسی نہ کسی ایک خاص موضوع پر،فردوسی کا قلم واقعات پر تو چلتا ہے۔مگر مواعظ اوراخلاق کی راہ پر لنگراتا ہوا نظر آتا ہے۔عرب کے امرأالقیس ،ابونواس ،ابو العتاہیہ کا بھی یہی عالم ہے۔جرمنی ،فرانس،اٹلی کے نامور ادیبوں میں یہی تفاوت موجود ہے،رینالڈ کبھی گبن نہیں ہوسکتا، کارلائل کبھی شکسپیئر کا روپ نہیں دھار سکتا یہ قرآن مقدس ہے جس نے دنیا بھر کے مضامین کو اپنے اندر سمو رکھا ہے۔تہذیب اخلاق،نفس،تدبیر منزل،حصانت قوم اور سیاست مدن کا کون سا مسئلہ ہے جو اس کتاب سے نہیں ملتا۔خود دعوی فرمایا" ہر خشک وتر کا علم کتاب مبین میں موجود ہے۔

تاثیر قرآن

اسی کتاب مبارک کا ہی صدقہ تھا کہ جو لوگ زندگی بھر 360 بتوں کی پرستش پھنسے ہوئے تھے۔وہ اسے پڑھ سنکر توحید کے مبلغ بن گئے جو خود سر تھے۔جو خود سر تھے مطیع ہو گئے۔جو باغی تھے اصلاح کے بعد ان کا یہ عالم تھا کہ جرم ہو جاتا تو اپنے آپ کو

سزا کے لیے عدالت میں پیش کیے بغیر چین سے نہ بیٹھے، ذوالبجادین سخت مزاج
چرواہے تھے جو قرآن سنکر خود بخود حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ ولید بن
مغیرہ جیسوں کی رائے ہو گی ''کہ اسمیں عجیب رس ہے'' خالد بن عقبہ نے سن کر یہ کہہ دیا
''اللہ کی قسم اس میں عجیب شیرینی ہے'' اسعد بن زراہ، ثمامہ بن آثال جیسوں کی
گردنیں جھک گئیں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جنہیں یورپ آج بھی جنرل عمر کے نام
سے یاد کرتا ہے۔ مسلح ہو کر حضور اکرم ﷺ کو شہید کرنے کی غرض سے آتے ہیں، مگر
بہن فاطمہ کی زبان سے قرآن مجید سن کر خود شہید ہو جاتے ہیں۔

بائبل ایک خونی کتاب ہے

وارسا 30 نومبر پولینڈ کی ایک مسلح افواج کے ایک اخبار نے لکھا کہ ''بائبل
ایک ایسی کتاب ہے جو انتہائی خونی ہے'' اخبار نے لکھا کہ ''کتاب اسرائیلی عوام کی
روحوں میں بھی زہر گھول دیا ہے اور امریکی عوام کو جنگی جرائم کے ارتکاب پر مائل کر دیا
ہے۔ بائبل کے صفحات پر پانی کی طرح خون بہہ رہا ہے'' (ملخص) قرآن مقدس ہی
محفوظ کتاب ہے جس میں تحریف کا شبہ نہیں ہوسکتا، عیسائی دنیا بھی بائبل کو غیر محرف
ثابت کرنے سے عاجز آ گئی ہے۔

عیسائیت نے

بائبل پر اعتراض کرنے والوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ بائبل کو
الہامی کتاب تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ ریاست متحدہ امریکہ میں عیسائیت
تحریف کی زد میں ہے۔ (روزنامہ، کوہستان)

خط وکتابت وگفتگو

بائبل کوتحریف شدہ کتاب ثابت کرنے کے لیے بفضل تعالیٰ ہمارے پاس دلائل کا ذخیرہ موجود ہے، جوعیسائیت کے عقائد باطلہ کی تردید کے لیے کافی ہے۔ ماسٹر سردار مسیح پادری، ایرک جیکب لال دین، پروفیسر یعقوب وغیرہ ہمارے مخاطب ہیں۔

معرکہ بدر

جنگ بدر 2 ہجری بارہویں رمضان اتوار کے دن حضور انور علیہ السلام صحابہ کو لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور سترھویں رمضان جمعہ کے دن جنگ واقع ہوئی، 19 رمضان المبارک اتوار کے دن فراغت ہوئی، قرآن مقدس نے اس جنگ کو ''نشان قدرت'' قرار دیا ہے۔ اس جنگ کی پیشین گوئی کتب سابقہ میں بھی ہے، یحییٰ نبی کی کتاب 21 باب میں واضح اشارات موجود ہیں۔ اس جنگ میں 313 صحابہ کرام نکلے تھے 77 انصار اور 232 مہاجرین کے علم بردار حضرت علی المرتضیٰؓ تھے اور انصار کے سعد بن عبادہ ،اس جنگ میں چودہ (14) صحابی شہید ہوئے اور (70) گرفتار کیئے گئے ۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوجہل کی لاش پر گئے تو وہ سسکیاں لے رہا تھا اور کہتا تھا افسوس! مجھے دو دیہاتی بچوں نے مارا، کاش کوئی بہادر مارتا'' کفار کے لاشے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرما رہے تھے'' کیا میرے رب نے میرے ساتھ وعدہ پورا نہیں فرمایا'' تو فاروق اعظم

رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور! آپ ان مردوں سے باتیں فرمارہے ہیں تو فرمایا ”فاروق تم ان سے زیادہ نہیں سنتے“۔(1)

جن جنگوں میں حضور اکرم ﷺ خود بنفس نفیس شرکت فرمائی، وہ انیس (19) ہیں، ان میں سے (9) میں باقاعدہ جنگ ہوئی۔ باقی جھڑپیں یا صلح پر ختم ہو گئیں۔ ان تمام جنگوں میں صرف ایک ہزار آٹھ (1008) مارے گئے۔ اس واقعہ سے وہ لوگ ہدایت حاصل کریں جو اسلام پر دہشت و بربریت اور خونخواری سکھانے کا الزام لگاتے ہیں کہ ان کی ایک معمولی جنگ میں ہزاروں گھر اجڑ جاتے ہیں۔ لاکھوں بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں۔

نماز تراویح

احناف کے نزدیک 20 رکعت تراویح پڑھنا سنت موکدہ ہے حضور اکرم ﷺ نے نماز تراویح باجماعت پابندی سے ادا نہیں فرمائی کہ اگر پابندی کی گئی تو فرض ہو جانے کا احتمال ہے۔ عہد صدیقی میں لوگ متفرق طور پر پڑھتے رہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے 20 رکعت تراویح باجماعت پڑھنے کا انتظام فرمایا، کیونکہ اب سرکار دوعالم ﷺ کے وصال کے بعد فرضیت کا خطرہ نہ رہا، دو رکعت کر کے نماز تراویح پڑھنی چاہیے، اگرچہ چار چار رکعت بھی پڑی جاسکتی ہے۔

---

(1) البخاری، الجامع الصحیح، باب قتل ابی جهل، الرقم 3978، ص77/5
المسلم، الجامع الصحیح، باب المیت یعذب ببکاء اهله، الرقم 932، ص643/2

شب قدر

اسی ماہ مقدس میں یہ مبارک رات ہے، اس رات آئندہ سال کے امور مقرر کر کے ملائکہ کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں۔ ''قدر'' کے معنی ہیں تقدیر لیا جائے تو بھی ٹھیک ہیں کہ خوش نصیبوں کی تقدیر بنتی ہے۔ اور ہر شے مقدر ہوتی ہے اگر بہ معنی عزت لیا جائے تو بھی یہ ٹھیک ہے کہ رات میں کیئے گئے عمل کی بھی ضرورت وقدر ہوتی ہے۔

اس رات کا قطعی علم اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کو ہی ہے، اکثر علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ یہ رمضان المبارک کی 27 ویں رات ہوتی ہے۔

(1) لیلۃ القدر میں نو حروف ہیں اور سورہ پاک میں یہ الفاظ تین مرتبہ آئے ہیں جن کا مجموعہ (3x9) 27 بنتا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رات 27 ویں ہے

(2) اس ساری سورہ قدر کے 30 کلمات ہیں اور ''ھی'' ستائیسواں کلمہ بنتا ہے

(3) عثمان ابن العاص کے غلام نے کہا اے مولا! دریا کا پانی ایک دن میٹھا ہو جاتا ہے، تو انہوں نے کہا اب خیال رکھنا خیال کیا گیا تو رمضان المبارک کی 27 ویں شب تھی۔

اعمال شب قدر

نوافل وتلاوت کی کثرت کی جائے اس دعا کو زیادہ پڑھا جائے ''اللّٰهم انك عفو تحب العفو فاعف عنا یاغفور یا غفور یا غفور' ' ہو سکے تو تمام رات جاگے ورنہ سحری کھا کر طلوع آفتاب تک مصروف عبادت رہے۔(1)

ضرورت عمل

موجودہ دور جس سے ہم گزر رہے ہیں، انتہائی بھیانک دور ہے، اس پرفتن دور میں ہماری مشکلات ومصائب کا حل صرف اور صرف تعلیمات قرآنی پر عمل کرنا ہی ہے۔ قرآن مقدس فرماتا ہے ''جو ہماری یاد سے اعراض کرتا ہے بے شک اس کے لیے معشیت تنگ کردی جاتی ہے۔(2)

غور فرمایئے! آج ہماری تنگی معشیت کا سبب قرآن اور اس کی تعلیمات سے اعراض ہی تو نہیں؟ آیئے رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں میں اپنے خالق سے نیکی کا عہد کریں اور تائب ہو کر اس کی بارگاہ میں قرب حاصل کریں۔

1۔ الترمذی ، السنن ، الرقم 3513، ص534/5

ابن ماجہ ، السنن ، باب الدعاء بالعفو والعافیۃ ، الرقم 3850، ص1265/2

2۔ طٰہٰ 124:20

عیدالفطر

دنیا کی ہر قوم کے لیے سال میں ایک دو دن ایسے ہوتے ہیں جنہیں وہ اپنی یادگار اور قومی جشن کے طور پر مناتے ہیں مگر مسلمان اور دوسروں کی عید جشن میں بڑا فرق ہے۔ اوروں کے جشن اور خوشیاں دنیوی لذائذ اور حصول خواہشات کے لیے، مگر مسلمان کا جشن، ماتم، خوشی، مرنا، جینا جو کچھ تھا اللہ اور اسکے رسول اکرم ﷺ کی خوشی و رضاء کے لیے تھا۔ مومن کامل اور عارف اکمل کے لیے سب سے بڑا صدمہ اور غم یہ ہے کہ اس کا دل اللہ کی یاد سے غافل ہو جائے۔ سب سے بڑی خوشی اور عید یہ کہ سراسر کی بارگاہ میں جھک جائے اور دل مصروف تصور ہو اور آنکھ عجز و انکساری کے باعث ندامت کے آنسو بہائے، حقیقتاً عیدالفطر کا عظیم جشن بھی اسی وقت ہی تھا کہ جب ہم مسلمانوں کی گردنیں عزت و کامیابی کے باعث بلند تھیں۔ عشق و محبت اور جذبہ اسلام ہمارے دلوں میں پورا موجزن تھا۔ اور لوگ، غیر اقوام ہمیں دیکھ کر عبرت پکڑتے تھے اور ہماری اخوت، مروت، ملی جشنوں میں بھی وہ سرور نہ رہا۔ اس عظیم اور مبارک ملی جشن کے موقعہ پر خلوص دل سے بارگاہ قدوس ذوالجلال سے دعا کریں کہ وہ ہماری خطاؤں، جرموں، گناہوں کو معاف کرے اور ہماری گئی ہوئی شوکت و عظمت، عزت و مرتبت پھر عطا فرمائے تاکہ غیر اقوام کے سامنے پھر سرخروئی حاصل کر سکیں، حقیقت یہی ہے کہ عید انبساط و نشاط کا ساماں، نوید بہاراں، شوق کے ارماں اور جنت نعیم کا پیاں لئے ہوئے ہی ہوتا ہے چونکہ ہم بھی اپنا قرون اولی وقار روجارہ کھو بیٹھتے ہیں۔ اس لحاظ سے عید بھی ایک گونہ غم ہی ہے۔

عید آمد افزور غم دیگر
ماتم زدہ را عید بود ماتم دیگر

لفظ عید عود سے بنا ہے جس کے معنی لوٹنے اور بار بار آنے کے ہیں۔رمضان کے بعد شوال کے پہلے دن کا نام عید رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بار بار سال کے بعد لوٹ کر آتا ہے جس دن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خاص کرم فرمائے ،الطاف کی بارش اور گناہوں کی مغفرت اور مدارج کی رفعت ہو ،اہل اسلام کے لیے وہ خوشی کا دن کہلاتا ہے اس لیے عید کا دوسرا معنی خوشی کا دن ہے۔اس دن تمام مسلمانوں کو مسنون طریقہ سے خوشی منانے کا حکم ہے۔اور حقیقی مسلمان کو جب کوئی خوشی ہوتی ہے تو وہ گناہوں میں نہیں بلکہ اپنے رب کی اطاعت و بندگی میں زیادہ منہمک ہو جاتا ہے،گذشتہ جرموں سے توبہ کر کے آئندہ کے لیے کلی اجتناب کرنے کا عہد کر لیتا ہے۔مسلمان کا کوئی فعل کفار کے کسی کام کے متشابہ نہیں ہونا چاہیے۔

دین فطرت ،اسلام جہاں اپنی تمام خصوصیات ،قوانین ،اصول ،طور طریق ،تہذیب ،معاشرت اور آئین و مراسم میں تمام ادیان و ملل کے مقابلہ میں ایک فطری اور نیچرل شان امتیاز رکھتا ہے۔وہاں اس کی عیدیں بھی آپ ہی اپنی مثال ہیں۔وحدت و یکرنگی ،اخوت و مساوات ،الفت و محبت ،اجتماع و تنظیم ،شاندار اور موثر نظارہ اسلامی عید گاہ مسلمین میں فردوس گوش ہوتی ہیں وہ دیگر اقوام عالم کے بڑے بڑے تہواروں اہم سے اہم یادگاروں بلکہ عظیم الشان جشنوں اور درباروں میں بھی اس کی نظیر دستیاب ہونا مشکل ہے مسلمان کس بات کی خوشی مناتا ہے؟اس کی کہ اس نے اپنے خالق و مالک رازق و رب قدیر کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ،تمام جائز خواہشات نفسانی و

لذات جسمانی و مادی کو ایک ماہ کے لیے رضائے الٰہی کی طلب میں چھوڑ دیا، دن کو روزہ رکھنا، رات کو تراویح، تہجد اذکار میں مصروف رہا، قرآن مجید کی روح پرور اور بصیرت افروز تلاوت وسماعت کے ذریعے اس کے رموز سے لطف اندوز ہوا۔ وہ خدائے قدوس کی اس مہربانی کا شکر بجالاتا ہے اور ماہ رمضان کے ختم ہونے کے ساتھ ہی جوش ایمانی کے مظاہرہ کے ساتھ روح و دل اور جسم ولباس کی طہارت کے ساتھ گھر اور شہر کوچہ و بازار سے منہ موڑ کر عید گاہ، مساجد کی طرف بڑھتا ہے، انتہائی عجز وانکسار سے اپنے رب قدیر کی بارگاہ میں جھکتا ہے، حقیقت میں یہی عید ہے۔

لیس العید لمن لبس الجدید

بل العید لمن خاف یوم الوعی

عمدہ لباس پہننے کا نام عید نہیں بلکہ خوف، خدا سے ڈرنا عید ہے، خدائے قدوس نصیب فرمائے (آمین)

مسائل

(1) دیلمی وخطیب ابن عسا کر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی حضور اطہر علیہ السلام نے فرمایا ''بندہ کا روزہ زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتا ہے، جب تک صدقہ فطرادا نہ کرے۔

(2) عید کے دن صبح صادق ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔

(3) صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر (جس کی نصاب اصلیہ سے فارغ ہو) واجب ہے۔

(4) واجب ہونے کے لیے روزہ رکھنا شرط نہیں اگر کسی عذر ،سفر ،مرض ،بڑھاپے کے باعث یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھا، جب بھی واجب ہے

(5) فطرہ کی مقدار سوا دو سیر گندم یا موجودہ بھاؤ کے لحاظ سے اس کی قیمت ہے۔

(6) بہتر یہ ہے کہ عید کی صبح صادق ہونے کے بعد اور نماز پڑھنے کو جانے سے پہلے ادا کر دے۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

دو رکعت نماز واجب عید الفطر ساتھ چھ تکبیروں کے منہ طرف قبلہ شریف پیچھے امام کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور ثناء پڑھے۔ پھر تین تکبریں کہے اور ہاتھ چھوڑے رکھے تیسری مرتبہ پر باندھ لے، امام قرأت کر کے حسب معمول رکعت پوری کرے، دوسری رکعت میں شروع ہوتے ہی قرأت پڑھنے کے بعد تین تکبیریں پہلے کی طرح کہے، ہر بار ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور چھوڑ دے، چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع و

سجود کر کے نماز پوری کرے مگر اس چوتھی مرتبہ ہاتھ نہ اُٹھائے، نماز مکمل کرنے کے بعد امام خطبہ پڑھے اور نہایت ادب واحترام سے سنے اور دعاء خیر کے بعد احباب سے مصافحہ، معانقہ کرے۔

حج بیت اللہ و قربانی

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی کتاب زندگی کے دو حسین عنوان

حج بیت اللہ　　　　قربانی

اسی مقدس مہینہ ذی الحجہ کی 9 تاریخ کو انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر میدان عرفات میں اپنے خالق و مالک کے ہاں سر بسجود ہو کر فریضہ حج ادا کرتا ہے۔

☆ تمام عبادتیں ہر جگہ ادا ہو سکتی ہیں مگر حج اللہ تعالیٰ کے گھر پہنچ کر اس کا مہمان بن کر ہی ادا ہوتا ہے اور کوئی میزبان اپنے مہمان کو خالی نہیں لوٹاتا۔

☆ چھوٹی اسناد ہر جگہ سے مل سکتی ہیں مگر اعلیٰ ڈگری خاص مقام ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

☆ تمام عبادات میں اطاعت غالب ہے مگر حج میں عشق غالب ہے کہ حاجی دیوانوں کی طرح گرد آلود بادلوں، بڑھے ہوئے ناخنوں کے ساتھ کعبہ کے گرد گھومتا ہے۔

☆ باقی عبادات صرف بدنی ہیں مگر حج مالی بھی ہے اور بدنی بھی۔

☆ حج میں یہ بھی حکمت ہے کہ اس طرح سے ساری دنیا کے مسلمان ایک جگہ اکٹھے ہو کر اپنے مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں گویا ہر سال عرب کی سرزمین

میں بین الاقوامی کانفرس منعقد ہو جاتی ہے۔

☆ حج کی ادائیگی سے دل نرمی، اخلاق میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے اور متبرک مقامات کی زیارت سے اللہ والوں کی محبت بڑھتی ہے۔

☆ حدیث شریف میں آتا ہے حج، عمرہ ملا کر کرو، یہ دونوں فقر و گناہ کو مٹا دیتے ہیں۔

☆ حج طویل سفر میں ''سیر و فی الارض'' پر بھی عمل کرتا ہے۔

فرضیت حج

حج 9 ہجری میں فرض ہوا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ کعبہ کفر و شرک کی ظلمتوں سے پاک ہو کر عبادت ابراہیمی کا مرکز قرار پاتا ہے۔ حج عمر میں ایک بار مال دار پر فرض ہے اس کے لیے مہینہ اور تاریخیں مقرر ہیں۔

ارکان حج

حج میں تین فرض ہیں

(۱) احرام باندھنا (۲) عرفات میں ٹھہرنا (۳) طواف زیارت کرنا

واجبات

(1) مزدلفہ میں ٹھہرنا (2) صفا و مروہ کی سعی کرنا

(3) جمروں کو کنکر مارنا (4) طواف وداع کرنا

(5) سر منڈانا

یوں سمجھئے !رب کے بتائے ہوئے طریقے سے اس کے گھر کی زیارت کرنے کا دوسرا نام حج ہے ۔زیارت بیت اللہ شریف کا ایک طریقہ محبت ،امن ،مساوات کا ایک ایسا درس ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی جانثاری واطاعت کے روح پرور مناظر

آج سے قریبا ساڑھے چار ہزار برس قبل کفر وضلالت اور بے راہ روی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں خدائے قدوس نے انسانوں کی ہدایت کے لیے ایک مقدس ہستی کا انتخاب فرمایا جنہیں ابراہیم علیہ السلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔انہوں نے بت پرستوں اور صنم تراشوں پر حکیمانہ طنز اور وحدت خداوندی کا درس دیا۔قوم بھڑک گئی اور دہکتی آگ میں ڈال کر ختم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا اور ایسا ہی کیا گیا مگر آگ گلزار ہوگی ،آپ نے وطن کو خیر باد کہہ دیا۔مصر،شام ،فلسطین اور عرب ملکوں میں سفر کرتے رہے اور یہ سلسلہ جاری وساری رکھا۔86 برس کی عمر میں قدرت نے اولاد عطا فرمائی،نمرود کی سختی برداشت کی ہجرت گوار کی حکم ہوتا ہے کہ اپنے شیر خوار اور ان کی والدہ کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر واپس ہو جانا چاہتے ہیں ۔وہ معزز خاتون پوچھتی ہیں ،کیوں اور کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہو؟ تو اشارے سے ہاں میں جواب ملا تب وہ بزرگ خاتون بچے کو گود لئے راضی برضا ہوگئی ،پھر حکم ملتا ہے

کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر دو، بے دریغ تعمیل حکم پر تل گئے۔ چھری گردن پر رکھ دی۔ غیب سے صدا بلند ہوئی "اے ابراہیم! تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا بجائے اسماعیل علیہ السلام کے مینڈھا حاضر ہوا جسے آپ نے ذبح فرمایا، اسی سنت ابراہیمی پر ہم ہر سال قربانی پیش کر کے ان کے جذبہ ایثار کی یاد تازہ کرتے ہیں بیت اللہ شریف کی تعمیر بھی ان ہی ہاتھوں سے ہونی چاہیے تھی جو تعمیل حکم میں بیٹے کی گردن پر چھری چلانے سے بھی نہ تھرائے ہوں۔

تعمیر کعبہ

اگرچہ کعبہ شریف گیارہ مرتبہ تعمیر ہوا مگر جس تعمیر کو شہرت دوام حاصل ہوئی وہ ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام کی ہے۔ پہلی مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام اور دوسری مرتبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے، حضرت شیث علیہ السلام، چوتھی مرتبہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے، پانچویں مرتبہ عمالقہ نے، چھٹی مرتبہ جرہم نے، ساتویں مرتبہ قصی نے آٹھویں مرتبہ قریش نے، نویں مرتبہ عبداللہ بن زبیر نے، دسویں مرتبہ حجاج نے اور گیارہویں مرتبہ سلطان مراد اربع بن سلطان احمد نے، ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر مٹی اور چونے کے بغیر تھی، آپ نے کعبہ شریف کو چھت دار نہیں بنایا تھا۔ ایک روایت میں ہے آپ نے تعمیر کعبہ میں پانچ پہاڑوں کے پتھر استعمال فرمائے جن کے نام یہ ہیں طور سینا، طور زتیا، کوہ لبان، کوہ جادی اور کوہ حرا، کعبہ شریف کی دینی مذہبی سرگرمیوں کا چشمہ سارے عالم میں اسی وقت سے ہونے لگا تھا جب سے اس کی بنیاد پڑی۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے دلوں میں کعبہ شریف کی محبت اور عظمت ڈال دی گئی۔ کعبہ اطہر دعوت ابراہیمی کو حسین نغموں کی لے میں ہمارے کانوں میں ڈھالتا ہے اور ہم

مستانہ وار لبیک کہتے ہوئے دوڑ پڑے ہیں، حج کا وہ منظر خصوصیت کے ساتھ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جبکہ دولت منداپنی دولت ،شہنشاہ اپنی حکمرانی سے دستبردار ہوکر کندھے سے کندھا ملا کر ایک ہی لباس پہنتے ہوئے میدان عرفات میں محوعبادت نظر آتا ہے ۔اگرچہ ان کے بدن جدا جدا ہیں لیکن ان کے دل سے نکلنے والے دعائیہ الفاظ کے ساتھ اس طرح نکلتے ہیں، گویا ایک ہی ساز سے بیک وقت کئی نغمے ابل پڑتے ہیں وہاں کوئی نہ کوئی خاص جگہ ہوتی ہے، نہ بادشاہوں کے لیے تخت رکھے جاتے ہیں بلکہ سب کے سب بلا امتیاز اپنے اپنے ارکان کی بجا آوری کرتے ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

حفاظت کعبہ

عظمت کعبہ دیکھ کر بہت سے لوگ جل بھن گئے اور اسکے مہندم کرنے کا ارادہ کیا مگر رب العزت نے اس کی حفاظت فرمائی۔

☆ تبع اول حمیری نے اسے شہید کرنے کا ارادہ کیا تو وہ شدید مرض میں مبتلا ہوا آخر اسے اپنا ارادہ واپس لینا پڑا۔

☆ یمن کے بادشاہ حسان نامی نے ایسا ارادہ کیا تو فہر نے اس کا مقابلہ کیا اور شکست کھا کر بھاگ گیا۔

☆ ابرہہ نے حضور اکرم ﷺ کی ولادت سے ایک سال قبل قلعہ شکن ساتھیوں سے حملہ کیا، لیکن یہ ساری فوج عرفات ومنیٰ کے میدان میں تباہ کردی گئی

،اس تباہی کا ذکر قرآن مقدس کی سورۂ الفیل میں موجود ہے۔

☆ آشرم، جو کیتھولک مذہب کا زبردست حامی تھا۔ اس نے بے بہا دولت خرچ کر کے گرجا بنایا کہ کعبہ کی عظمت میں فرق آجائے مگر ایسا نہ ہوا تو 40 ہزار فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا مگر ذلیل لوٹا۔

☆ قراطمہ، نے بے حرمتی کی ،حرم کعبہ میں حجاج کو شہید کیا، حجرا اسود کو کئی دن تک کعبہ سے دور رکھا۔ آخر قراطمہ ہلاک ہوئے اور آج کعبہ بھی ہے اور عظمت کعبہ بھی۔

☆ یزید پلید، حرم کعبہ میں بے حرمتی سے داخل ہوا۔ وہ تباہ ہو گیا مگر بیت اللہ کی عظمت آج بھی اسی طرح ہے جیسے روز اول تھی اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گی

مسائل

☆ مسواک کرنا، غسل کرنا، خوشبو لگانا، نئے کپڑے پہننا، عید گاہ کو پیدل جانا نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا مسنون ہے۔

☆ جس کے ذمہ قربانی واجب ہے اس کو ذی الحجہ کا چاند دیکھ کر خط نہ بنوانا اور ناخن نہ اتارنا مستحب ہے۔

☆ 9 ذی الحجہ کی فجر سے 13 کی عصر تک جماعت کے بعد ہر مکلّف مرد پر ایک مرتبہ تکبیر "اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر ولِلّٰہ الحمد" پڑھنا واجب ہے

☆ ہر مسلمان مکلّف مرد و عورت، مقیم، صاحب نصاب پر صرف اپنی طرف سے قربانی واجب ہے دوسروں کی طرف سے مستحب۔

☆ اونٹ، گائے، بھینس، بکری، دنبہ، مینڈھا کے سوا کسی جانور کی قربانی جائز نہیں، نر مادہ کا حکم ایک ہے۔

☆ جانور، تندرست، صحیح اعضاء ہونا ضروری ہے۔

☆ بیمار، بہت لاغر، اندھا، لنگڑا، کان، ناک، کانا، دم، تھن تہائی سے زیادہ کٹے ہوں تو قربانی جائز ہوگی۔

☆ اونٹ کی عمر پانچ سال، گائے کی عمر دو سال، بکرے مینڈھے کی عمر ایک سال سے کم نہ ہو، اپنے ہاتھ سے کرنا افضل ہے۔

☆ گوشت کے تین حصے کئے جائیں، ایک حصہ خود لے، دوسرا احباب، تیسرا غربا میں تقسیم کرے، اگر تمام گوشت گھر میں استعمال کرے یا تمام ہی مستحقین میں تقسیم کیا جائے تو مضائقہ نہیں۔

مکتوبات مدینہ

محترم قارئین ! آئندہ اوراق میں مکتوبات مدینہ مطالعہ فرمائیں گے ان مکتوبات میں جہاں سوز و گداز کی دولتیں ہیں وہاں معلومات کا بہرہ وافر بھی ہے مدینہ منورہ سے قلبی اور روحانی تعلق کی بنا پر ان کو پڑھا جائے۔ان شاء اللہ دل دیار حبیب کی پر کیف یاد سے مسرور ہوگا (مرتب)

مولانا شبیر احمد ہاشمی کے نام

عزیز القدر! عزیزم مولانا ابوالفتح شبیر احمد صاحب ربہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ محبت نامہ ملا، خیریت وکوائف جامعہ سے اطلاع ہوئی۔ جامعہ اور اس کے خدام اراکین، معاونین کے لیے دعائیں کر رہا ہوں، آپ نے سرزمین حجاز مقدس کے کوائف طلب کئے جب منٹگمری یہ ذکر ہوا تھا، کہ ڈائری لکھنا تو معذرت کر دی تھی کہ وہ لمحات قیمتی ہیں مگر پھر دوبارہ اصرار ہے تو چند کلمات مختصراً درج ہیں۔

6 اپریل کا دن کراچی میں انتہائی تشویش کا دن تھا کہ میرا ویزہ مکمل نہ ہوسکا تھا میں نے سرزمین مدینہ میں ننگے پاؤں چلنے کی نذر مان رکھی تھی۔ حضرت فقیہ اعظم نے فرمایا کہ یہ ارادہ ملتوی کر دو تو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ کام بن جائے گا کہ حضور اکرم ﷺ رحیم ہیں کریم ہیں وہ نہیں چاہتے کہ کوئی ہمارا مسافر جو منظور ہو وہ یہاں آ کر ہمارے ہاں پاؤں زخمی کرے تکلیف اٹھائے اور اس نذر کا کفارہ دے دینا۔ چنانچہ ارادہ ملتوی کیا تو ویزہ بننے کی اطلاع مل گئی۔

7 اپریل کو ہوائی اڈہ پر جہاں سے آپ بھی تھے، چوہدری سلیم، چوہدری عصمت اللہ جامعہ فریدیہ کے چند تربیت یافتہ آج کل کراچی میں خطیب ہیں عزیزم محمد طیب عقیل نے ہمیں احرام کی حالت میں سنہری ہار پہنائے کچھ تحائف بھی دیئے، تمام حجاج کا ایک ہی لباس میں ہونا یوں معلوم ہوتا تھا کہ اہل قبور اپنے کفنوں میں اپنے رب کے بلاوے پر لبیک لبیک کہتے نکل آئے ہیں۔ ٹھیک نو بجے دن جہاز نے پرواز کی، ہمیں اعلیٰ قسم کی سیٹیں مل گئیں، پرواز سے چند منٹ قبل کیپٹن جہاز نے لاؤڈ سپیکر پر

کہا کہ ”حجاج کرام آپ کو مبارک ہو کہ آپ ابھی دیار حبیب کی طرف چلنے والے ہیں ” کیپٹن کے ان الفاظ نے عشاق اور اہل دل حجاج پر گہرا اثر کیا، کیپٹن نے یہ بھی بتایا کہ جہاز 31 ہزار فٹ کی بلندی پر اڑے گا، چنانچہ جہاز بادلوں سے اوپر پرواز کرتا رہا ، موسم ابر آلود تھا اس لیے سمندر صرف آدھا گھنٹہ دکھائی دے سکا، پونے چار گھنٹے میں سرزمین حجاز میں جدہ کے ہوائی اڈہ پر اترا، جہاں سے اتر کر سامان چیک کرایا اور مکہ مکرمہ کی راہ لی، اب دیار حبیب کے لوگوں سے واسطہ پڑا ہے پیارے اور بھلے معلوم ہوتے ہیں، جدہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہماری بس کے انجن سے دھواں نکلا، حجاج خوف زدہ ہوئے مگر جلد ہی اضطراب ختم ہو گیا۔ مکہ مکرمہ کی حد شروع ہوئی، حاجی بیک وقت لبیک لبیک آنسوؤں اور بھرائی ہوئی آوازوں کے ساتھ کہہ اٹھے، معلم اکبر کے مکان پر گئے، سامان رکھا اور بیت اللہ شریف کی حاضری دی، کعبہ کے گرد ہزاروں پروانوں، مستانوں، دیوانوں کو چکر کاٹتے آنسو بہاتے، چیختے، چلاتے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے دیکھا۔ حجر اسود چومنے کے لیے کافی ہمت محنت کی ضرورت تھی، الحمد للہ کہ فقیر نے تمام مشقتوں کو برداشت کرتے ہوئے بارہا چوما، طواف اور عبادت کی مصروفیتوں نے شہر کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔

10 اپریل کو مکہ مکرمہ سے منی شریف کی طرف روانگی ہوئی ہے۔ مسجد خیف کے قریب ہمارا خیمہ ہے، پاکستانی سبیل اور سفارتخانہ بالکل قریب ہیں، پاکستانی شفا خانہ بھی متصل ہے۔

11 اپریل کو لاکھوں حجاج نے میدان عرفات کا رخ کیا ہے، ہر فرد محرم نظر آتا ہے، تلبیہ کی آوازوں سے فضا گونج اٹھی ہے، نجدی پولیس انتظام بھی کر رہی ہے

اور تلبیہ بھی زبان پر ہے، شاہ فیصل خطبہ کے لیے آ رہا ہے ہزاروں فوجی سپاہی ایک ہی لباس میں ان کے منتظر ہیں۔ حد نگاہ تک خیمے ہی خیمے دکھائی دے رہے ہیں یہاں کے ذرے پیارے معلوم ہوتے ہیں، اس میدان میں لاکھوں غوث، قطب، ابدال، اوتاد شامل ہوتے ہیں، انہیں کا صدقہ اللہ ہم جیسے گناہ گاروں کو بھی معاف کر دیتا ہے اسی دن شام کو واپس ہونا تھا، چنانچہ بعد نماز مغرب وہاں سے نکلے گئی رات مزدلفہ شریف ٹھہرے صبح کو رمی کرنے یعنی شیطان کو کنکریاں مارنے کے لیے اسی میدان سے کنکریاں تلاش کر لی ہیں۔

یہ 12 اپریل ہے، منی میں سید خلیل احمد قادری، میاں احمد صاحب شرقپوری، میاں غلام احمد صاحب شرقپوری سے خصوصی ملاقاتیں ہو رہی ہیں۔ قربانیاں دی جا رہی ہیں، ہزاروں اونٹ، گائے، بکریاں ذبح ہوئی پڑی ہیں، ذبح کرنے والے ایسے مشاق ہیں کہ اونٹ کو ذبح کرنے میں مصروف دو چار منٹ لگتے ہیں، رمی جمار کے بعد سر منڈا رہے ہیں۔ دو روپے اجرت ہے اکثر حاجی منی میں دو دن ٹھہر کر آ گئے، ہم تیسری رات بھی رہے ہیں۔ مسجد خیف شریف میں رات بسر کی اس قبہ مبارکہ میں نفل پڑھے ہیں جہاں حضور اکرم ﷺ نے قیام فرمایا تھا، تیسرے دن ہم مکہ مکرمہ کی جانب قصداً پیدل روانہ ہیں۔

یہ 13 اپریل کی بات ہے راستہ میں وادی محصب شریف سے گذر ہوا۔ جس میں سرکار دو عالم ﷺ نے رات بسر فرمائی اور اس مسجد کی زیارت بھی ہوئی جہاں بابا آدم علیہ السلام اور حوا علیہ السلام میدان عرفات سے واپسی کے بعد ٹھہرے، مسجد جن میں گذر ہوا، جہاں سرکار دو عالم ﷺ نے جنوں کو خطبہ اور وعظ فرمایا، توحید بتائی اور اپنی

نبوت کا اظہار فرمایا، اب ہم ارکان حج سے فارغ ہو گئے ہیں۔ سامان ایک مکان میں ہے رات حرم شریف میں بسر ہوتی ہے، وقت گذر رہا ہے، بیت اللہ شریف کی دیواروں کو تھامتے ایک خاص کیف پیدا ہوتا ہے۔ الحمد للہ جو دعائیں میں نے اپنے لیے کی اپنے دوستوں کے لیے بھی کی، دوست، رفقا سب یاد آرہے ہیں، فوت ہونے والوں میں سے اکثر و بیشتر مجھے میرے دادا مرحوم پیر جمال شاہ اور ماموں صاحب نیز سردار نور احمد ڈوگر جو میرے قبلہ والد محترم گرامی قدر کے خاص مشفق و مہربان تھے یاد آتے ہیں اور ان کے لیے دعا مغفرت کر دیتا ہوں، اب جی چاہتا ہے بلکہ اضطراب ہے کہ بیت اللہ شریف تو دیکھا آب زمزم پیا، طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان دوڑے، بیت اللہ کے جلوے دیکھے، اب حبیب اللہ ﷺ کے ہاں حاضری دی مگر سعودی حکومت نہیں مانتی، وقت گزر رہا ہے دل بے چین ہے کہ مقصود حقیقی وہی ہیں۔

ہوتے کہاں خلیل و بناء کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل
روشن انہیں کے نور سے پتلی حجر کی ہے

23 اپریل کو بارگاہ رسالت مآب میں بطفیل سیدنا گنج شکر رضی اللہ عنہ استغاثہ کر رہا ہوں کہ یارسول اللہ اب تو کرم فرمایئے! اس سلسلہ میں دعا کے لیے قطب الوقت میاں صاحب بسی شریف کو خط بھی لکھا ہے، دعا فرمائیں، مدینہ پاک میں جلد حاضری ہو۔

24 اپریل کو نماز ظہر کے بعد مجھے معلم کی طرف سے اطلاع ملتی ہے کہ حکومت پاکستان سے سفارتخانہ کو ہدایت بھیجی ہے کہ اسے 4 مئی سے قبل واپس کر دیا جائے لہذا تم فورا تیاری کرواور مدینہ پاک آٹھ دن گذار کر واپس چلے جاؤ۔آج مجھے مدینہ طیبہ جانے کی خوشی ہے، بیت اللہ شریف، حضرت فقیہہ اعظم اور اپنے ساتھی ڈاکٹر حسن محمد صاحب سے جدائی کا صدمہ بھی ہے، بارگاہ اقدس میں دعائیں کیں، چند گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ ہم تینوں مدینہ پاک جا سکتے ہیں، رات خوشی خوشی بسر کی، تہجد کے وقت طواف الوداع کر رہے ہیں، بیت اللہ شریف سے الوداعی ملاقات ہے، عجب سماں ہیں، دعائیں التجائیں شروع ہیں۔

25 اپریل کو صبح ہمیں رفقاء مدینہ پاک کی جانب روانہ کر رہے ہیں، ٹکٹوں کا مطالبہ کرتے ہیں اور ٹکٹ جہاز سے اترتے ہی ہم سے لے لیے گئے تھے۔آخر جدہ پاک تک پہنچے وہاں سے دس روپیہ فی کس کے حساب سے ٹیکسی لی ہے، ساڑھے تین سو میل کا راستہ ہے صحرا ہی صحرا ہے، پتھریلی زمین، گھاس، بوٹے درخت خال خال دکھائی دیتے ہیں، کہیں سو پچاس میل کے بعد ہوٹل آتا ہے، مولانا غلام رسول مرحوم کے اشعار سب یاد آ گئے ہیں، ذوق سے لطف سے مزے لے لے کر پڑھ رہا ہوں ہماری ٹیکسی جانب مدینہ جاری ہے۔اس کے ساتھ ہی میرے ایمان و جان کے والی آقا و مولی ﷺ کی ہجرت کا واقعہ یاد کر رہا ہوں کہ آج ترقی یافتہ دور میں اتنی مشکل منزل ہے تو اس وقت کیا ہوگا، آٹھ گھنٹہ تک ٹیکسی پہاڑوں وصحراؤں کو عبور کرتی ہوئی بیر علی رضی اللہ عنہ تک پہنچ چکی ہے، یہاں بھی کچھ ایسے واقعات وکوائف نظر سے گذر گئے، اچانک گرمی سردی بدل گئی، دھوپ کی جگہ بادل نے لے لی ہے، تلخی کی راحت

جلوہ گر ہے، ایک پیچھے بیٹھا لڑکا چلاتا ہے "حجاج جاء المدینۃ "بس کیا ہے، حجاج کی کیفیت رب ہی جانتا ہے، ٹیکسی چونگی پر رکی ایک مدنی صاحب پہنچ کر ہم سے خیریت پوچھتے ہیں، جب انہیں منٹگمری اور بصیر پور بتایا گیا تو کہنے لگے، پاک پتن شریف کے قریب؟ سبحان اللہ! میرے گنج شکر کی نگری کا ذکر یہاں بھی موجود ہے ،اڈے پر اتر رہے ہیں، دیواریں اور پتھر چومنے کو دل بے چین ہے، غسل و وضو کے بعد سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دے رہے ہیں، حکیم طفیل محمد صاحب کے دو خط یہاں سے پہلے موجود ہیں، ان کے اور ان کے رفقا کے سلام بھی پہلی حاضری میں پیش کر دیئے ہیں۔ الحمد للہ اس ناکارہ خلائق سیاہ کار کو یہ سعادت نصیب ہو رہی ہے، والدین، احباب، عزیز، دوست جامعہ اور اس کے خدام سب کو دعاؤں میں یاد رکھ رہا ہوں، الحمد للہ حضرت مولانا شیخ ضیاء الدین صاحب مدنی جو بلا شبہ قطب مدینہ کا مقام رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں قیام ہے مکہ پاک سے روانہ ہوتے ہیں میں نے دل میں کہا تھا کہ دیکھیں کل ہم حضور انور ﷺ کے مہمان ہوں گے، کیسی مہمانی فرماتے ہیں، پہلی دعوت وضیافت علماء مصر وشام کے ساتھ دی، اللہ اللہ قربان ہو جائیں وہ دل کے رازوں کو بھانپتے ہیں، روحانی وجسمانی ضیافت کا ایسا عجیب وغریب منظر ہے کیا کہنا یہی علماء وفضلا مل کر عربی میں قصیدہ خوانی کر رہے ہیں جو اپنی مثال آپ ہے۔

یکم مئی کو زیارت کے لیے نکلے ہیں۔ سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے باغ کی زیارت کر رہے ہیں، اس میں دو کھجوریں موجود ہیں جو حضور اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لگائی ہیں یہ باغ سرکار ﷺ کے حکم سے لگایا گیا تھا، فرمایا گڑھے تم کھود دو پنیری میں خود لگاؤں گا۔ ان دو کھجوروں کا پھل مالی تبرک کے لیے

بیٹھا ہے۔فی کھجور ایک روپیہ قیمت ہے۔ہم نے چند کھجوریں لی ہیں اور تقسیم کی ہیں ، یہاں سے فارغ ہو کر مسجد قبا شریف میں حاضر ہیں اس مسجد کے متعلق سرکار فرماتے ہیں جو مسجد قباء میں دو رکعت نفل پڑھے اسے عمرہ کا ثواب ہے، یہاں نوافل پڑھ رہے ہیں، بوقت ہجرت حضور اکرم ﷺ نے یہاں قیام فرمایا تھا جس پتھر سے اونٹنی نے پانی پیا وہ بھی موجود ہے، سیر خاتم کی زیارت کرر ہے ہیں، اس کنویں کے کنارے پر سرکار دو عالم ﷺ بیٹھے تھے، اب یہ خشک ہے، اسی کنویں میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پاک گم ہوئی تھی، اسی وجہ سے اسے بیئر خاتم کہا جاتا ہے۔

مسجد غمامہ کی زیارت کرر ہے ہیں، اس مقام پر غالبا بدلی نے سرکار پر سایہ کیا اور اسی وجہ سے یہ نام مشہور ہوا ہے، یہاں سے فارغ ہو کر جبل احد شریف پر گئے یہ وہ پہاڑ ہے جس کے متعلق سرکار فرماتے ہیں کہ احد ہمیں پیار رکھتا ہے ہم احد کو ، یہاں شہدائے احد کے مزارات ہیں جو معمولی نشان ہی قائم رکھے گئے ہیں، سیدنا حمزہ، حضرت عقیل، معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے مزارات یہیں ہیں۔

بیئر رومہ یہ وہ کنواں ہے جو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے خرید کر اللہ کی راہ پر مسلمانوں کی سہولت کے لیے وقف کر دیا تھا ،اس کی زیارت کرر ہے ہیں اب یہ خشک ہے، البتہ ساتھ ہی ٹیوب ویل نصب ہے جس کے ذریعہ اچھا خاصہ باغیچہ ہے۔سعودی حکومت یہاں سے چڑیا گھر بنا رکھا۔اعلیٰ نسل کی گائیں بھی موجود ہیں۔جنت البقیع شریف میں حاضر ہیں۔نجدی حکومت نے مزارات مسمار کر دیا ہے، معمولی پتھر نشانات ہیں کسی کے بتانے سے پتہ چلتا ہے یہ کس کا مزار ہے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا و دیگر بنات مصطفیٰ ﷺ آپ کے صاحبزادہ سیدنا ابراہیم علیہ

السلام، سیدنا امام مالک، سیدنا عثمان غنی، حلیمہ سعدیہ، فاطمہ بن اسد والدہ علی المرتضیٰ حضورِ اکرم ﷺ کی پھوپھیاں رضی اللہ عنہم یہیں جلوہ فرما ہیں۔ سب کے ہاں حاضری دی، سرزمین طیبہ ہے، دیارِ حبیب ہے، جنت کی گلیاں

بلکہ نہ جنت نہ جنت کی گلیوں میں دیکھا
مزہ جو مدینہ کی گلیوں میں دیکھا

اور یہ نکارہ خلائق ہے کیا اچھا ہو کہ سرکارِ دوعالم ﷺ سگانِ طیبہ میں میرا بھی نام شمار فرما لیں مگر کہاں یہ قسمت کر سگانِ طیبہ میں میرا نام بھی شمار، مدینہ طیبہ کے کتے دیکھنے کا شوق ہے ایک دن تو بڑی کوشش کی ہے مگر ناکامی ہوئی۔ دن کو بازاروں میں نظر نہیں آتے۔ البتہ رات حرم شریف کی طرف جانا ہوتا ہے، تو زیارت کر لوں، زیارت ایمان میں تازگی، روح میں فرحت پیدا ہوتی ہے۔ اب براہ کرام ایسی سفارش مت کریں جس سے میرا وقت ضائع ہو۔

نوٹ: ہمارے ٹکٹ پر واپسی 28 مئی کو درج ہے، حکومت پاکستان نے مجھے 6 مئی کو واپس بلایا، مگر دل نے اجازت نہ دی، ایمان نے ساتھ نہیں دیا، غیرت نے گوارہ نہ کیا کہ محض اپنی ملازمت کے ڈر کے باعث یا جامعہ اسلامیہ میں امتحان نہ دے سکنے کے باعث 28 مئی سے پہلے ہی چلا جاؤں جن کے ہاں حاضر ہوں وہ خود انتظام فرمائیں گے۔ الحمدللہ سرکار نے مزید دن اپنے پاس رکھ لیا ہے اور یہ محض عنایت ہے ورنہ آٹھویں دن کی واپسی کرواتے ہیں۔ احباب رفقاء اساتذہ طلبہ، اہلِ محلّہ، احباب شہر کو میرے محبت بھرے سلام کہیئے اور ان سے دعا کرواتے رہیں۔

اساتذہ جامعہ کے نام

چلا ہوں پھر مدینے میں عشق مصطفیٰ لے کر
انہیں آرزو لیکر انہیں کا آسرا لیکر
قدم اٹھے جو کوئی مصطفیٰ کا حوصلہ لیکر
مدد کو آگیا فضل خدانام خدا لیکر
کرم پہ کرم ہو گا عطا پر یہ عطا
نہ در سے اب کبھی لوٹوں حضوری کا مزا لیکر

حضرات گرامی قدر اساتذہ کرام دامت برکاتہم العالیہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے سلام و پیام دربار گوہر بار میں عرض کر رہے ہیں، دعا ہے کہ آپ بھی حاضری دیں امید ہے کہ جامعہ فریدیہ کی خدمات باحسن انجام دے رہا ہوں گے ،آپ کو معلوم ہے کہ مجھے ویزا نہیں ملا تھا اور برادران حکیم طفیل محمد خان، حبیب اللہ کامیاب ہو گئے تھے، میری محرمیوں کی حکایت طویل دوراز وکوتہ سنجیوں کا سلسلہ لمبا ہے، مگر رحمت باری بیکراں اور فضل خداوندی بے حساب ہے بڑے بڑے مجرموں کی سیاہ کاریوں کے دفتر اس کے بحر و کرم کے ایک قطرہ سے دھل جاتے ہیں۔

سمجھتا تھا سیاہ کاری میں اپنی فزوں حد سے
مگر دیکھا کرم تیرا تو اس سے بھی سوا پایا

میں نے اپنے رفقا کو ملتان تک چھوڑنے کا ارادہ کیا، مگر ان کی محبت اور اصرار نے کراچی تک تیار کر لیا، صرف دو جوڑے بیگ میں ڈالے اور تین دن بعد

واپس آنے کا وعدہ کر کے روانہ ہوگیا، کراچی میں ہم نے عمدۃ السالکین پیر صوفی سید محمد فاروق صاحب کے ہاں قیام کیا، آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے اہل دل بزرگ ہیں ،خان حبیب اللہ خان صاحب کا سلسلہ عقیدت ان سے وابستہ ہے۔12 کو جہاز چلنا تھا، جی چاہتا تھا کہ حاضری ہو مگر کیا کر سکتا مخدومی صوفی صاحب موصوف نے اپنے ایک عقیدت مند سعید الحسن رحمانی سے بھی کوشش کرنے کو فرمایا بارہ کی صبح ہوگئی ناکامی ہے، 11 بج گئے مایوسی ہے، 3 بجے بعد دوپہر جہاز چلنا ہے۔12 بجے سٹیٹ بنک کے کنٹرولر حنفی صاحب نے مجھ کو اندر بلایا اور پی فارم منظور کر لیا یہی پہلے انکار کر چکے تھے، میں نے وفود محبت میں آبدیدہ ہو کر ان کا ہاتھ چوم لیا کہ دراصل کوئی اور قوت اس ہاتھ میں کارفرما تھی۔ورنہ تو انکار ہی کر چکے تھے۔

جہاز چلنے سے آدھا گھنٹہ قبل پلیٹ فارم پر مجھے ٹکٹ مل گیا، اتفاق سے راستہ میں کراچی کے ممتاز تاجر اور میرے دوست سیٹھ آدم جی صاحب ملے، واقعہ سُن کر خوش ہوئے اور فوراً میرے لیے سفری بسترہ، ٹوٹا گلاس اور احرام کی چادریں اپنی طرف سے پیش کیں۔مقررہ وقت پر جہاز روانہ ہوگیا۔خان عظمت اللہ خان، اختر خان، ریاض حسین خان، انور خان نے الوداع کہا میں اور میرے رفقاء اکٹھے ہیں۔حضور اکرم ﷺ کے بے پناہ کرم کو دیکھتے ہوئے شرم سے نظر نیچی ہے۔اپنے گناہوں کا تصور ان کا کرم عجیب رنگ پیدا کر رہا ہے۔جہاز میں ایک ہفتہ گذر گیا، خشکی کا نام و نشان نہیں ،بس اوپر نیلا آسمان اور نیچے نیلا سمندر ہے "لو کان البحر مدادا لکلمات " کی تفسیر واضح ہے کبھی کبھار ساحل عرب کی پہاڑیاں نظر آتی ہیں۔عدن میں جہاز نہیں روکا ،بحیرہ احمر میں ہچکولے لگے ہیں۔کراچی کے ایک صاحب قمر الاسلام نامی نے جہاز

کے کیپٹن مسٹر سہیل سے میرا ذکر کیا، انہوں نے اپنے دفتر بلایا اور چائے پیش کی اور جہاز میں ہر سہولت کی پیشکش کی۔ 18 اپریل کو ساحل جدہ پر جہاز رکا، مگر شدید طوفانی لہروں کے سبب پورے 24 گھنٹہ تک پلیٹ فارم پر نہ لگ سکا کہ چٹانوں سے ٹکرا جانے کا خطرہ تھا، ہم محازات یلملم سے ہی پھر ایک مرتبہ اپنے رب کریم کو خوش کرنے کے لیے کفن بردوش ہو گئے ہیں، میقات سے گذرتے وقت شدید بارش تھی۔

19 اپریل کو اتر کر پاکستانی شفاخانہ کے ڈریسر حاجی محمد شریف صاحب کے مکان پر تھوڑی دیر رک کر مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے، نماز جمعہ وہیں ادا کی، باب العمرہ سے داخل ہوئے ہیں شرمندگی سے سر جھک گئے ہیں۔ کعبۃ اللہ پر پہلی نگاہ پڑتے ہی جو دعا کی گئی ہے وہ جامعہ فریدیہ اس کے خدام اور کارکنان، معاونین، اساتذہ اور طلبہ کی ترقی برتری کے لیے تھی، اور تمام اہل اسلام کے لیے جب ہم نے یہ عرض کی، الٰہی قبرص، فلسطین، کشمیر اور ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرما تو ایک ہندوستانی بوڑھی دھاڑیں مار کر رونے لگی ہزاروں افراد پروانہ وار گرد کعبہ گھوم رہے ہیں سب ہی کچھ ایسے رنگ میں ہیں۔

ملتزم سے لپٹے ہوئے ایک بوڑھے ملتانی کے درد بھرے یہ الفاظ مجھے نہیں بول سکتے "اللہ سائیں خیر تھیں مدنی ماہی دا بوہا ڈکھائیں" بابا الوداعی طواف کے بعد مدینہ طیبہ روانہ ہو رہا تھا، مقام ابراہیم کے کمرہ کے سبب مطاف تنگ تھا۔ اس کمرہ کو شہید کیا گیا ہے۔ اور صرف پتھر اطہر کو مضبوط شیشہ میں وہیں رہنے دیا گیا ہے۔ اب حضور اکرم ﷺ کے مبارک قدم کی زیارت بھی ہو جاتی ہے۔ الحمدللہ یہ سعادت اسی مرتبہ حاصل ہوئی ہے۔ ملتزم سے لپٹ کر یا حطیم میں بیٹھ کر جو ذوق ہے وہ باپ کے دست

شفقت ماں کی محبت بھری گود میں کہاں؟ طواف سعی اور سر منڈوانے سے ہمارے عمرہ کی تکمیل ہوگئی، معلم اکبر کے ہاں ٹھہرے ہیں۔ نہایت مسرت سے ملے مرحبا کہا ضیافت کی اور بارش کی تباہ کاریاں کا تذکرہ کیا میں نے اپنی عمر میں ایسی بارش کبھی نہیں دیکھی ان کی عمر 80 برس کے قریب ہے حرم کعبہ میں 4 فٹ تک پانی ہو گیا متعدد انسانی جانیں، موٹریں، کاریں تباہ ہوگئیں، حکومت کا کروڑ ہا روپیہ کا نقصان ہوا۔

22 اپریل تک سرزمین مکہ مکرمہ میں قیام کیا، اسی دن اچانک ہم کعبہ میں پولیس کے دستے داخل ہو گئے ہیں نہ معلوم کیوں؟ تھوڑی دیر بعد ایک سفید ریش بزرگ آتے ہی ان کے لیے سیڑھی لگا دی گئی ہے وہ دہلیز باب کعبہ پر چڑھ کر مقدس دروازہ کھولتے ہیں۔ انسانوں کا ہجوم عشاق کا اژدہام ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا ہے کہ داخلہ نصیب ہو مگر نجدی پولیس کا مقابلہ معمولی بات نہیں، میں اور حکیم صاحب بھی یہی چاہتے ہیں مگر ناکام رہے کعبہ اطہر کے اندر کے مقدس ستون کی زیارت کا شرف مل گیا ہے، وللہ الحمد

مطاف میں حضرموت کے جید عالم علی القاشی مکہ مکرمہ کے جلیل القدر شافعی بزرگ اسماعیل الجمال سے تعارف ہوا، پہلے ہی سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہم 22 کو طواف کیا اور دیار حبیب ﷺ کی جانب راہ لی، جدہ پہنچنے کے بعد وہاں سے مدینہ طیبہ کے لئے ٹیکسی لی، یہ گاڑی Impala ہے، حیران ہوا کہ عرب کے گڈریئے حضور اکرم ﷺ کے صدقہ سے اس قدر امیر ہوئے ہیں کہ امپالا جیسی عمدہ گاڑیاں ہزاروں کی تعداد میں گھوم رہی ہیں۔ صلوۃ والسلام کے ساتھ ہم نے جدہ سے سفر شروع کیا ہے۔ الحمد للہ پھر ایک مرتبہ سرزمین طیبہ کی جانب سفر نصیب ہو رہا ہے۔ ہمارے

ڈرائیور صاحب کچھ تلخ مزاج واقع ہوئے ہیں، وہ مجھ سے کچھ ناراض بھی ہو گئے ہیں کہ میں نے ان کو ذرا تیز چلانے کی درخواست کی تھی بجائے گاڑی تیز کرنے کے وہ خود تیز ہو گئے اور میں جھک گیا ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے ذوق کے مطابق تصورات میں ڈوبا ہوا ہے۔

بدر شریف تک پہنچے ہیں، نماز عصر وہیں پڑھی ہے، شہدائے بدر کی یاد نے دل و دماغ قلب و روح کو تازگی بخشی ہے اس مقدس میدان پر نگاہ ڈالنے سے ہی تاریخ بدر شریف آنکھوں میں پھر گئی، تصور نے یقین کا سا روپ دھار لیا ہے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ حبیب انور ﷺ فوجی خیمہ میں بیٹھے ہوئے مختصر سادہ بے سروسامان لشکر کی کمان کر رہے ہیں، سیدنا معوذ اور معاذ جان دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں، ابو جہل سسکیاں لے رہا ہے کفار کے لاشے قلیب بدر میں پھینکے جا رہے ہیں، پیارے حبیب ﷺ آہ وزاری کے ساتھ اپنے رب سے عرض کر رہے ہیں اے اللہ! آج تو نے اس مٹھی بھر لشکر کی مدد نہ کی تو قیامت تک کوئی تیرا نام لیوا نہ ہوگا۔

ہم ہیں غرق تصور ہیں اور ڈرائیور ہے جو ہارن پر ہارن دے رہا ہے، مدینہ طیبہ کی سرزمین قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی ہے یا ہمارے مقدر کا ستارہ اونچے سے اونچا ہو رہا ہے، بدر شریف سے آگے بڑھے ہیں، خیف البرعی کے مقام سے گذر ہوا، یہاں سیدنا عبدالرحیم البرعی کا مزار ہے، ان کی روح کو ایصال ثواب کیا، یہی وہ بزرگ ہیں جو مختلف بہانوں اور شکلوں میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہونے کی کوشش کرتے رہے، اور بار بار روک دئے جاتے ہیں ان کا عربی میں ایک طویل قصیدہ بھی ہے جس کا ایک شعر مجھے یاد ہے جس سے حضور اکرم ﷺ سے کمال محبت کا پتہ چلتا ہے

لـو كـان قبـر كانى فى السماء لا زوره

اجـعـل قـلبـى لـلسـمـا ء مفتاحا

حضور آپ کی قبر آسمان میں بنی ہوتی، تو میں زیارت کرتا اور اپنے
دل کو آسمانوں کے تالوں کی کنجی بنا لیتا"

سرزمین طیبہ قریب ہو چکی ہے، بلدیہ کی حدود نظر آنے لگی ہیں۔

بوئے یار مہر بانم مے رسد
بوئے جانا سوئے جانم می رسد
باز آمد آب مادر جوئے ما
باز آمد شاہ مادر کوئے ما

22 نماز مغرب سے چند لمحات قبل ہم گنہ گاروں کو حرم مدینہ طیبہ کے اندر داخلہ ملا ہے۔ حیران ہوں کہاں یہ بے مایہ مشت خاک اور کہاں سید الانبیاء ﷺ کا آستانہ پاک ہم اس سرزمین میں داخل ہو چکے ہیں کہ اگر قدسیوں کو بھی چلنا نصیب ہو تو ان کے شرف کا نصیب جاگ اٹھے اور کہاں یہ سیاہ کار اس سرزمین پر قدم رکھنے کی جرأت کر بیٹھے، عراقی کا شعر یاد آ گیا، اس نے کہا، ناپاک سجدہ سے زمین چیخ اٹھتی ہے تو ہم سیاہ کاروں کے نجس قدموں سے سرزمین طیبہ کا کیا علم ہوگا،

بہ زمیں چوں سجدہ کر دم ز زمیں ندا بر آمد
تو مرا خراب کر دی بہ ایں سجدہ ریائی

ہم اس سرزمین پر اتر چکے ہیں، جہاں پاؤں سے جوتے اتارنا تو کیا اگر تن سے سر اتار کر رکھ دیا جائے، اہل دل اسے نذرانہ کہیں اور اس سودے کو ارزاں سمجھیں۔

متاع وصل جانا بس گراں است

گر ایں سود ا بجا ں بودے چہ بود ے

ہم اس مقدس زمین میں ہیں جسے حضور اکرم ﷺ کے قدم چومنے اور قیامت تک حضور اکرم ﷺ کو اپنے اندر رکھنے کا شرف حاصل ہے۔یہ وہ زمین ہے جس کے بارے میں عشاق کا نظریہ یہ ہے۔

دیں اور کو حضور پیام زندگی

ہم موت ڈھونڈتے ہیں زمین حجاز میں

اقبال مرحوم نے بھی کہا

آرزودام کہ میرم درحجاز

ہم نے گاڑی سے سامان اتارلیا ہے اوراپنے مہربان میزبان شمس الدین عبدالرحمان کے مکان پر پہنچے ہیں ۔یہ ہمیں خوشی ومسرت سے پھولے نہیں سماتے ،انہیں ہمارا پہلے ہی انتظار تھا ایک پورا مکان ہمارے لیے مفت ریز وہے،ایک کمرہ ہمارے سامان دوسرا برادرم خان حبیب اللہ خاں اوران کی اہلیہ،اور تیسرا کمرہ میرے اورحکیم صاحب کے لیے ہے،جزاہم اللہ،سامان غسل رکھا۔لباس بدلا اورعشاء کی نماز بعدہم سب اپنے دین وایمان کے آقا ﷺ کے حضور حاضر ہیں ۔صلوۃ وسلام کے تحائف پیش کئے جارہے ہیں الحمدللہ ثم الحمدللہ دعا ہے کہ آپ سب حضرات کوبھی یہ دولت نصیب ہوانہیں دونوں حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں شاہ حسین بھی حاضر ہوئے ہیں۔حسنین سے مراداردن کے شاہ حسین،مراکش کے شاہ حسن ہیں۔عینی شاہد کا بیان ہے کہ شاہ حسین جب مقدس جالیوں سے باہر نکلے تو آبدیدہ تھےاور چہرہ پر گردوغبار

موجود تھی، خیال ہے اس کے ہاشمی نوجوانوں نے اپنی مظلومی اور اردنی قوم کی زبوں حالی پریشانی جلاوطنی کی عرض ضرور کی ہوگی، شاہ حسن کو تو میں نے بالکل قریب سے دیکھا نیچی نگاہ کئے ہوئے ڈرتے جھجھکتے جھکتے بڑھ رہے تھے۔ مولانا حسن رضا کا شعر یاد آگیا

منگتے تو رہے، منگتے کوئی شاہوں میں ہی دکھلا دو
جسے میری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

یہ کوائف 22 اپریل طیبہ تک کے ہیں اور سرزمین طیبہ کی بات بشرط صحت و زندگی پھر اب ہم ہیں اور سرزمین طیبہ، عصیان مادر رحمت پرودگار، ایں رانہائے ست نہ آزانہائے بحمد تعالیٰ دعاؤں میں سب دوست احباب عزیز یاد رہتے ہیں، اپنے بارہ میں یہی کافی سمجھتا ہوں۔

جگہ تھوڑی سی دیدے بہر مدفن اپنے کوچہ میں
لگا میرے آقا میری مٹی بھی ٹھکانے سے

ابو النصر منظور احمد عفاءاللہ عنہ

مدینہ طیبہ سعودی عرب

5 مئی 1968ء

مولانا ابوظفر منظور احمد صاحب کے نام

حضرت مولانا علامہ ابوالظفر احب

ودیگر گرامی قدر اساتذہ کرام جامعہ فریدیہ ساہیوال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پہلا مکتوب مجھے ۳۱ دسمبر کو سرزمین طیبہ میں ملا، مجھے بے حد مسرت ہوئی کہ آپ نے پابندی وقت اور تعلیم میں تن دہی کا عزم صمیم کیا ہے جزاکم اللہ خیرا لجزاء ،خدائے قدوس جل مجدہ کا شکر ہے جس نے مجھ سیاہ کار ناکارہ خلائق کو سرزمین طیبہ کی پھر ایک مرتبہ حاضری نصیب ہوئی اور اس حاضری کا سبب وذریعہ حضور اکرم ﷺ نے حسن برادران بابادی ہٹی کو بنایا خدائے قدوس ان کے اس جذبہ محبت کو قبولیت سے نوازے، جزاھم اللہ خیر الجزا فی الدنیا و الآخرہ۔

14 دسمبر کو جب آپ حضرات اور دوسرے معززین شہر نے ہمیں رخصت کیا اس وقت بھی سب حضرات کے لیے دعائیں کی گئیں اور آج بھی کر رہا ہوں ،سیٹ ریزرو نہ ہونے کے سبب والدہ محترمہ کی تکلیف کا خطرہ تھا جو برادرم حاجی محمد حسین صاحب کی ہمت سے قدرت نے رفع فرمادیا۔خدائے قدوس انہیں جزائے خیر دے

گاڑی کے ڈرائیور تجمل حسین صاحب راستہ میں نہایت با اخلاق رہے جہاں کہیں ہمارے ملاقاتی آتے چار پانچ منٹ گاڑی لیٹ کر دیتے اور دعا میں شامل ہو جاتے 15 دسمبر کی صبح کو ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ گاڑی کراچی پہنچی، ہماری انتظار میں کراچی کے مشہور تاجر قاضی منظور احمد خاں کے بھائی محمود خاں موجود تھے۔کراچی میں ہماری

رہائش کا انتظام برادرم حاجی نذیر احمد خان صاحب سبزی منڈی ساہیوال نے کیا تھا کراچی کے سہ روزہ قیام میں حکیم طفیل محمد صاحب ہمارے ساتھ رہے، ٹیکے تصدیق کروائے، کرنسی حاصل کی، ویزے لگوائے حیدر آباد سے عزیز چوہدری منیر احمد، تھر پا کر سے حاجی جان محمد صاحبان جہاز پر الوداع کہنے آئے۔

کراچی میں سلسلہ چشتیہ کے مشہور روحانی راہ نما حضرت صوفی الحاج پیر محمد فاروق صاحب نے ایک تقریب میں شمولیت کی دعوت دی۔ جہاں کراچی کے علماء اہلسنت مولانا عبدالحامد صاحب بدایوانی، مولانا الحاج نورانی میاں، مولانا علامہ ازہری، مولانا حافظ محمد شفیع، مولانا مفتی ظفر علی، مولانا محمد حسین آف سکھر سے بھی ملاقات ہوئی 18 دسمبر کو دل کی عجیب کیفیت ہے کہ دیار حبیب پاک ﷺ کی جانب سفر کی دوسری منزل شروع ہونے والی ہے۔ ہمارے میزبانوں نے محبت بھرے انداز میں ہمیں الوداع کہی، سامان گاڑی پر لادا اور احاطہ کسٹم کا رخ کیا، کراچی تک کے رفیق حکیم طفیل محمد صاحب نے پاس لیا اور ہمارے ساتھ ہی سفینہ حجاج تک پہنچ گئے میرے دوست حاجی جان محمد سندھی کو پولیس نے جہاز پر جانے سے روکا تو انہوں نے قلی کا نمبر لگایا کہ ہمارے ساتھ جہاز کے اندر جا سکیں، ہزاروں افراد دورویہ قطار میں پھول لئے کھڑے ہیں۔

بعض چہرے انتہائی پر مسرت ہیں کہ دیار حبیب کے تصور پاک ان کے سب غم دور کر دیئے ہیں۔ اور جس سفر کے لیے روتے روتے بال سفید ہو گئے وہ آج نصیب ہو رہا ہے میری بوڑھی ماں بھی جہاز کو دیکھ کر بے حد خوش ہیں اور خوشی کے آنسو بہاتی ہوئی میرے لیے دعائیں فرما رہی ہیں۔ الحمدللہ بعض حضرات عالم حیرانی میں

تصویر بنے ہوئے ہیں اور بے ساختہ آہ وزاری جاری ہے اور ہم سے دعائیں کروا رہے ہیں۔میں نے جہاز میں جا کر اپنا کمرہ تلاش کیا اور قلی کو بتایا۔رفیق سفر حاجی محمد عبداللہ صاحب کا سامان بھی میں نے اپنے ہی کمرہ ہی میں رکھ لیا۔3 بجے جہاز کی سیڑھیاں اٹھا دی گئیں ،ہزاروں کا اجتماع کنارے کھڑا ہمیں حسرت بھری نگاہوں سے تک رہا ہے۔والدین پر بھی اپنے نیچے کھڑے بچوں کی جدائی کا اثر ہے۔یہ منظر وصل وفضل کا سنگھم تھا۔دنیا اور دنیا والوں سے جدائی ہو رہی ہے۔مگر دین وایمان کے والی پیارے محمد رسول اللہ ﷺ سے قریب ہو رہا ہے۔

الحمد للہ ۔4 بجے بعد نماز عصر ،تلاوت قرآن حکیم ،مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام ،نعرہ ہائے ورسالت کی گونج ،وجد آور نعت خوانی رحمات وبرکات کی بارش ،یاد محبوب ﷺ میں عشاق کے آنسوؤں کے ساتھ سفینہ حجاج روانہ ہوا۔تھوڑی دور تک جھنڈیوں سے سجی ہوئی کشتیاں ہمارے ساتھ گئیں ،جب ذرا سمندر گہرا ہوا تو وہ بھی حاجیوں کو سلام کہہ کر واپس آگئیں ۔سرزمین پاکستان نظروں سے اوجھل ہوگئی ۔اور دیار حبیب پاک کے تصورات نے دل ودماغ پر قبضہ کرلیا (ولحمد للہ)۔آج کا سارا دن رات نئے حاجی صاحبان اپنے ٹھکانے تلاش کرتے رہے جو ایک مرتبہ اپنی جگہ سے اٹھا پھر ایسی بھول بھلیاں میں پڑا کہ سارا جہاز گھوم مارا۔

میرے رفیق سفر حاجی محمد عبداللہ صاحب بھی ایسی بھول کا شکار ہوگئے۔امیر الحج صوفی منظور احمد صاحب کو علم ہوا تو وہ خود کمرہ تشریف لائے اور ریڈیو روم میں تقریر کرنے کی دعوت دی ۔چنانچہ صبح ،شام ،تقریریں ہوئیں جن سے مجمع بازوں کے مجمع ٹوٹ گئے اور حج وعمرہ کے مسائل پوچھنے کے لیے حجاج کا تانتا بندھ رہتا۔22 دسمبر کو

جہاز کی انتظامیہ نے ایک سندھی عورت کو پکڑا جو دو ماہ کی بچی کو افیم کھلا کر ٹوکری میں چھپا کر جہاز پر چڑھ گئی، خبر مشہور ہوئی تو میں بھی اس ننھی بچی کو دیکھنے گیا۔ میں نے پوچھا بہن اس بچی کی وجہ سے اگر تجھے واپس کر دیا گیا تو کیا فائدہ ہوگا۔ طیبہ شریف کی زیارت سے محروم ہو جائے گا، اس نے بڑے حوصلہ سے کہا بھائی فکر کی کوئی بات نہیں۔ مدینہ ضرور جاؤں گی اگرچہ بچی سمندر میں کیوں نہ ڈالنا پڑے۔ اس کے اس فقرہ نے بہت سے سامعین پر رقت طاری کر دی اور سب نے دعا کی، جہاز سے بذریعہ وائرلیس کراچی حکام کو یہ سایہ ماجرا بتایا گیا تو حکومت نے اس ننھی بچی کو بھی اجازت دے دی۔

آج عدن سے ذرا آگے گئے ہیں تو سمندر نے ذرا شوخی دکھائی ہوا کی تیزی کے سبب ہچکولے شروع ہو گئے، ہمارا کمرہ سطح پانی سے 20 فٹ اونچا ہے۔ مگر پڑوسی کمرہ میں موج کا پانی آیا تو خواتین گھبرا کر باہر آ گئیں، میں نے انہیں تسلیاں دی ’’اماں ڈرو مت۔ سمندر حاجیوں کو دیکھ کر وجد میں آ گیا ہے اور یہ پانی تمہارے قدم چومنے آیا ہے۔‘‘ وہ مطمئن ہو گئی۔

سمندر کا یہ حصہ بحیرہ احمر کہلاتا ہے۔ گرمی شدت کی ہو گئی۔ تمام جہاز میں پنکھے کھول دیئے گئے ہیں، پسینہ پھر بھی آ رہا ہے۔ 23 دسمبر کو جہاز نے میقات سے گزرنا ہے، حجاج و خواتین احرام کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ نماز عشاء سے قبل ۲۷ سو کے قریب حجاج نے احرام باندھ لیا ہے۔ ’’لبیك اللّٰھم لبیك کی دلنواز صدائیں ، مہمانوں خدائے قدوس کی آہیں عجیب رنگ لا رہی ہیں۔ یہ سب لوگ مکہ معظّمہ جا کر بیت اللہ شریف کی زیارت کرنے والے ہیں۔ میں نے اور چند ایک میرے رفقاء نے احرام نہیں باندھا کہ ہم مدینہ طیبہ پہنچ کر حبیب اللہ ﷺ کی حاضری دینا چاہتے ہیں

،ہمیں بغیر احرام کے دیکھ کر بہت سے لوگوں نے بہت کچھ کہا کسی نے کہا مدینہ طیبہ جانے کی اجازت نہیں ملے گی ،کسی نے جدہ میں پریشان ہو گئے ، کچھ مسائل بھی سنائے گئے مگر ارادہ نہ بدلا

کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل
روشن انہیں کے نور سے پتلی حجر کی ہے

24 دسمبر صبح کو سات دن کے بعد سفینہ جدہ شریف کی بندرگاہ پر پہنچا، حجاج خشکی دیکھنے کے لیے اوپر چڑھ آئے ہیں ۔9 بجے کے قریب حجاج اترنا شروع ہوئے ،اب سرزمین عرب ہے اور ہم گناہ گار، جدہ کسٹم سے گزرنا خاصہ مرحلہ ہے، بمشکل مغرب تک ہم فارغ ہوئے سامان نہ ملنے سے بہت سے حجاج پریشان ہوئے ۔مدینہ طیبہ سے ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب، مکہ مکرمہ سے عثمان اکبر، جدہ شریف سے حاجی ڈاکٹر محمد شریف صاحبان پہلے سے ہمارے منتظر تھے۔حاجی محمد شریف صاحب نے نہایت پروقار کھانا پیش کیا،سر زمین عرب میں سرکار طیبہ نے یہ پہلی دعوت فرمائی، معلم صاحب سے کہا مدینہ طیبہ جانے کا اجازت نامہ فوری چاہیے ابھی ہم کھانے سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ طیبہ شریف جانے کی سرکاری اجازت دے دی گئی جو لوگ ہماری پریشانی کے منتظر تھے۔انتہائی حیران ہوئے ،ہمارے جدہ کے دوستوں نے بھی بتایا تھا کہ مدینہ طیبہ جانا مشکل ہوگا ،مگر جب سرکار دو عالم ﷺ خود کرم فرمائیں تو کون سی مشکل ہے جو حل نہ ہو۔

27 دسمبر نماز صبح کے بعد اڈالاریاں سے ٹیکسی لی اور لبیک یا سیدی یا رسول اللہ ﷺ کا ورد بے ساختہ زبان پر جاری ہو گیا ، چوہدری غلام رسول ،حاجی محمد شفیع صاحبان بھی رفیق سفر بن گئے ،جدہ شریف سے کچھ دور باہر آ کر مدینہ طیبہ کی جانب

پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ہم اس گاڑی میں سولہ آدمی سوار ہیں۔نماز ظہر مستورہ شریف پڑھی۔ڈرائیور صاحب کی طبع نازک سے ڈرتے ہوئے رابغ بلدیہ کے ڈاکٹر ظفر اقبال صاحب سے نہ مل سکا، مستورہ سے چل کر مقام بدر شریف پرُ کے بدر شریف کے ذرات صحابہ کرام کے مقدس پاؤں کے نقوش کے آج بھی امین ہیں ،ذرا بھر با ذوق تصور سے تاریخ بدر شریف نظروں میں گھوم جاتی ہے۔تصور و یقین کا کچھ ایسا سنگھم ہوا کہ ذرات بدر کو بوسہ دیئے بغیر آگے نہ چل سکے۔

خدائے ذوالجلال محبوب پاک کے جانباز صحابہ شہدائے بدر پر قیامت تک کروڑ کروڑ رحمتیں نازل فرماتا رہتا رہے۔بدر شریف اور مدینہ طیبہ کے درمیان مقام البرعی سے گزر ہوا۔یہی وہ بزرگ عبدالرحیم البرعی ہیں جنہیں مدینہ طیبہ جانے سے روکا گیا تو عرض کی آقا اب تو آپ کی قبر مبارک زمین پر ہے۔اگر آسمان پر بھی ہوتی ہے تو آپ کے عشق کی سیڑھی لگا کر چڑھ جاتا، نماز عصر کے لیے تیسری منزل پر رکے ،بعد از فراغ نماز طیبہ پاک سفر شروع ہوا۔تمام زائرین نوارانی میناروں کی زیارت کے لیے بے تاب ہیں۔اچانک ایک پہاڑی کی اوٹ ختم ہوئی تو ہر زائر اپنی اپنی زبان میں صلوۃ سلام کے بعد مصروف التجا ہو گیا۔آفتاب غروب ہوا ہی تھا کہ قسمت کا ستارہ چمک اٹھا، سرزمین طیبہ جہاں انبیاء و رسل، ملائکہ، اغواث، اقطاب ابدال دم بخود ہیں وہاں ہم سیاہ کاروں کو بھی حاضری نصیب ہو گئی، وللہ الحمد، یہ عقدہ نہ کھل سکا کہ یہ فرش ہے یا عرش۔محترم حاجی شمس الدین عبدالرحمٰن صاحبان کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے ،یہ حضرات پہلے ہی منتظر تھے۔بے حد خوش ہوئے اور ہم انہی کے مہمان ہیں اور یہ حضرات پر تکلف با محبت مہمان نوازی فرما رہے ہیں۔جزاہم اللہ، دراصل یہ اہتمام

سرکار طیبہ کا ہی ہے۔ الحمد للہ نماز مغرب تو مکان پر ہی پڑھی، غسل کیا لباس بدلا اور حرم پاک کی طرف روانہ ہو گئے۔

جس گوہر مقصود کی تھی دل میں تمنا
جھولی میں دیا ڈال تیرے دست عطا نے
(یارسول اللہ ﷺ)

باب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خدام کی قدم بوسی کرتے ہوئے، حرم میں داخل ہو کر نماز عشاء ادا کی۔

قسمت کی بات ہے کہ پھر سجدہ ہوا نصیب
ورنہ سر نیاز اور تیرا سنگِ در کہاں

نماز کے بعد گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے شرم سے سر جھکائے اپنے دین وایمان کے والی ﷺ کے دربار گوہر بار میں حاضر ہو گئے۔ الحمد للہ، ہزاروں افراد آنسو بہا رہے ہیں "لا ترفعوا اصواتکم" کا جلی کتبہ سامنے ہے۔ شان نبوت کی ہیبت دل و دماغ پر چھا گئی ہے۔

وہ کتبہ ہے اے دل مقام جنوں ہے
سنبھل اب ادب کا مقام آگیا
جبین عقیدت جھکی جا رہی ہے
نظر باب خیر الانام آگیا
لئے سینکڑوں حسرتیں اپنے دل میں
حضوری میں آقا غلام آگیا ہے

یارسول اللہ ﷺ اپنے صلوۃ وسلام کے بعد دوست احباب متعلقین کے سلام پیش کئے اوراحباب کی طرف سے کہی گئی دعائیں عرض کیں جامعہ فریدیہ، اراکین ،معاونین، اساتذہ اور طلبہ خصوصی طور پر یاد آئے۔جو کچھ عرض کیا اس عقیدہ کے ساتھ ''لا فرق بین موته و حیاته ''(22) فی مشاھدۃ حالات امۃ جیسے اپنی ظاہری حیات میں تھے ویسے اب بھی بلکہ زیادہ ''ولـلاخـرۃ خیـر لك مـن الاولـیٰ ''(23) اماں جی نے میرے لیے دعائیں فرمائیں ایک دعا یہ بھی کی جو مجھے بہت پسند ہے ''یا اللہ میرے بیٹے کو پھر بھی مدینہ پاک دکھانا'' خدا کرے یہ دعا قبولیت سے نوازی گئی ہو۔حرم انور کے چاروں طرف اس قسم کے متعدد بورڈ لگائے گئے ہیں۔

ممنوع الوقوف (یہاں گاڑی ٹھہرانا منع ہے)

ممنوع استعمال المنبه (ہارن مت بجاؤ)

ممه ممشاۃ (یہ پیدل چلنے کی جگہ ہے)

مدینة الرسول احب البقاع الی اللّٰہ فاحرص علی مجتهاد نظا فتها

(مدینہ طیبہ ساری کائنات سے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اس سے خوب محبت رکھواور صفائی کا خیال کرو)

انظافة و حسن الخلق من مراتب الایمان

(صفائی اور بھلائی درجات ایمان سے ہے)۔

کچھ سفری کوفت کے سبب والدہ محترمہ کو بخار ہوگیا۔حاجی چوہدری محمد طفیل، ڈاکٹر رحمت اللہ، مولانا قاسم صاحبان نے اس دوران بے حد خدمت کی جزاھم اللّٰہ خیرا لجزا ،ڈاکٹری علاج کے ساتھ میں نے یہ بھی کیا۔طیبہ پاک سے پانچ میل دور عروہ شریف پر پہنچا اور پانی لاکر پلانا شروع کیا۔خدائے قدوس نے اپنے حبیب ﷺ

کے صدقہ سے شفا سے نوازا یہ کنواں وہی ہے جس میں میرے دین وایمان کے آقا ﷺ نے اپنا لعب ودہن ڈالا تھا اور وہ کھاری سے میٹھا ہو گیا اس کے سوا تمام کنویں بند ہیں۔اُمید ہے یہ تبرک بھی لاؤں گا۔ان شاء اللہ العزیز

جنت البقیع شریف (جہاں دس ہزار جلیل القدر صحابہ کرام اور بے شمار غوث قطب ابدال محو خواب ہیں) مسجد قبا شریف بیر عثمان غنی رضی اللہ عنہ، مسجد قبلتین، مسجد خمسہ، مسجد شمس، بستان سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ غار سجدہ (جہاں شہنشاہ کائنات مغفرت امت کے لیے سر بسجود رہے) کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ولحمد للہ یوں تو مدینہ منورہ کا ہر ایک ذرہ ہی نقوش پائے مصطفیٰ ﷺ کا امین ہے مگر مندرجہ بالا مقامات وزیارات اسلامی تاریخ کے بے شمار ضخیم دفاتر کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔لوگوں کی دی گئی رقوم تقسیم کرنے کے لیے پاکستانی کرنسی بدلانے کی غرض سے بازار گیا۔100 کے 43 ریال اور ہندوستانی 100 کے 38 ریال دیے جاتے ہیں۔الحمد للہ! ہندوستان سے پاکستان کی قدر و قیمت زیادہ ہے، پاکستانی کرنسی بدلا کر سامان خریدنا انتہائی مہنگا پڑتا ہے مگر حجاج ہیں کہ ہزاروں روپے بدلا کر خرید کر رہے ہیں، میرے نزدیک بلا وجہ یہ اقدام ملکی وقار کے خلاف ہے۔اگر حاجی اعتدال سے چلے تو دیا جانے والا زر مبادلہ کافی ثابت ہو سکتا ہے۔

قربان جائیں دیار پاک پر جس کا ایک ایک ذرہ ذوق ومحبت کا بے کنار میدان ہے، مندرجہ بالا زیارات کے علاوہ سیدنا عکا بدری رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری دی۔ان کی قبر مبارک وسط شہر کے ایک بوسیدہ مکان میں ہے۔باقاعدہ غلاف ہے نہ معلوم نجدی بربریت سے یہ مزار کیسے محفوظ رہ گیا، خدا غارت کرے ان ہاتھوں کو جنہوں نے مزارات صحابہ کو شہید کیا۔اشربو الحلیب، صلوا علی الحبیب

(پیو دودھ، پڑھو درود) کی دلنواز صدائیں کانوں میں گونجتی رہتی ہیں، اذان ہوتے ہی دوکانیں کھلی چھوڑ کر دکاندار حرم پاک میں پہنچ جاتے ہیں، بڑے بڑے جھگڑے پر بھی صل علی النبی کا فقرہ آگ پر پانی کا کام دیتا ہے، ضلع ساہیوال کے بہت سے حجاج کرام سے ملاقات ہوئی ہے جو مکہ مکرمہ سے حاضری دے کر مدینہ طیبہ پہنچے ہیں اور دس پندرہ دن قیام کے بعد واپس ہو رہے ہیں، الحمدللہ ہمیں طیبہ پاک میں بہت وقت مل گیا ہے 25 دسمبر کو حاضری ہوئی تھی۔13 فروری کو بیت اللہ شریف کی حاضری کا پروگرام ہے ،مدینہ پاک کا موسم وفضا ساری کائنات سے ممتاز ہے، موسم طیبہ میں ایک یہ خصوصیت ہے کہ ایک ہفتہ تک ایک موسم نہیں رہتا آج سردی تو دو دن گرمی ہو گی، گرمی تو اعتدال ہو گا ،اعتدال ہے تو سردی ہو جائے گی۔ مجھے یاد آتا ہے اس کی حکمت شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جذب القلوب میں فرماتے ہیں چونکہ ہر موسم اور ہوا نے بارگاہ رسالت ﷺ میں صلوۃ وسلام پیش کرنا ہوتا ہے۔ اسی سبب سے یہ تبدیلی ہوتی ہے۔

عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ　　　که سب جنتیں ہیں نثار مدینہ

ابھی طیبہ پاک کی حاضری ہی ہوئی ہے کہ دربار رسالت ﷺ سے الوداعی سلام کا غم دامنگیر ہو گیا ہے، خدائے قدوس جل مجدہ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ سے التجا کہ آپ بھی اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوں۔ احباب گرامی اور طلبہ سے سلام مسنون، بچوں کو پیار۔　　　دعا گو: نا کارۂ خلائق

ابوالنصر منظور احمد (مدینہ طیبہ)

12 جنوری 1970ء

نوٹ: حضرت فاتح عیسائیت اب تک بارہویں مرتبہ دیار حبیب ﷺ کی حاضری سے مشرف ہو چکے ہیں۔　　　؎ خدایا ایں کرم بار دگر کن

اساتذہ جامعہ کے نام

حضرات محترم! اساتذہ کرام جامعہ فریدیہ ساہیوال زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

امید ہے آپ بعافیت ہو گے جس دن آپ حضرات نے ہمیں دعاوں سے رخصت کیا۔ ملتان میں چوہدری محمد خاں ایس پی ،صوفی ریاض احمد خاں پروڈیوسر ریڈیو، حاجی کالے خان نذر محمد صاحبان سے ملاقات کی ۔حیدر آباد میں قاری عبدالرزاق، سردار محمد، عبدالغفور، محمد شریف صاحبان خیر مقدم کیا۔ کراچی میں ہمارے میزبان حاجی رشید احمد صاحب ڈائریکٹر جنرل زراعت کے پی اے مسٹر غلام محمد سٹینو محمد ضمیر خان صاحبان، مسجد نورالحرم کے خطیب حافظ غلام سرور، مولانا محمد یار گوہر خطیب لیاقت آباد، محمد اقبال لیاقت آباد نے خیر مقدم کیا۔

ایک دن کراچی کے مقامات متبرکہ پر حاضری دی ،خواجہ حسن ،سخی سلطان خلیفہ حضور فریدالدین مسعود گنج شکر کے مزار پر حاضر ہوئے ۔سید عبداللہ شاہ غازی کے دربار واقع کلفٹن میں سر عجز خم کیا۔ آپ 108ء ہجری میں پیدا ہوئے ۔مزار شریف کا رخ قبلہ سمت سے ذرا ہٹا ہوا دیکھ کر سجادہ نشین سے سوال کیا تو بتایا کہ آپ کو صاحب مزار نے بارہا خواب میں حکم دیا کہ ذرا پاؤں کی سمت ٹیڑھی رکھی جائے سیدھا کرنے سے مدینہ شریف محاذ میں آتا ہے۔ 20 دسمبر کو چار بجے صبح ہمیں حاجی رشید احمد، مسٹر غلام محمد، محمد ضمیر پی آئی اے متعدد دوستوں نے خدا حافظ کہا، ہمیں طیارہ بھی سعودی عرب کا ہی ملا۔ ہمارا جہاز ۳۵ ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرتا ہوا چار گھنٹے میں

جدہ پہنچنا تھا، ساڑھے تین گھنٹہ میں پہنچا تھا۔ جدہ شریف ائیر پورٹ پر عزیزم محمد زبیر الفریدی اور ان کے رفقاء نے مرحبا کہا، تنازل جو سرکاری طور پر سفر کرنے کا اجازت نامہ ہوتا ہے وصول کرنے کے بعد ہم نے جدہ شریف سے مدینہ منورہ کے لیے ٹیکسی لی، جو ہمارے بڑے بڑے سرمایہ داری کو بھی حاصل نہیں۔ حیران ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے صدقے گڈریے بھی شہنشاہ نظر آرہے ہیں۔

صلوۃ وسلام کے ساتھ ہم نے طیبہ پاک کی جانب روانگی کی ہے۔ الحمد للہ زندگی میں پھر ایک مرتبہ مدینہ پاک نصیب ہو رہا ہے۔ بدر شریف تک پہنچنے میں شہداء بدر کی یاد نے دل و دماغ اور روح کو تازگی بخشی ہے۔ اس مقدس میدان میں نگاہ ڈالنے سے تاریخ بدر شریف آنکھوں میں پھر گئی۔ تصور نے یقین کا روپ دھار لیا ہے۔ یہ محسوس ہو رہا ہے کہ حبیب انور ﷺ ایک فوجی خیمہ میں بیٹھے ہوئے ایک مختصر سادہ بے سروسامان لشکر کی کمان فرما رہے ہیں، سیدنا معوذ و معاذ سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں، ابو جہل سسکیاں لے کر مر رہا ہے، کفار کے لاشے کنویں میں ڈالے جا رہے ہیں، حضور اکرم ﷺ کفار کی لاشوں سے مصروف گفتگو ہیں۔ فاروق اعظم تعجب سے سوال کر رہے ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ مُردوں سے باتیں کر رہے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں عمر تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔

کائنات کے شہنشاہ خیمے میں آہ وزاری کے ساتھ بارگاہ قدس میں عرض کر رہے ہیں، ''اے اللہ! اگر آج تو نے اس مٹھی بھر لشکر کو فتح نہ دی تو قیامت تک کوئی تیرا نام لیوا نہ ہوگا''۔ مدینہ طیبہ کی زمین قریب سے قریب تر ہو رہی ہے، ہمارے مقدر کا ستارہ عروج پر جا رہا ہے، بدر شریف سے آگے بڑھے ہیں یہاں سیدنا عبدالرحیم البرعی

کا مزار پرانوار ہے یہ وہ عاشق صادق ہیں جو مختلف حلیوں بہانوں اور قافلوں کے ساتھ سرزمین طیبہ پاک میں حاضری کی کوشش کرتے رہے اور ہر بار حاضر ہونے سے روک دیے جاتے تھے۔ان کا عربی میں ایک طویل قصیدہ بھی ہے جس کا ایک شعر مجھے یاد ہے جس سے حضور اکرم ﷺ سے عشق ومحبت وارفتگی کا پتہ چلتا ہے۔

لو کان قبر کانی فی السماء لا زورہ

اجعل قلبی للسماء مفتاحا

اے کائنات کے شہنشاہ آپ اپنی قبر کی زیارت سے مجھے بار بار واپس فرما رہے ہیں میں رضا پر راضی ہوں لیکن اگر آپ کی قبر اطہر آسمان پر بھی ہوتی تو محبت کی سیڑھی لگا کر وہاں بھی چڑھ جاتا اور زیارت کر لیتا،سرزمین طیبہ پاک قریب ہو چکی ہے اور بلد یہ کی حدود نظر آنے لگی ہے۔گلستان روح کو تازگی بخشنے والی مقدس ہوا کے جھونکے روح کو مسرور کر رہے ہیں۔

بوئے جاناں سوئے جانم میرسد

بوئے آقا مہربانم میرسد

جان جہاں کی مہک پہنچ رہی ہے اور مہربان آقا کی نوازشات ہو رہی ہیں۔

بعد نماز عشاء سرزمین طیبہ پاک میں داخلہ نصیب ہوا۔حیران ہوں کہاں یہ بے مایہ مشت خاک اور کہاں دربار گوہر بار سید لولاک۔

آج ہم اس سرزمین ہیں اگر قدسیوں کو بھی چلنا نصیب ہو تو ان کے شرف کا نصیب جاگ اٹھے۔

پہنچ گیا پھر مدینے دل میں عشق مصطفیٰ لے کر
انہیں کی آرزو لے کر انہیں کا آسرا لے کر

ہم اس سرزمین میں حاضر ہیں جہاں پاؤں سے جوتے اتار تو کیا اگر تن سر سے اتار کر رکھ دیا جائے تو اہل دل اسے نذرانہ کہیں اور اس سودے کو ارزاں سمجھیں

متاع وصل جاناں بس گراں است
اگر سودا بجاں بودے چہ بودے

شہنشاہ کائنات کے حضور بہت بڑی دولت ہے جان دے کر بھی یہ سودا ہو جائے تو انتہائی سستا ہے، ہم اس سرزمین میں حاضر ہیں جسے سرکار دو عالم ﷺ کے قدم چومنے اور قیامت تک اپنے اندر رکھنے کا فخر حاصل ہے۔ یہ وہ سرزمین کے اندر موت باہر کی حیات سے افضل و اعلیٰ ہے۔

دیں اور کو حضور پیام زندگی
ہم موت ڈھونڈتے ہیں زمین حجاز میں

21 دسمبر کو بعد از نماز صبح ہم اپنی انتہائی بے سروسامانی اور جرموں کی فراوانی کیساتھ گناہوں کی گٹھڑیاں اٹھائے ہوئے دربار گوہر میں حاضر ہو ہی گئے۔ وللہ الحمد آپ سب حضرات جامعہ اور معاونین دعاوں میں یاد آئے۔

وہ گوہر مقصود کہ تھی جس کی تمنا
جھولی میں دیا ڈال تیرے دست عطا نے
دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر
یہ تیرا کرم ہے کہ رخ تیرا اِدھر ہے

حاجی فیض محمد صاحب جو میرے دوست بھی ہیں اور جامعہ کے صدر بھی ان کے بھائی حاجی غلام محمد عزیزی، حافظ محمد سعید صاحبان آپ کو دعا سلام کہہ رہے ہیں ،میرے اس سفر کا سبب بھی حاجی فیض محمد صاحب ہیں، نماز کا وقت ہو رہا ہے اجازت دیجئے۔

والسلام

ابوالنصر منظور احمد عفا اللہ عنہ

مدینہ منورہ

21 دسمبر 1973ء

اساتذہ اور طلبہ کے نام

حضرات محترم اساتذہ کرام وعزیز طلبہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے آپ بعافیت ہوں گے شکر ہے جامعہ باحسن وجوہ چل رہا ہے۔ آج ہی مولانا ظفر اقبال فریدی کے خط سے تفصیلی معلومات ملیں، راستہ میں خانیوال ملتان حیدر آباد کے احباب سے ملاقات ہوئی ملتان اسٹیشن پر جمعیت علماء پاکستان کے صدر قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کمرہ میں تشریف لائے اور مبارک باد دی۔ کراچی میں حاجی عظمت اللہ خان کے ہاں قیام ہوا حاجی رشید احمد منظور احمد خان نے مختلف اوقات میں میزبانی کی۔ منظور احمد خان کے ہاں گئے تو ان کا پالتو طوطا زور زور سے چلایا عظمت علی خان صاحب نے بتایا کہ یہ پشتو میں کہہ رہا ہے پخیر راغلے خوش آمدید۔ 14. نومبر کو تمام دفتری امور سرانجام پا گئے تھے۔ 15 نومبر صبح کو ہوائی اڈا پہنچا جامعہ کے مجلس شوری کے صدر حاجی فیض محمد صاحب، عظمت اللہ خان صاحب نے مجھے اور میں نے انہیں خدا حافظ کہا حاجی فیض محمد صاحب ساہیوال سے کراچی آئیر پورٹ تک پہنچ کر ایک مخلص دوست وفا شار بھائی شاہ اور پرخلوص عقیدت مندی کا حق ادا کیا ،خدائے قدوس انہیں جزائے خیر دے۔

ہمارا طیارہ 295 حاجیوں کو لے کر ٹھیک 6 بجے صبح اڑا، چند منٹ بعد جہاز کے کپتان نے کہا حضرات وخواتین آپ کا طیارہ ۳۵ ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا ہے اور پونے چار گھنٹے میں دیار حبیب میں اترے گا۔ آپ کو یہ سفر مبارک ہو۔ ٹھیک وقت جدہ اترا لبیک اللّٰھم لبیک کی پرسوز صداؤں سے جدہ کا ہوائی اڈہ گونج گیا۔

نماز جمعہ جدہ شریف میں پڑھی بعد نماز عشاء طیبہ پاک کا سفر شروع ہوا، رات بدر شریف میں گذاری احباب سو گئے۔ مگر اس تصور نے مجھے ساری رات بے چین رکھا کہ اس میدان میں حضور اکرم ﷺ نے رو رو کر فتح اسلام کی دعا مانگتے صبح کر دی تھی اور تو غافل سونا چاہتا ہے۔ شہدا بدر کی یاد نے دل و دماغ، قلب و روح کو تازگی بخشی، والحمد للہ وادی بدر سے صبح کی اذان گونجی تو پھر سفر پاک شروع ہوا۔ مدینہ پاک قریب سے قریب تر آ رہا ہے۔ وللہ الحمد

بوئے یار مہربانم میرسد
بوئے جاناں سوئے جانم میرسد
باز آمد آب مادر جوئے ما
باز آمد شاہ مادر کوئے ما

دور سے مینار پاک دکھائی دیے سکتہ طاری ہو گیا کہ خواب ہے یا حقیقت، صبح دکانیں کھل ہی رہیں تھیں کہ سرزمین طیبہ کو چومنے کا شرف حاصل ہوا۔ دکانوں کے دروازے کھلنے کو اس طرح تعبیر کیا کہ منظور تیرے لیے بخشش اور معافی کے دروازے کھل گئے ہیں، سامان رکھا اور غسل کیا، گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے دربار گوہر بار میں حاضر ہو گیا۔ مقدس جالیوں کے سامنے آیا تو ہزاروں پروانے نثار ہو رہے ہیں آہ وزاری، عجز وانکساری اور آنسوؤں کی رم جھم کے ساتھ اپنے آقا و مولیٰ کے حضور سلام پیش کر رہے ہیں۔ الحمد للہ مجھ گناہگار کو بھی ان مقدس لوگوں کی صف میں کھڑا ہونا نصیب ہوا۔ وللہ الحمد

وہ گوہر مقصود کہ تھی جس کی تمنا

جھولی میں دیا ڈال تیرے دست عطا نے

نہ معلوم بھکاری، گدا گر کیا کیا مانگ رہے ہیں اور سخی شہنشاہ کیا کیا دے رہے ہیں ،سرکار دوسرا کے دربار، اور اپنی نااہلیوں کو دیکھا تو بے ساختہ زبان سے نکلا

سرکار ہم گنوار ، طرزِ ادب کہاں

ہم کو تو بس تمیز ہی بھیک بھر کی ہے

اُف بے حیائیاں اور یہ منہ تیرے حضور

ہاں تو کریم ہے تیری خود در گزر کی ہے

ایک مرتبہ محمد بن حرب ہلالی دربار پاک حاضر ہوئے تو ایک دیہاتی آیا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میرے گناہ معاف ہوں ،صلوۃ وسلام عرض کیا اور چلا گیا ،سرکار دوسرا نے خواب میں محمد بن حرب کو فرمایا جاؤ اس دیہاتی کو تلاش کر کے خوشخبری سنا دو اس کے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں ۔بلاشبہ حاضری کے بعد تاجداروں سے پوچھا جاسکتا ہے۔

کیوں کے تاجدار خواب میں دیکھی کبھی یہ شے

جو جھولیوں میں آج گدایاں در کی ہے

اشربو الحلیب ،صلّوا علی الحبیب یعنی پیئو دودھ پڑھو درود کی دلنواز صدائیں ذوق افزا ہیں ،مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر شیخ عبداللہ المحسن نے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات ہوئی قادینوں کو غیر مسلم قرار دینے سے عربوں کی نگاہ میں پاکستان کا وقار بڑھ گیا ہے۔شیخ کے ذریعہ شاہ فیصل کو تحریک میں تعاون پر مبارکباد پیش ک ی،شاہ فیصل

سے اسلامی شعبہ تبلیغ کو مزید مؤثر بنانے کی اپیل کی، شیخ نے بتایا نائجیریا میں ہزاروں قادیانی مسلمان ہو رہے ہیں شیخ نے کہا کہ قادیانی اسرائیلی جاسوس ہیں، شیخ نے بتایا حکومت ان پر کڑی نظر رکھ رہی ہے اس وقت پورے سعودی ملک میں کوئی قادیانی نہیں ہے، جامعہ فریدیہ کے موضوع پر شیخ نے خاصی دلچسپی لی اور معلومات حاصل کرنے پر بے حد مسرت کا اظہار کیا اور کہا جلالۃ الملک شاہ فیصل کے نام درخواست لکھو، ہم استاد دینے کی سفارش کریں گے، اور اس کے اخراجات سعودی حکومت خود برداشت کرے گی۔

ساہیوال شہر کے بہت سے دوست بھی دربار گوہر بار میں حاضر ہیں۔ جامعہ کی مجلس شوریٰ کے نائب صدر میاں امیر حسن بھی امسال شریک سفر ہیں۔ چوہدری محمد طفیل بھی ساتھ ہیں، خدا تعالیٰ سب حضرات کو یہ دولت نصیب فرمائے۔ (آمین)

ابوالنصر منظور احمد
مدینہ منورہ
25 دسمبر 1974

اساتذہ کرام وطلبہ جامعہ فریدیہ کے نام

حضرات محترم اساتذہ کرام وعزیز طلبہ جامعہ فریدیہ ساہیوال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ حضرات کے مکتوبات ملے، مسرت ہوئی کہ آپ محنت محبت سے پڑھ پڑھا رہے ہیں، ساہیوال سے جب آپ نے دعا سے الوداع کیا تو تمام راستہ عموماً یہ شعر زبان پر رہا

ہوا مصطفیٰ کا کرم اللہ اللہ
چلا ہوں بسوئے حرم حرم اللہ اللہ

کراچی تک عشاقِ طیبہ سے ملاقتیں رہیں۔ سمہ سٹہ کے احباب نے تو عجیب مظاہرہ عقیدت کیا۔ کراچی اسٹیشن پر چوہدری مبارک علی فریدی اور ڈاکٹر احسن فریدی موجود تھے۔ اسٹیشن سے نکلے تو ہماری گاڑی کے آگے ایک ویگن لگی جس پر جلی حروف میں درج تھا ''الفرید'' میں سمجھا میری قیادت خود فرید پاک فرما رہے ہیں۔ رات کو کراچی کے احباب نے قطب العالم حضرت میاں صاحب بسی شریفؒ کا عرس منایا۔ میں بطور مہمان خصوصی مدعو کیا گیا، محفل باذوق رہی۔ ۹ نومبر کی صبح کو ہوائی اڈہ پر مجھے برادرم حاجی فیض محمد صاحب مولانا ابوالظفر صاحب، بخش الٰہی فریدی صاحب، ڈاکٹر احسن فریدی، احسان الحق فریدی، عزیزی حسن نے الوداع کیا۔ یہ الوداعی تقریب گو مختصر تھی مگر باذوق تھی معلوم ہوتا تھا قبولیت بڑھ کر دعا کو لے رہی ہے۔ ہمارا طیارہ پروگرام سے ایک گھنٹہ لیٹ اڑا، طیارہ کی پرواز ۳۵ ہزار فٹ کی بلندی پر تھی۔

حجاج کرام ایک ہی جست اس قدر بلندی پر پہنچ گئے (گنبد خضریٰ پر پڑی ہوئی عشق ومحبت کی ایک نگاہ سے بھی روحانیت کی جست اسی طرح ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ) ۴ گھنٹہ میں جدہ اترے۔ یہ اپنا گھر ہی تھا کیہ ہماری جدہ (دادی اماں) حضرت حوا یہیں آرام فرمارہی ہیں۔ گویا بچھڑے بیٹے اپنی اماں کی گود میں پہنچ گئے اور ماں نے پیار کیا۔ بعد نماز ظہر جدہ سے چلے ۴۲۳ میل کی مسافت ہماری امپالا گاڑی نے ساڑھے پانچ گھنٹہ میں طے کی۔ جوں جوں مدینہ طیبہ قریب آرہا روح کی حیات، دل کی زندگی اور نفس کی موت کے عجیب نظارے دیکھتا ہوں۔ راستہ میں وادی بدر پر گاڑی روک شہداء بدر کی بارگاہ میں سلام پیش کیا۔ سب حضرات کیلئے دعا کی گئی۔ مدینہ طیبہ اترا تو مکان کا راستہ بھول گیا کہ ایک سال میں بہت تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ حیدرالحید ری صاحب کا دفتر یہاں سے اٹھادیا گیا ہے۔ پریشان ہوا تو فوراً خیال گزرا ، دیار حبیب میں گم ہونا تو سعادت ہے، یہاں تو لاکھوں غوث قطب خود کو کھوئے ہوئے ہیں ۔۔۔ نماز عشاء طیبہ پاک میں پڑھی ہے سر کو جھکنے، دل کو جلنے اور آنکھ کو رونے میں جو یہاں مزہ آیا وہ کہیں نہ پایا۔

کبابِ آہو میں مزہ نہ پایا
مزہ جو دل کے کباب میں ہے

ہر سر کے مقدر میں کہاں دولتِ سجدہ
ہر سجدہ کی قسمت میں کہاں کوئے محمد

ایک سیاہ کار گناہوں کا بوجھ اٹھائے، ڈرتا جھجکتا، دربار پر انوار میں حاضر ہو گیا، اب ایک کمینہ اپنے آقا کے حضور حاضر ہے، ایک گدا اپنے شہنشاہ کے سامنے حاضر ہے، ایک سراپا جرم، سراپا کرم کے سامنے جھولی پھیلائے موجود ہے۔ایک سراپا خطا، سراپ اعطا کے دربار میں ہے، اب ایک سیاہ کار خود کو لاکھوں قدسیوں میں گھرا ہوا پاتا ہے۔اب ایک عادی مجرم نا کارۂ خلائق زمین پر ہوتے ہوئے عرش نشینی کے تصورات سے معمور ہے، ہزاروں بھکاری دامن پھیلائے مانگ رہے ہیں اور سخی ہر ایک کو اس کے ظرف کے مطابق دے رہا ہے۔غموں کے بادل آنسوؤں کی شکل میں موسلا دھار برس رہے ہیں مگر گرج سے نہیں خاموشی سے۔

نفس گم کردہ مے آید مسیحا و کلیم ایں جا

وہ گوہر مقصود کہ تھی جس کی تمنا

جھولی میں دیا ڈال تیرے دستِ عطا نے

الحمد للہ! پہلی حاضری میں ہی الوداع کہنے والے سبھی یاد آ گئے اور ان کے سلام عرض کر دیئے گئے۔اب میں ہوں اور مدینہ طیبہ کی مقدس وادی، منبر بلالی سے اٹھنے والی دلنواز صدائیں ''اشربوا الحلیب صلو علی الحبیب'' (پیو دودھ، پڑھ درُود) کے روح افزا نغمات، صبح و مسا سنتا ہوں اور کبھی کبھی ''اشربوا الحلیب'' کی صدا میں شامل بھی ہو جاتا ہوں۔سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حاضری، مساجد خمسہ کی زیارت، بئیر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دیدار، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے باغ کی زیارت، سرکار کے ہاتھوں سے لگی ہوئی کھجوروں سے لپٹنا، مسجد قبا کا نظارہ، مسجد قبلتین کا عظیم اجتماع دیکھ کر نتیجہ یہی ذہن میں آتا ہے۔

جہاں جہاں سے وہ گزرے جہاں جہاں وہ ٹھہرے
وہی مقام محبت کی جلوہ گاہ بنے

حضرات! اگر وصل کی دولت مجھے نصیب ہوئی ہے تو جدائی کے تصور کا صدمہ بھی تو میرے ساتھ ہی ہے، مدینہ طیبہ چھوڑنے کا تصور دل کو گھائل کرتا ہے، خدائے قدوس توفیق صبر بخشے۔ایک عزیز نے مجھے اپنے خط میں لکھا ہے۔

ویراں میکدہ ہے خم وساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

میں نے اسے جواب لکھا ہے۔

آباد میکدہ ہے خم و ساغر ہیں وجد میں
سرکار مل رہے ہیں دن آئے بہار کے
آنکھوں کی عید ہوگئی، روح کی ہوئی معراج
جب چوم لئے ذرے مقدس دیار کے

آج بارش ہوئی، فضا میں خاصی خنکی ہے، خوب موسلا دھار بارش میں خط سپرد ڈاک کر رہا ہوں، گنبد خضریٰ کا پانی لینے کیلئے دیوانوں کا عجیب عالم ہے۔

۲۷ر نومبر تک طیبہ پاک میں قیام ہوگا ان شاء اللہ

طلبہ سے سلام مسنون، جامعہ کے معاونین، خدام، کارکنان، دُعاؤں میں ساتھ ہیں۔

ابوالنصر منظور احمد
مدینہ منورہ
۱۳ر نومبر ۱۹۷۶ء

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا

رسالہ متعلقہ تجوید

نصر القرآ

ضرورتِ قرآن

نزول قرآن سے قبل معمورۂ عالم کے حالات سے اہل علم حضرات باخبر ہیں۔ ایران کے مجوسی کفر وشرک کی نجاست میں غرق ہو چکے تھے۔ روما چرچ کے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی اُلوہیت کے مدعی بن کر مشرکانہ عقیدہ پھیلانے میں بڑھ چڑھ کر پیش پیش تھے۔ اس صفحۂ عالم پر عدل وانصاف، اخوت ومروت، اخلاق حسنہ، دینی شعار کا نام لینا جرم سمجھا جاتا تھا۔ کفر وشرک، فسق و فجور کی آندھیاں، ظلم وستم، وحشت و بربریت، قتل وغارت اور بدتمیزی کے طوفان انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کے تعلیمی تبلیغی عمارات واثرات کو بہائے لے جا رہے تھے۔ اسی طرح تمام دُنیا پر پھیلی ہوئی ظلمت کے دفعیہ کیلئے نور مبین کی ضرورت تھی۔ اور اس ضرورت کو حساس افراد عالم نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا۔ کائنات کی بیچارگی نے اس نور مبین کیلئے بارگاہِ قدس رب العزت میں دستک دے رکھی تھی چنانچہ رحمت ربّانیہ نے ہماری روحانی محتاجگی، دین و دنیا کے مسائل ہمارے اقتصادیات ومعاشیات کے حل کیلئے اپنی اس آخری کتاب کو نازل فرمایا۔ سترہ (۱۷) رمضان شریف پیر کے دن غارِ حرا میں یہ حکم نازل ہوا۔ ''اقرأ باسم ربك الذی خلق ''(1) قرآن مقدس کا پہلا حکم ہی درس وتدریس، تعلیم وتعلم، پڑھنے پڑھانے سے متعلق ہے۔ پہلے حکم سے ہی تعلیمی پیشہ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے، اس دور میں قرآن مقدس کے نزول کی مثال سخت گرمی کے بعد بارانِ رحمت، سخت تاریکی کے بعد خورشید کے طلوع ہونے کی ہے۔

1۔ العلق 1:96

نزول قرآن

نزول کا معنی اوپر سے نیچے اُترنا ہے، قرآن مقدس کے نزول کا یہ معنی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوکر سناتے ، یہ نزول بذریعہ قاصد ہوا۔ بعض آیات معراج میں بھی بغیر واسطہ جبریل عطا فرمائی گئیں ۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف باب المعراج سے واضح ہے، قرآن مقدس کا نزول دوسری آسمانی کتابوں کے نزول سے زیادہ شاندار ہے ۔قرآن مقدس کا نزول چند بار ہوا۔ اولاً لوح محفوظ سے پہلے آسمان کی طرف نزول ہوا، یہ یکبارگی ہوا اور ماہ رمضان کی شب قدر میں ہوا، پھر نبی کریم ﷺ پر ۲۳ سال کے عرصہ میں تھوڑا بقدر ضرورت اُترتا رہا۔ بعض آیات دودو بار بھی نازل ہوئیں، جیسے سورۂ فاتحہ وغیرہ

لفظ قرآن کی وجہ تسمیہ

لفظ قرآن ''یـاقرٌ'' سے بنا ہے جس کے معنیٰ ہیں جمع ہونے کے۔ چونکہ یہ بھی جمیع علوم اولین وآخرین کا مجموعہ ہے، دین ودنیا کا کوئی ایسا علم نہیں جو اس سے باہر ہو۔ اس لئے قرآن کہا جاتا ہے نیز یہی مقدس کتاب ہے جس نے بکھری ہوئی قوموں کو جمع کردیا۔ یا یہ لفظ قرآن ''قراۃ'' سے بنا ہے جس کا معنی ہوا ''پڑھی ہوئی شے'' باقی تمام کتب وصحائف سے زیادہ اس کی تلاوت ہے، اس لئے قرآن کہا جاتا ہے یا اس لئے کہ باقی سب کتابیں لکھی ہوئی اُتریں۔ اور یہ مقدس کتاب پڑھی ہوئی۔

جمع قرآن

۲۳ سال میں اس کا نزول مکمل ہوا۔ جوں جوں آیات کا نزول ہوتا رہتا، کاتبین وحی حضور ﷺ کے حکم سے اونٹ کی ہڈیوں کھجور کے پٹھوں اور مختلف اشیاء پر لکھ لیتے۔ان دنوں جمع کی ضرورت کو محسوس نہ کیا گیا کہ صدہا صحابہ حافظ تھے۔ نیز تکمیل نزول کے بعد ہی کچھ قدم اُٹھایا جاسکتا تھا۔اور ضائع ہونے کا کوئی اندیشہ نہ تھا، حضور ﷺ کے زمانہ میں قرآن مقدس کتابی شکل میں جمع نہ ہوسکا البتہ مرتب ہو گیا۔حضور ﷺ کے وصال کے سال بعد ہی مسیلمہ کذاب سے جنگ ہوئی تو تقریباً سات سو (۷۰۰) حافظ قرآن شہید ہوئے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے قرآن مقدس کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ظاہر کیا۔تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زید ابن ثابت کے زیر اہتمام کتابی شکل میں جمع کروا دیا اور یہ مجموعہ صحابہ کے پاس رہا۔مگر بعض صحابہ کے پاس ایسے نسخے بھی تھے جن میں حضور ﷺ کے تفسیری کلمات طیبات بھی شامل تھے جو اس طرح سے اختلاف کا سبب بن گئے، بعض نے انہیں بھی قرآن سمجھنا شروع کر دیا تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس قسم کے تمام نسخے ختم کر کے وہ اصل نسخہ جو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ تھا، منگوا کر اس کی نقول کروا کر مصر، شام وغیرہ ممالک میں بھیجیں۔

صداقتِ قرآن

قرآن مقدس خود اعلان فرماتا ہے، اگر تمہیں کسی قسم کا شک وشبہ ہے تو اس کی مثل پیش کرو، آج تک اس کا جواب نہ ہوسکا۔اور نہ قیامت تک ہوسکتا ہے قرآن

کی مثل پیش کرنا قدرتِ انسانی سے خارج ہے کسی چیز کو بنانے کیلئے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، قدرت، مادہ، نمونہ، ضرورت۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ عربوں کے پاس مقابلہ کی قدرت تھی تو واضح ہے کہ وہ لوگ قادر الکلام تھے، فصیح و بلیغ تھے، عربی زبان پر قادر تھے، دوسری چیز مادہ ہے وہ حروفِ ہجائی ہیں، وہ بھی ہیں۔ تیسری چیز نمونہ وہ بھی اُن کے پاس ہے چوتھی چیز ضرورت ہے، وہ بھی شدید ہے کہ قرآن مقدس نے ان کے آباؤ اجداد کے دین کو روند دیا ہے مگر نہ لکھ سکے۔ معلوم ہوا اس کا جواب قدرت انسانی سے ہی خارج ہے، اگر کفار عرب جواب لکھ کر مقابلہ کر سکتے تو انہیں بدر، اُحد، حنین، احزاب جنگوں کی ضرورت نہ ہوتی۔ پادری اسکاٹ کہتے ہیں، ہوسکتا ہے اُنہوں نے قصداً مقابلہ نہ کیا ہو تو ہم کہتے ہیں اب کون سا وقت گزر گیا۔ مصر، شام، لبنان میں بڑے بڑے عربی دان پادری موجود ہیں وہ لکھ دیں، پنڈت دیانند نے کہا کہ اکبر کے زمانہ میں فیضی نے جواب لکھا ہے وہ قرآن کا جواب نہیں بلکہ بے نقطہ تفسیر ہے۔

مضامین قرآن

مضامین کی وُسعت کے بارہ میں قرآن مقدس خود دعویٰ فرماتا ہے ''لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین ''(1) دین ودُنیا کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جسے قرآن مقدس بیان نہ فرماتا ہو۔ تہذیب نفس، تزکیہ نفس، تزکیہ روح، صفائی قلب کا کوئی ایسا پہلو نہیں جسے تشنہ تکمیل چھوڑا ہو۔ بحر و بر، سہیل وجیل کا کوئی ایسا گوشہ نہیں چھوڑا جس کے علوم مخفیہ، رازہائے پنہاں کا انکشاف نہ فرمایا ہو۔ مضامین کی عمدگی کا یہ

1۔ الانعام 59:6

عالم ہے کہ ہر مذہب اللہ رب العزت کے وحدہٗ لاشریک ہونے کا مدعی ہے مگر عملی انداز مفقود ہے، بُت پرست اور تثلیث کے ماننے والے بھی بزعم خویش موحد ہیں۔ مسئلہ توحید کی خوبی وعمدگی پر تمام عالم متفق ہے۔ ہر مذہب نے اپنی اپنی کتابوں میں اسے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر جس پیرایہ میں قرآن مقدس نے اس کا حل کیا ہے جواب نہیں۔

تاثیر قرآن

عمر فاروق گھر سے مسلّح ہو کر نکلتے ہیں کہ حضور انور ﷺ کو شہید کر دیں لیکن اپنی ہمشیرہ فاطمہ سے قرآن مقدس کی چند آیات سُن کر حضور ﷺ کے ہاں حاضر ہو کر فاروق کے خطاب سے نوازے جاتے ہیں۔ اَسد بن زرارہ مدینہ طیبہ کا مشہور سردار ہے۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے چند آیات سُن کر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا ہے۔ شمامہ بن آثال کا سا متکبر آدمی قرآن مقدس سُن کر منقاد ہو جاتا ہے۔ خالد بن عقبہ، ولید بن مغیرہ جیسے لوگ کہہ اُٹھے'' واللّٰہ ان لہ لحلاوۃ '' بخدا اس میں عجیب شیرینی ہے۔ اسی حلاوت کا اثر تھا کہ جو لوگ ایک پیسہ پر قتل عمد کو جائز سمجھتے تھے وہ صداقت، حقانیت کی خاطر اپنی جائیدادوں سے قطع کرنے لگے۔ سرکش لوگ مطیع و منقاد ہو گئے۔ ظلم وستم کے عادی عدل وانصاف کا درس دینے لگے، میلہ عکاظ میں زبان آوروں کی زبانیں اس کے مقابلے میں گنگ ہو گئیں۔ طبائع نے اس قدر رنگ بدلا کہ اب اگر خوشی مطلوب ہے تو قرآن مبین کا ورد ہے، برکت مقصود ہے تو اس کا سماع ہے، صحمہ نجاشی، جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے سورۂ مریم سن کر بے ساختہ رونے لگ گیا۔

خصوصیات قرآن

قرآن مقدس سے پہلے سب آسمانی کتب کا دائرہ تبلیغ و دعوت محدود تھا۔
قرآن مقدس ہی وہ کتاب ہے جو تمام بنی نوع انسان کو دعوت حق دیتی ہے یہی وہ کتاب ہے جو"ھدی للناس "(1) ہے،"ینذر من کان حیا "(2) کی صفت اسی سے وابستہ ہے، بقول متی مسیح نے اپنی بشارت وانجیل کو روٹی، بنی اسرائیل کو بیٹے اور دیگر اقوام کو کتے بتایا۔ جیسا کہ متی ۱۵ باب سے واضح ہے"لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کے سامنے پھینکنا مناسب نہیں" اسی کی تعلیم ہے جو جامع ہے۔ جین مت اپنے علاوہ دوسروں میں تبلیغ کرنا گناہ سمجھتا ہے، ہندومت کی تعلیم ہے کہ غیر شخص وید نہیں سُن سکتا۔ بدھ مذہب بھی دعوتِ عمومی سے عاری ہے، یہودی مذہب میں صرف اسرائیلیوں میں ہی تبلیغ کی جاسکتی ہے، انجیل بھی صرف محدود تبلیغ کی مدعی ہے جیسا کہ متی ۲۴/ ۱۵، ۵۔۶/ ۱۰ سے واضح ہوتا ہے۔

تفاسیرِ قرآن

عہد صحابہ میں قرآن مقدس کی سب سے پہلی تفسیر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لکھی۔ مشہور مفسر محمد بن جریر طبری اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیروں میں اس سے بکثرت روایات لی ہیں۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے تفسیر لکھی۔ جس کا نسخہ امام احمد بن حنبل کے زمانہ میں مصر میں موجود تھا۔ امام بخاری

1۔ البقرہ 185:2

2۔ یٰسٓ 70:36

نے انہیں سے روایات لی ہیں، عہد تابعین میں حضرت عبداللہ بن عباس کے مشہور شاگرد سعید بن جبیر نے تفسیر لکھی ۔موصوف نے یہ کتاب خلیفہ وقت عبدالما لک بن مروان کی درخواست پر لکھی ۔ جو شاہی کتب خانہ کی زینت بنی ۔ حافظ شمس الدین الذہبی نے میزان الاعتدال میں اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے۔سیدنا سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کبار تابعین میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تلمیذ خاص ابوالعالیہ رفیع بن مہران ریاحی بصری نے تفسیر لکھی ۔ان کا رتبہ تفسیر میں سعید بن جبیر سے بھی بلند ہے۔حافظ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اس امر کا اعتراف کیا ہے پھر اس فن تفسیر نے خوب ترقی کی اور نامور مفسر ہوئے۔

قرآن کے مشہور قرأ

۱۔ نافع (رضی اللہ عنہ)

انہوں نے ستر (۷۰) تابعی قاریوں سے قرأت اخذ کی۔

۲۔ ابن کثیر رضی اللہ عنہ

انہوں نے عبداللہ ابن السائب صحابہ سے قرأت حاصل کی تھی۔

۳۔ ابوعمرو رضی اللہ عنہ

انہوں نے صرف تابعین سے قرأت اخذ کی تھی۔

۴۔ ابن عامر رضی اللہ عنہ

انہوں نے ابوالاردادا اور عثمان رضی اللہ عنہم کے اصحاب وتلامذہ سے قرأت حاصل کی تھی۔

۵۔ عاصم رضی اللہ عنہ

انہوں نے صرف تابعین سے قرأت کی تعلیم پائی۔

۶۔ حمزہ رضی اللہ عنہ

انہوں نے عاصم، اعمش، سبیعی، منصور بن المعتمر ہ سے قرأت سیکھی۔

۷۔ کسائی رضی اللہ عنہ

انہوں نے حمزہ، ابوبکر بن عباش سے قرأت سیکھی۔

اس کے بعد قرأ دنیا بھر میں پھیل گئے۔

آیات وسُوَرِ قرآن

لفظ ''آیہ'' قرآن حکیم میں چند معانی میں مستعمل ہے مثلاً فقرہ، حصہ ٹکڑا، معجزہ، دلیل، نشان، ہلاکت نشانِ عبرت وغیرہ یہاں بمعنی ٹکڑا، حصہ ہے۔ ابن الضریس نے عثمان بن عطار کے طریق پر بواسطہ عطاء ابن عباس سے روایت کی، کہ قرآن کریم کی جملہ آیتیں چھ ہزار چھ سو سولہ (۶۶۱۶) ہیں، بہت سے علماء نے قرآن مقدس کے کلمات کا شمار ستتر ہزار نو سو تینتیس (۷۷۹۳۳) بتایا ہے۔ ابن الفریس نے ہی قرآن مقدس کے تمام حروف کی تعداد تین لاکھ تیس ہزار چھ سو اکہتر (۳۳۰۶۷۱) بتائی ہے۔ جلیل القدر علماء کے نزدیک سورتوں کی تعداد ایک سو چودہ ہے۔ ابوالشیخ نے اذروق سے روایت کی ہے کہ الانفال اور برأت ایک ہی سورتیں ہیں۔ ان کے نزدیک ۱۱۳ ہیں، معتبر بات پہلی ہی ہے۔

تجوید قرآن

قرآن مقدس کی تجوید بے حد ضروری چیز ہے۔ ابوعمر الدوانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ''جوّدو القرآن'' (1) قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھو۔ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''من لم یجوّد القرآن اثم ''(2) جس نے قرآن تجوید سے نہ پڑھا گنہ گار ہے۔ قرأ کہتے ہیں ''تجوید وقرأت قرآن کا زیور ہے''

تجوید کے معنیٰ ہیں کہ تمام حروف کو ان کا پورا پورا حق دینا۔ اور ان کو ترتیب سے بہرہ ور کرنا، ہر حرف کو اس کے مخرج اور اصل کی طرف پھیرنا۔ اور اس خوبی کے ساتھ اس کو زبان سے ادا کرنا کہ اس کی اصل صورت بلا کسی کمی زیادتی کے نمایاں ہو جائے۔ ابن الجزری فرماتے ہیں، تجوید میں منزل مقصود پر پہنچنے کیلئے مجھے اس سے بہتر کوئی طریقہ معلوم نہیں ہوتا کہ زبان کو خوب مانجھیں اور اچھی طرح ادا کرنیوالے شخص سے جو حفظ سنیں اس کو بار بار تکرار کر کے زبان پر چڑھائیں اور تجوید کا قاعدہ، وقف، امالہ اور ادغام کی کیفیت معلوم کر لیں۔

شیخ علم الدین نے تجوید کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا ہے۔

1۔ القرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ص 23/1

2۔ محمد بن صالح، شرح ریاض الصالحین، باب فضل قرأۃ القرآن، ص 834/4

مخارج حروف

مخارج حروف کی تعداد میں مجودین کا اختلاف پایا جاتا ہے۔امام جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،مخارج حروف سترہ (۱۷) ہیں۔

پہلامخرج: جوف دہن ہے،اس سے الف، واؤاور ہائے ساکن سے نکلتی ہیں۔

دوسرامخرج: حلق کا انتہائی کنارہ ہے۔اس سے ہمزہ اور (ہ) کا خروج ہوتا ہے

تیسرامخرج: وسطِ حلق ہے، یہ عین اور حاء کے لئے مخصوص ہے۔

چوتھامخرج: حلق کا وہ کنارہ ہے جو مُنہ کے بہت قریب ہے، عین اور خاء کا اخراج ہوتا ہے۔

پانچواں مخرج: زبان کا انتہائی کنارہ جو حلق سے ملا ہو، یہ قاف کا مخرج ہے۔

چھٹامخرج: قاف کے مخرج سے بھی کسی قدر دُور،اس سے کاف نکلتا ہے۔

ساتواں مخرج: زبان اور تالو کا درمیانی حصہ ہے۔اس سے جیم،سین اور یے کا اخراج ہوتا ہے۔

آٹھواں مخرج: وہ ض کا ہے، وہ زبان کی دائیں یا بائیں جانب سے نکلتا ہے جبکہ اوپر کی ڈاڑھ کی جڑ سے لگادیں۔نہ تو اسے دال کے مشابہ پڑھا جائے اور نہ خالص ظا پڑھا جائے جیسا کہ بعض لوگ پڑھتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے اور اچھے لکھے پڑھے لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں۔

نواں مخرج: زبان کے اگلے سرے سے لے کر اس کے آخری کنارہ تک ہے، اس سے لام نکلتا ہے۔

دسواں مخرج: وہ زبان کا کسی قدر نچلا حصہ ہے، اس سے نون نکلتا ہے۔

گیارہواں مخرج: زبان کے اگلے حصے سے ہٹ کر وسط کے قریب ہے، یہ راء کا مخرج ہے۔

بارہواں مخرج: زبان کے کنارہ کا وسط اور اوپر کے دو اگلے دانتوں کی جڑ ہے، اس سے طا (ط) دال اور تا (ت) نکلتے ہیں۔

تیرہواں مخرج: زبان کا وسطی کنارہ اور نچلے دو اگلے دانتوں کا بالائی سرا ہے۔ اس سے حرف صغیر سین، صاد اور زا نکلتے ہیں۔

چودہواں مخرج: زبان کے بیچ کا کنارا اور اور نچلے دونوں اگلے دانتوں کے کنارے ہیں۔اس سے ظا اور ت نکلتے ہیں۔

پندرہواں مخرج: ہونٹوں کا درمیانی حصہ ہے اس سے ب اور م نکلتے ہیں۔

سولہواں مخرج: دونوں ہونٹ ہیں، یہ ف کا مخرج ہے۔

سترہواں مخرج: خیشوم یعنی ناک کی جڑ ہے، اس سے اس وقت غنہ ادا ہوتا ہے جبکہ ادغام واقع ہو یا نون اور میم ساکن کو نکالا جائے۔

سیبویہ کے نزدیک مخارج سولہ (۱۶) ہیں، خلیل نے سترہ (۱۷) شمار کئے جن کی تکمیل ہوگئی۔

صفات حروف

یہ صفات بھی مخارج حروف کی تعداد کے مطابق سترہ (۱۷) ہیں۔

۱۔ همس جن حروف میں یہ صفت پائی جائے وہ مہموسہ کہلاتے ہیں، ان کی تعداد دس (۱۰) ہے جن کا مجموعہ فحثہ شخص ۔سکت یعنی حروف کی ادائیگی میں آواز ضعف کے ساتھ ٹھہرے اور آواز میں پستگی ہو۔

۲۔ جهر جن حروف میں یہ صفت پائی جائے وہ مجہورہ کہلاتے ہیں۔آواز مخرج میں قوت کے ساتھ ٹھہرے اور آواز میں بلندی ہو۔

۳۔ شدت جن حروف میں یہ صفت پائی جائے وہ شدیدہ کہلاتے ہیں۔کہ ادا کرتے وقت آواز بند ہو جائے اور اس میں ایک قسم کی سختی پائی جائے۔ان حروف کا مجموعہ یہ ہے ''اجدك قطبت''

۴۔رخوت ان حروف کا ادا کرتے وقت آواز میں ایک قسم کی نرمی ہو۔

۵۔استطالت یہ صفت صرف ض کی ہے یعنی ضاء کے شروع میں مخرج سے آخر تک آواز میں امتداد رہتا ہے۔

۶۔ تفشی یہ صفت صرف شین کی ہے اس کے ادا کرنے میں آواز منہ کے اندر پھیل جاتی ہے۔

۷۔ تکریر یہ صفت راء میں پائی جاتی ہے کہ اسے ادا کرتے زبان میں لرزہ ہوتا ہے۔

۸۔انحراف جن حروف میں یہ صفت ہو، وہ منحرفہ کہلاتے ہیں وہ حروف یہ ہیں۔لام۔راء۔اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ ادا کرتے وقت لام میں زبان کے کنارہ کی طرف اور راء میں کچھ زبان کی پشت کی طرف میلان پایا جائے۔

۹۔لِین جن حروف میں یہ صفت پائی جائے وہ حروف لین کہلاتے ہیں، انہیں اپنے مخرج سے ایسی نرمی کے ساتھ ادا کیا جائے کہ اگر کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کر سکے۔

۱۰۔قلقلہ یہ حروف اپنی اسی صفت کے پیش نظر ہی حروف قلقلہ کہلاتے ہیں کہ حالت سکون میں ادا کرتے وقت مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے، یہ حروف کا مجموعہ ''قطب جدّ'' ہے۔

۱۱۔ صفیر ان حروف کو صفیر اس لئے کہتے ہیں کہ ادا کرتے وقت آواز تیز اور سیٹی کی طرح نکلتی ہے یہ تین ہیں۔ض۔ذ۔س

۱۲۔ صمات جن حروف میں یہ صفت پائی جائے وہ مُصمة کہلاتے ہیں، یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی سے ادا ہوتے ہیں۔

۱۳۔انفتاح اس صفت کے حروف کو منفتحہ کہتے ہیں ان حروف کی ادائیگی کے وقت زبان کا درمیانی حصہ تالو سے جدا رہتا ہے۔

۱۴۔اطباق اس صفت کے حروف کو مطبقہ کہتے ہیں، ان حروف کی ادائیگی کے وقت زبان کا درمیانی حصہ تالو سے مل جاتا ہے۔

۱۵۔ازلاق اس صفت کے حروف کو مذلقہ کہتے ہیں، یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارہ سے آسانی سے ادا ہو جاتے ہیں ان کا مجموعہ ’’فرّ من لب‘‘ ہے۔

۱۶۔استفال اس صفت کے حروف کو مستقلہ کہتے ہیں، ان حروف کی ادائیگی کے وقت زبان کی جڑ تالو کی طرف نہیں اُٹھتی۔

۱۷۔ استعلاء اس صفت کے حروف کو مستعلیہ کہتے ہیں، ان کی ادائیگی کے وقت زبان کی جڑ تالو کی طرف اُٹھ جاتی ہے۔

چار احکام

(۱)اظھار اس کی نسبت تمام قاریوں کا یہ قول ہے کہ وہ حروف حلقی کے قریب ہونے کی صورت میں ہوگا، حروف حلقی چھ ہیں۔

ہمزہ۔ہاء۔حاء۔خاء۔عین۔غین۔ اس کی مثال یہ ہے من آمن من ھادوغیرہ

(۲) ادغام چھ حرفوں میں ہوتا ہے۔ دو حروف جن میں غنہ ہوتا ہے یعنی لام اور راء جیسے فان لم تفعلوا ۔چار حروف جن میں غنہ پایا جاتا ہے وہ یہ ہیں۔نون، میم، یا اور واؤ۔ان کے ساتھ بھی نون ساکن اور تنوین کا ادغام ہوتا ہے جیسے عن نفس ۔

(۳)اقلاب صرف ایک ہی حرف کے قریب ہونے کی صورت میں ہوتا ہے اور وہ حرف ’’ب‘‘ ہے جیسے انبئھم

(۴)**اخفاء** باقی ماندہ حروف تہجی کے قریب ہونے کی صورت میں کیا جاتا ہے جو پندرہ ہیں، ت۔ث۔ج۔د۔ذ۔ز۔س۔ش۔ص۔ض۔ط۔ظ۔ف۔ق۔ک

مداورقصر

اس موضوع پر قاریوں نے بہت کچھ لکھا ہے، اس کی اصل وہ حدیث ہے جس کو سعید بن منصور نے اپنے سنن میں بیان کیا کہ مسعود بن یزید الکندی نے بیان کیا کہ ابن مسعود ایک شخص کو پڑھا رہے تھے تو اس نے ''انما الصدقات للفقراء'' یعنی فقراء کو بغیر مد پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ ایسے نہیں۔ حضورﷺ نے ''للفقرآء'' کو مد سے پڑھا ہے۔(۱) الف مطلقاً (۲) واؤ ساکن جس کا ماقبل مضموم ہو (۳) ی ساکن جس کا ماقبل مکسور ہو۔ مد ساکن کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) لازمی: لازمی وہ ہے جو اپنی دونوں حالتوں، اول کلمہ اور وسط کلمہ میں آنے کی وجہ متغیر نہیں ہوتا، جیسے'' الضالین''

(۲) عارضی: وہ سکون جو وقف وغیرہ کی وجہ سے لاحق ہو جاتا ہے جیسے ''العباذ'' اگر ہمزہ حروف مد کے بعد ایک ہی لفظ میں آئے، اسے مد متصل کہتے ہیں جیسے اولئک، اگر حرف مد ایک لفظ میں ہو اور ہمزہ دوسرے میں تو اسے مد منفصل کہتے ہیں، مد منفصل میں مد اور قصر دونوں صورتوں میں جائز ہیں۔ مد منفصل کو مد الفصل، مد البسط، مد الاعتبار، مد جائز بھی کہتے ہیں۔

رموزاوقاف قرآن مجید

O	یہ گول دائرہ وقف نام کی نشانی ہے اس پر ٹھہرنا چاہیئے۔
م	یہ وقف لازم کی نشانی ہے، اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیئے ورنہ مطلب کے مختلف ہونے کا اندیشہ ہے۔
ط	یہ وقف مطلق کی علامت ہے اس پر ٹھہرنا چاہیئے مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب نہ ہو۔
ج	یہ وقف جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر۔
ز	یہ علامت وقف مجوز کی ہے یہاں نہ ٹھہرنا بہتر۔
ص	علامت وقف مرخص ہے، یہاں ملا کر پڑھنا چاہیئے لیکن کوئی تھک کر رک جائے تو رخصت ہے۔
ق	قیل علیہ الوقف، کا خلاصہ ہے یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیئے۔
صلے	یہاں ملا کر پڑھنا چاہیئے۔
لا	یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔
صل	یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے کبھی نہیں۔
قف	رُک جانے کی علامت ہے
سکتہ	یہاں کسی قدر ٹھہرنا چاہیئے
وقفہ	سکتے کی نسبت ٹھہرنا چاہیئے۔

متفرقات

اس حصہ میں جہاد، سوشلزم اور دیگر عنوانات کے شذرے موجود ہیں۔ پاکستان میں بعض سیاسی عصمت فروشوں نے اسلام کو بھی ایک فریق بنالیا۔ اس کے مقابلہ میں ایک یہودی سرمایہ پرست کا باطل نظریہ سوشلزم "اسلامی" بوتل میں پیش کیا گیا۔ حضرت مصنف علام نے فوری طور پر اس کا نوٹس لیا اور اس اہم مسئلہ پر ایک مدلل مضمون تحریر فرمایا اور سُرخوں پر پہلی کاری ضرب آپ ہی نے لگائی۔ علاوہ ازیں والدین کی خدمت، جہاد، حفظان صحت، بائیکاٹ کی شرعی حیثیت کے عنوانات سے یہ مختصر مضامین حاضر خدمت ہیں۔

(مرتب)

الجہاد

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اولاً حضور انور ﷺ کو جہاد کی اجازت نہ تھی، صرف تبلیغ فرض تھی ''ان علیك الا البلاغ ''(1) کا حکم تھا، پھر جہاد کا حکم ملا مگر ابتداءً جنگ ممنوع تھی، بعد میں ہر طرح جنگ کی اجازت ہوگئی۔ قرآن مقدس کی متعدد آیات حضور ﷺ کی احادیث طیبہ شاہد ہیں۔ دراصل جذبہ جہاد مومنانہ اور کافرانہ تصوّرات کی زبردست ٹکر ہے۔ اسلام کا خلاصہ اس تضاد کی تقویت ہے۔ یہ تضاد ختم ہوا تو ایمان کی خیر نہیں۔ جو ایمان کفر کی ضد نہیں وہ ایمان، ایمان نہیں۔ جس قدر ایمان محبوب ہوگا اسی قدر کفر مبغوض ہوگا۔ یہ دونوں قوتیں آپس میں ضد ہیں، ایک ضد دوسری کو تب توڑتی ہے جب سو فیصد ہو۔ اگر کم ہوگی تو کامیابی نہیں ہوگی۔ پانی کو آگ سے سو فیصد تضاد ہے اس لئے پانی آگ کو بجھا لیتا ہے، تیل چونکہ نقلی پانی ہے اس میں پورا تضاد نہیں جس وجہ سے بجائے آگ بجھانے کے اور بھڑکا دیتا ہے۔ قرآن مقدس نے کفار کو شرالدواب اور شرالبریہ کے لفظوں سے یاد کیا ہے جس سے واضح ہے کہ ساری کائنات سے زیادہ فسادی اور شریر کفار ہی ہیں۔ جب سانپ بچھو جن کی زہر جسم کے لئے ضرر رساں ہے، ان کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے تو کیا وجہ ہے کہ کفار جن کی زہر ایمان کیلئے ضرر رساں ہے تو انہیں نہ مارا جائے؟ جب سانپ بچھو سے ابتدائی اور دفاعی دونوں جنگیں لڑی جا سکتی ہیں تو کفار سے کیوں جائز نہیں؟ جس پھوڑے سے جسم کی خرابی ہو اس پر نشتر چلانا ہی

1۔ الشوریٰ 42:48

پڑتا ہے۔ جو انگوریاں اصل کھیتی کے بڑھنے میں رکاوٹ بنیں۔ انہیں اکھاڑ دیا جاتا ہے ایسے ہی سمجھئے انسانیت کے اعضاء سلیمہ میں کفار اور اعضاء خبیثہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس مریض عضو کی اصلاح ضروری ہے اگر بغیر آپریشن درست ہو جائے جیسے (صلح، جزیہ) تو ٹھیک ورنہ کاٹ دیا جائے۔ جہاد کا مقصد کفار کو صداقتِ اسلام کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ جہاد ایک اسلامی فریضہ ہے جس سے اسلام کی بقاء کا راز وابستہ ہے۔ خواجہ کمال الدین مرزائی یورپ گئے۔ تو ایک انگریز نے پوچھا اِسلام میں جہاد ہے؟ خواجہ صاحب نے کہا نہیں، انگریز نے کہا پھر سمجھ لو اسلام جھوٹا مذہب ہے، سچے مذہب کیلئے قوتِ جہاد کی اشد ضرورت ہے کائنات کی ہر شے میں فطرتی طور پر یہ جذبہ موجود ہے۔

فضائل جہاد

☆ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بہترین عبادت ہے جیسے مالداروں کا امتحان زکوٰۃ سے لیا گیا ہے، ایسے جانداروں کا امتحان جہاد ہے کہ بوقت ضرورت اپنی جان کو پیش کریں اور دین فطرت اسلام پر اور اِسلامی ملک پر ذرہ بھر آنچ نہ آنے دیں۔

☆ جذبہ جہاد پیدا کرنے سے دُنیا کی محبت کم ہوتی ہے اور یہی دُنیاوی محبت ہی گناہوں کی جڑ ہے، غازی میدان جہاد میں جاتے وقت مال و دولت سے مُنہ پھیر کر رب ذوالجلال کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

☆ دُنیا میں عزت و آبرو سے زندگی بسر کرنے کیلئے ضروری ہے کہ شجاعت اور بہادری کے جوہر موجود ہوں گویا جذبہ جہاد ہی انسان کو دُنیا میں باعزت رکھ سکتا ہے اور عزت و شجاعت کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔

☆ قرآن مقدس فرماتا ہے، انسانی زندگی کا مقصد اللہ کی عبادت کرنا ہے اور صحیح معنی میں عبادت کیلئے آزادی ضروری ہے اور آزادی بغیر جہاد ناممکن۔ آزادی خیرات کے طور پر نہیں ملتی۔ بلکہ جنگ و جہاد سے ہاتھ آتی ہے، ہمیں پاکستان اور آزادی کی دولت جذبہ جہاد کی بدولت ہی ملے ہیں۔

☆ جیسے صحت منداور توانا آدمی کیلئے اپنے جسم سے بیماریوں کے اسباب دُور کرنا ضروری ہیں، ایسے ہی کامل مسلمان کیلئے دینی قوت کیلئے غلبہ کفر کے اسباب مٹانا لازمی ہیں اور یہ بات جہاد سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

☆ حدیث پاک میں ارشاد ہوتا ہے موت کے بعد دنیا میں آنے کی کوئی شخص تمنا نہیں کرتا، سوائے شہید مجاہد کے، وہ عرض کرے گا مولا! مجھے پھر اسی گرم ریت کی تمنا ہے اور زخم کھانے کی آرزو اور پھر تلوار کی جھنکار سننے کی خواہش ہے جو میدان جہاد میں سُنی تھی

☆ مجاہد شہید کو جان کنی کی تکلیف بھی نہیں ہوتی، بلکہ چیونٹی کے کاٹنے جیسی چسک۔

☆ حدیث پاک میں ارشاد ہوتا ہے جنت کے سو درجے مجاہدین کے لئے خاص ہیں جن کے درمیانی حصہ کا نام فردوس ہے، اِسی پر عرش الٰہی ہے۔

شوق شہادت

کائنات کے شہنشاہ میرے اور آپ کے ایمانوں اور جانوں کے والی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں تمنا کرتا ہوں کہ راہِ الٰہی میں جہاد کروں، اور شہید ہوں پھر زندہ ہوں پھر شہید ہوں پھر زندہ ہوں پھر شہید ہوں۔ اللہ اللہ جہاد اور شہادت وہ پیارے اُمور ہیں جن کی تمنا خود سرور کائنات علیہ السلام نے بھی فرمائی۔ حضرت انس بن نضر

رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ جنگ بدر کے موقعہ پر موجود نہ تھے، عدم شمولیت کا انتہائی صدمہ ہوا، بارگاہِ رب العزت میں عرض کی اللہ اب اگر جہاد کا موقعہ آیا تُو دیکھے گا، انس کیسے لڑتا ہے؟ اُحد کا موقعہ آیا، شوقِ شہادت میں آپ سب سے آگے آگے ایک وجدانی کیفیت سے بڑھ رہے ہیں اور فرماتے ہیں اللہ کی قسم اُحد کی جانب سے مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے" چنانچہ ستر (۷۰) زخم کھانے کے بعد شہید ہو گئے۔ یاد رہے یہ سب زخم سامنے سینہ اطہر پر ہی تھے۔(1)

ایک عورت کی قوت ایمانی

یہ عورت بنو دینار کی تھی جس کا باپ، بھائی، شوہر (تینوں) اُحد میں شہید ہو گئے تھے جب اُسے یہ واقعہ بتایا گیا تو بجائے غم و فکر کے جھٹ بولی۔ مجھے رسول اللہ ﷺ کے متعلق بتاؤ، لوگوں نے کہا وہ بفضلہٖ ٹھیک ہیں کہا مجھے دکھاؤ، دُور سے چہرہ مبارک کی زیارت کر کے بے اختیار کہہ اُٹھی "کل مصیبة بعدك جلل" "اب ہر مصیبت برداشت ہو سکتی ہے"۔ آج پھر ضرورت ہے کہ ہماری بہنیں، بیٹیاں اس جذبہ کو پیدا کریں۔

دو ننھے مجاہد

جنگِ بدر کے موقعہ پر حضور انور ﷺ نے جہاد کا حکم فرمایا تو دو ننھے معصوم بچوں نے اپنی والدہ کو مغموم دیکھ کر سبب پوچھا، ماں نے بتایا، بیٹا کاش تمہارا باپ آج زندہ ہوتا تو میں اس کے جہاد پر جانے سے فخر محسوس کرتی۔ بچوں نے ماں کو تسلی دی کہ

1۔ البخاری، الجامع الصحیح، باب قول اللہ تعالیٰ من المومنین رجال صدقوا۔۔ الرقم 2805، ص 19/4

ابن ابی شیبہ، المصنف، باب ما ذکر فی فضل الجهاد، الرقم 19400، ص 212/4

ہم حاضر ہیں ۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پہنچ کر اظہار خیال کیا، حضور ﷺ نے بڑے کو بھرتی فرمالیا اور چھوٹے کو اس کی کم عمری کے باعث اجازت نہ دی۔ عرض کی حضور! اگر چہ عمر میں کم ہوں مگر طاقت میں اپنے بھائی سے زیادہ ہوں، بے شک کشتی کروا کے دیکھ لیجئے، سرکار نے مُسکراتے ہوئے کشتی کی اجازت فرمادی، صحابہ اس جذبہ پر حیران تھے ملائکہ اس معصومانہ کارنامے پر ششدر تھے، رب العزت فخر فرمارہا تھا، جب کشتی شروع ہوئی تو چھوٹے نے کہا، بھائی خدارا شکست کھا جاؤ، میرا کام بھی بن جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا تو سرکار نے دونوں کو اجازت فرمادی۔

خاتونِ جنت اور حضرت صدیقہ کی خدمات

جب اُحد میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ حضور ﷺ شہید ہوگئے ہیں تو مدینہ طیبہ سے فاطمۃ الزہرا، اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما دوڑی دوڑی آئیں، یہاں آکر فاطمہ بتول نے حضور علیہ السلام کے زخموں کو دھویا، پیشانی کا خون تھمتا نہ تھا، اس میں چٹائی جلا کر بھری۔ علی المرتضیٰ ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے رہے، عائشہ صدیقہ اور اُم سلم نے مشکیزے اُٹھائے اور زخمیوں کو پانی لا لا کر پلاتی تھیں، ممکن ہے جلد پھر وہ وقت آجائے جب ہماری ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو ایسی خدمات انجام دینا ہوں گی۔

شہید اور غازی کا مقام

۱۔ اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں اُنہیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔(1)

۲۔ اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔(2)

۳۔ کائنات کے شہنشاہ نبی انور علیہ السلام فرماتے ہیں، اِسلامی مملکت کی سرحد پر ایک رات پہرہ دینے کا ثواب ہزار راتوں کی عبادت سے بہتر ہے۔(3)

۴۔ میدان جنگ میں جم کر کھڑے ہونا گھر بیٹھ کر ساٹھ برس نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔

۵۔ میدان جنگ میں چوکس اور بیدار آنکھ پر دوزخ حرام ہے۔

۶۔ جنگ کی راہ میں جن قدموں پر گرد وغبار پڑے، ان قدموں کو دوزخ کی طرف نہیں لے جایا جائے گا۔

جذبہ سرفروشی

سرفروشی اور جاں بازی ہم نے ورثہ میں لی ہے، یہ ورثہ حضور سید الانبیاء ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، جلیل القدر مجاہدوں غازیوں کا ورثہ ہے۔

1۔ البقرہ 154:2

2۔ آل عمران 169:3

3۔ الترمذی، الجامع الصحیح ،باب الجہاد، ج 1، الرقم 1719

مسلمان اس ورثہ کی حفاظت کرنا بھی جانتا ہے، اُسے معلوم ہے کہ اپنے مقدس وطن کی حفاظت کا تقاضہ کیا ہے۔ پاک و ہند کی سترہ روزہ جنگ میں ہمارے مجاہدوں نے ثابت کر دیا ہے کہ ان کی رگوں میں اپنے بزرگوں کا خون اور اس خون میں ایمان کی حرارت موجود ہے اور مسلمان ہمیشہ سے اپنے بزرگوں کی ارواح کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا رہے گا۔

''جاء الحق'' آج پھر ہمارے سامنے وہی دشمن ہے جسے محمود غزنوی نے مٹھی بھر فوج سے ایک بار نہیں سترہ مرتبہ تہہ و بالا کیا تھا، وہی ہجوم باطل ہے جسے غوری نے تھوڑی سی فوج سے منتشر کر دیا تھا، وہی جم غفیر ہے جس کی گردنوں میں تغلقوں اور لودھیوں نے طوق غلامی پہنا دیا تھا اور وہی وسیع و عریض ملک ہے جسے بابر نے بارہ ہزار سپاہیوں سے فتح کیا تھا۔ اللہ کے فضل و کرم سے اُمید کہ پاکستانی مجاہد اُن سے کسی صورت پیچھے نہیں رہیں گے انہوں نے دیرینہ تاریخ کو دہرا دیا ہے اور دہراتے رہیں گے نیکی اور بدی کی کشمکش اور حق و باطل کے مقابلہ کی طویل تاریخ کا یہ پہلو بہت نمایاں دلچسپ اور عبرت آموز ہے کہ باطل کو ہمیشہ لشکر و سپاہ مال و منال کی کثرت پر گھمنڈ رہا لیکن حق کو ہمیشہ اللہ پر بھروسہ رہا اور یہی اعتماد بھروسہ ہی تھا جس کے باعث اس کے مقابلہ میں پہاڑ اور چٹانیں بھی پاش پاش ہو گئے۔ اس جذبہ کے تحت مومن ظاہری اسباب سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے۔ حضرت طارق نے اندلس کے کنارہ کشتیوں کو آگ لگا دی بعض حضرات نے اعتراض کیا تو '' خندید و دست خویش بدوشش بردو گفت'' ہر ملک ملکِ ریاست کہ ملک خدائے ماست'' جب قلب مومن میں یہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے تو بارگاہِ قدس سے فتح و نصرت معونت و تائید اس کی دستگیری کرتی

ہیں جیسا کہ بدر وحنین میں ہوا اور انہیں بزرگوں کا صدقہ پاکستان کو بھی ستمبر ۶۵ء کی جنگ میں ایسے انعامات واکرامات سے نوازا گیا۔

غیبی کرشمے

۱۔ جس رات ہندوستان نے ۲۷ ہزار مسلح افواج سے پاکستان پر حملہ کیا اُسی رات مدینہ طیبہ میں لوگوں نے خواب دیکھی جسے مدرسہ دارُالعلوم الشرعیہ مدینہ شریف کے لائبریرین محمد انعام کریم صدیقی نے کراچی ایک صاحب کو لکھا۔ ''جس روز لاہور پر حملہ ہوا یہاں حرم شریف میں لوگوں نے خواب دیکھا کہ حضور ﷺ تیزی کے ساتھ روضہ انور سے نکلے، لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ کہاں جارہے ہو؟ فرمایا پاکستان میں جہاد کیلئے اور آناً فاناً روانہ ہو گئے۔ بعد میں پانچ سوار اور ایک موٹر میں سوار ہو کر ہوائی جہاز کی طرح پرواز کر گئے۔(1)

۲۔ پاکستانی افواج نے یارسول اللہ کا نعرہ لگا کر بھارت کی ٹڈی دل فوج کا صفایا کردیا۔ اس معرکہ میں نبی آخرالزماں اور شیر خدا اپنے مجاہدین کے سروں پر موجود تھے۔ بارہ سو میل لمبے محاذ پر سبز کپڑوں والے مجاہد دیکھے گئے۔(2)

۳۔ جنرل کری آپا کا لڑکا ہسپتال میں زیر علاج ہے اُسے جسمانی طور پر زخم نہیں، مگر کھڑا نہیں ہوسکتا، جب اس سے وجہ پوچھی گئی تو بتایا'' جب میں راوی کے پُل پر بم گرانے لگا تو کسی غیبی آواز نے کہا، خبردار بم مت گرانا، پھر میں نے ہمت کر کے بم

1۔ روزنامہ امروز، ۱۱ستمبر ۱۹۶۵ء

2۔ روزنامہ جنگ ۱۲/ اکتوبر ۱۹۶۵ء

گرایا تو کسی نے بم کو ہوا میں سے تھام کر دریا کی طرف لڑھکا دیا۔ اس وقت سے میرے حواس بجانہیں۔(1)

۴۔ خواجہ خان محمد صاحب تونسوی کو ان کے ایک مرید نے مدینہ شریف سے لکھا ''ایک صاحب کشف بزرگ نے دیکھا، حضور علیہ السلام فوجی لباس میں حجرۂ انور سے باہر تشریف لائے، عرض کی یارسول اللہ کہاں جا رہے ہیں، فرمایا پاکستان میں جہاد کیلئے''(2)

بارگاہِ ذوالجلال سے بصد ادب و نیاز التجا ہے کہ وہ محض اپنے خصوصی فضل و کرم سے اسلام اور مسلمانوں کو ہمیشہ ہمیشہ فتوحات سے نوازتا رہے۔ آمین

کانگریسی مکتب فکر

ہندوستان کے کانگرسی علماء نے آج بھی اس نازک مرحلہ پر جبکہ پاکستان بھارت سے موت وحیات کی جنگ لڑ رہا تھا مسلمان دشمنی اور ہندونوازی کا پور پورا ثبوت دیا۔ پاکستان کی حالیہ جنگ کو محض ایک سیاسی مسئلہ قرار دیا حالانکہ یہی علماء تھے جنہوں نے انگریز کی فوج میں مسلمانون کی موت کو حرام قرار دیا تھا، اب وہ بھارت کی فوج میں مسلمانوں کو شہید قرار دے رہے ہیں۔(3)

1۔ روزنامہ جنگ، ۳۰/اکتوبر ۱۹۶۵ء

2۔ مشرق ۲۲/اکتوبر ۱۹۶۵ء

3۔ امروز، ملتان ۷/نومبر ۱۹۶۵ء

شائد اُن دنیا پرست مُفتیوں کو خبر نہیں کہ مسلم بیدار ہے، اس نے پھر ایک مرتبہ باطل کے کرّ وفر کو مٹانا ہے اور اسلامی عظمت کا پرچم دنیا پر لہرانا ہے جیسے ۱۹۴۷ء میں ان کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیئے تھے اب بھی ویسی ہی قوت وسطوت کا ظہور ہو کر رہے گا۔ خدائے ذوالجلال اپنے خصوصی فضل سے اسلام اور مسلمانوں کو رحمات و برکات سے نوازتا رہے اور ہماری لغزشوں سے درگزر فرماتے ہوئے ہمیں سرفرازی بخشے۔ آمین

احترام والدین

جہاں معاشرے میں آئے دن نئی نئی خرابیاں پیدا ہو کر ہمیں تباہی کی طرف لے جارہی ہیں وہاں والدین کی گستاخی، ان سے سخت کلامی لاپرواہی بھی ایک عظیم خرابی ہے جو عام ہوتی جارہی ہے۔ یہ چند سطور ایک دوست کے کہنے پر لکھی جارہی ہیں جو اپنی نااہل اولاد سے پریشان ہیں۔ خدائے قدوس ہم سب کو والدین کے ادب واحترام کی توفیق نصیب فرمائے۔

قرآن مقدس نے فرمایا ہے اپنے نرمی کے بازوان کیلئے رحمت سے جھکادو، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور انور ﷺ نے مجھے نو (۹) چیزوں کی وصیّت فرمائی، ان میں سے ایک یہ ہے کہ والدین کی خدمت اوراطاعت کرو۔ اگر وہ حکم کریں تم اپنی دنیا سے علیحدہ ہو جاؤ تو اس حکم کو فوراً بجالاؤ۔ حضور ﷺ نے فرمایا ماں باپ کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے، صحابہ نے عرض کی حضور! ماں باپ کو گالی کون دے گا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ اس طرح کہ کسی کے ماں باپ کو گالی دے اور وہ بھی جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دے۔(1)

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بتاؤں کہ بڑے گناہوں میں سے بڑا گناہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ (ﷺ) تو آپ نے فرمایا اللہ کا شریک بنانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔(2)

1۔ البخاری، الجامع الصحیح، باب الادب، جلد سوم، الرقم 913

2۔ البخاری، الجامع الصحیح، باب ما قیل فی الشھادۃ الزور، الرقم 2653، ص 171/3

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم لوگ حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ ماں باپ کی موت کے بعد بھی کوئی ایسی نیکی ہے جو ان کے لئے کی جائے، تو فرمایا ہاں چار چیزیں، نماز جنازہ میں شرکت کرنا، ان کیلئے دعا کرنا استغفار کرنا، ان کے عہد پورے کرنا، ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔ انسان پر لازم ہے کہ ماں باپ کی کسی حال میں نافرمانی نہ کرے یا حکم بجا لائے یا سمجھا کر مطمئن کرے ورنہ اس کے وبال سے وہ بچ نہیں سکے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تین دُعائیں مقبول ہیں جن کی مقبولیت میں شک نہیں، مظلوم کی دُعا، مسافر کی دُعا والدین کی اپنی اولاد کے خلاف دُعا۔(1)

حدیث شریف میں بنی اسرائیل کے ایک مشہور عابد، زاہد پرہیزگار کا واقع آتا ہے جو صاحب کرامت ہونے کے باوجود ماں کی بددُعا کا شکار ہو گیا یہ حضرت جریج ہیں جو اپنے گرجا میں ہی مصروفِ عبادت تھے، ماں نے آواز دی تو جریج نے سُن کر نفلی عبادت کو ترجیح دی اور ماں کی بات کی پرواہ نہ کی۔ ماں نے غضب میں آکر بددُعا دی۔ جس کا ظہور یوں ہوا کہ کسی زانیہ نے اپنے بچے کی نسبت جریج کی طرف کر دی، بس لوگ مشتعل ہو گئے گرجا جلا دیا گیا بے عزتی ہوئی، آپ مسکرائے پوچھا گیا کہ مسکراہٹ کیوں ہے؟ فرمایا یہ ماں کی بددُعا کا نتیجہ ہے، چونکہ آپ برگزیدہ تو تھے ہی، بچے کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا بچے تیرا باپ کون ہے؟ تو بچے نے کہا فلاں چرواہا، اب لوگوں کو اپنے کئے پر شرمندگی ہوئی۔(2)

1۔ الترمذی ، السنن ، باب ما جاء فی دعوة الوالدین ، الرقم 1905، ص314/4

2۔ البخاری ، الجامع الصحیح ، الرقم 1206، ص63/2

اس واقعہ سے واضح ہے کہ ولی بھی ماں کی بددعا کا شکار ہو گیا، جہاں ماں باپ کی بددُعا مصیبت بن کر آتی ہے وہاں ان کی خوشی مصائب کے ٹل جانے کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پہلی اُمت کے تین شخص غار میں بیٹھے پناہ حاصل کئے ہوئے تھے۔ اچانک پہاڑ سے چٹان گری جس سے غار کا منہ بند ہو گیا۔ انہوں نے اپنے اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعاء نجات کی، ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ! میرے والدین ضعیف تھے اپنے بال بچوں سے پہلے انہیں کھلاتا تھا، تو جانتا ہے ایک رات دودھ کی تلاش میں میں دُور نکل گیا، واپس آیا تو بوڑھے ماں باپ سو چکے تھے میں نے انہیں جگانا مناسب نہ سمجھا اور اپنے بچوں کو دودھ نہ پلایا، تمام رات بیدار رہا کہ شاید کسی وقت جاگ جائیں ادھر یہ حالت تھی کہ بچے بھوک سے شدید پریشان تھے۔ جب وہ بیدار ہوئے تو پہلے دودھ اُنہیں پلایا پھر بچوں کو۔ یا اللہ! میں نے یہ کام اگر تیری خوشی کیلئے کیا تھا تو اس پتھر کو ہٹا دے، چنانچہ وہ پتھر تیسرا حصہ ہٹ گیا۔ غور کیجئے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ قصہ کیوں فرمایا، آخر یہی منشاء تھی کہ لوگ محسوس کریں والدین کی اخلاص سے خدمت بڑی دولت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نیکیوں سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے۔(1)

1۔ البخاری، الجامع الصحیح، باب من استأجر اجیراً، الرقم 2272، ص91/3
المسلم، الجامع الصحیح، باب قصۃ اصحاب للغار، الرقم 2743، ص2099/4

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ کا واقعہ حدیث شریف میں ہے کہ انہیں مکہ کی راہ میں ایک دیہاتی مسافر ملا، آپ نے اس کی غایت درجہ تعظیم کی کہ وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جو کسی بوڑھے کی عزت کرتا ہے اللہ اس کی عزت کے لئے کسی شخص کو مقرر کر دیتا ہے۔ غور کیجئے! کہ جب ایک عام بوڑھے کی عزت سے یہ افتخار حاصل ہوتا ہے تو اپنے والدین کی تعظیم کیوں نہ باعث فلاح ونجات ہوگی۔

؎ شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

اِسلام اور حفظانِ صحت

حکماء اور فلاسفر نے صحت کو باقی رکھنے کیلئے بہت اہتمام کیا ہے۔ بدن کو تندرست رکھنے کیلئے بہت سے اُصول بنائے ہیں بلکہ اسے ایک مستقل فن ٹھہرایا ہے، مگر پھر بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دین اسلام نے ہی ان کے حقیقی اُصول وضع کرنے میں پہل کی ہے۔ اِسلام ضعف، بیماری، نقاہت کو بلند مراتب حاصل کرنے میں بہت زیادہ مانع سمجھتا ہے جیسا کہ ہمارا روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ ذرّہ بھر سر درد یا معمولی بخار ہوا تو فرائض کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ میرے اور آپ کے ایمانوں اور رجانوں کے والی شہنشاہِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف ''(1) تندرست اور قوی ایماندار کمزور ایماندار سے بہتر ہے۔ دوسرے مقام پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اسألوا اللّٰہ العفو والعافیہ ''(2) کہ تم رب قدوس سے معافی اور صحت مندی کی درخواست کرو۔ اِسی ارشادِ گرامی کا دوسرا فقرہ ہے ''فان احدا لم یعط بعد الیقین خیرا من العافیہ ''(3) کہ تمہیں کلمہ توحید کے بعد جو بہتر نعمت دی گئی ہے وہ صحت مندی ہے (جس کے ہونے پر خدا کی عبادت کرسکو گے)

---

(1) المسلم، الجامع الصحیح، جلد سوم، رقم الحدیث 2277

(2) الترمذی، السنن، باب فی دعاء النبی، ج 470/11 رقم الحدیث 3481

(3) الترمذی، السنن، باب فی دعاء النبی، ج 470/11 رقم الحدیث 3481

اس پر ہی اکتفا نہیں بلکہ اسلام نے صحت قائم رکھنے کیلئے بہت سے مبادی بھی مقرر کیئے جسے جسم کی صفائی جیسے موجودہ اطباء اور ڈاکٹر بھی بہت بڑی اہمیت دیتے ہیں حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں "الطھور شطر الایمان"(1) کہ صفائی اور پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔ موجودہ اطباء اور ڈاکٹر حضرات صحت قائم رکھنے کیلئے ایسے کام بتاتے ہیں جن میں جسم کی ورزش اور صحت ٹھیک رہ سکے۔ شہنشاہِ کائنات سیّد الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا، "احب اللھو الی اللّٰہ اجراء الخیل والرمی"(2) یعنی گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی خدائے قدوس کے ہاں پسندیدہ کھیل ہیں۔

اب یہ بات واضح ہے کہ دونوں کھیل ایسے ہیں جن سے بدن میں چستی اور پھرتیلا پن پیدا ہوتا ہے، جو صحت قائم رکھنے کیلئے بے حد مفید ہیں۔ نبی اکرم رسول مطہر نور مجسم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔"المرض سوط اللّٰہ یؤدب بہ عبادہ"(3) کہ مرض خدا کی طرف سے ایک کوڑا ہے جس سے رب تعالیٰ اپنے بندوں کو ادب سکھاتا ہے، جسے کوئی مرض لاحق ہو تو مایوس نہ ہو جائے بلکہ کسی ماہر طبیب سے مشورہ لے، کہ حضور اطہر ﷺ فرماتے ہیں "فان اللّٰہ لم ینزل داء الا انزل لہ شفاء"(4) اللہ تعالیٰ نے کوئی مرض ایسا نہیں اُتارا جس کی دوا پیدا نہ کی ہو۔ اسلام اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص اپنی صحت کے معاملہ میں کسی قسم کی سُستی برتے۔

1۔ المسلم ، الجامع الصحیح ، باب فضل الوضوء ، الرقم 223، ص203/1
2۔ زین الدین ، فیض القدیر ، الرقم 216، ص173/1
3۔ زین الدین ، فیض القدیر ، الرقم 9194، ص267/6
4۔ ابن ابی شیبہ ، المسند ، الرقم 23414، ص31/5

عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھ سے حضور انور نور مجسم ﷺ نے پوچھا، تم دن کو روزے رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے رہتے ہو، میں نے اقرار کیا کہ ہاں تو میرے اس اقرار پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "فلا تفعل صم و افطر و قم نم فان لجسدك حقا "(1) فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ روزے بھی رکھو، افطار بھی کرو، رات کو عبادت بھی کیا کرو اور سویا بھی کرو۔ سبحان اللہ! سید عالم ﷺ فداہ ابی و اُمی نے کیسا زریں حکم نافذ کیا جس سے حفظانِ صحت کا مسئلہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اُسے پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص ہمہ وقت اپنے کو مصروفِ عبادت رکھے اور حقوق جسم اور حقوق العباد کو پامال کرتا رہے۔ جہاں اسلام نے دوسروں کے حقوق کا تحفظ فرمایا اور ہمیں ادائیگی کا حکم دیا، ان میں ایک صحت بھی ہے جس کی نگہداشت نہایت ضروری ہے۔ اسلام ہی وہ دین ہے جس نے حیوانات کے حقوق کی بھی حفاظت کی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک اُونٹ حضور اطہر ﷺ کی خدمت میں بلبلاتا ہوا حاضر ہوا، اس کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ آتے ہی حضور اطہر ﷺ کے قدموں پر سر رکھ دیا، حضور اطہر ﷺ نے فوراً اس کے مالک کو بلوایا اور فرمایا کہ اونٹ تیری شکایت کرتا ہے کہ تو اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ لادتا ہے۔ اُس نے توبہ کی، اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا وعدہ کیا۔

1۔ البخاری، الجامع الصحیح، باب حق الجزی الصوم، الرقم 1975، ص 39/3
النسائی، السنن الکبریٰ، الرقم 2934، ص 258/3

بعض صحابہ نے (ازراہِ پیار) چڑیوں کے بچے پکڑے، ان کی مائیں سروں پر منڈلاتی تھیں۔ حضور انور ﷺ نے فوراً چھوڑ دینے کا حکم فرمایا کہ پکڑنے میں ان کی آزادی سلب تھی، کیڑے مکوڑے زمین کے اندر رہتے ہیں تو فرمایا سوراخ میں پیشاب نہ کرو، اس میں تمہاری مصلحت یہ ہے کہ کوئی موذی جانور ڈس نہ لے اور جانور کی مصلحت یہ ہے کہ بلاوجہ گھر سے بے گھر نہ ہو۔ جنات کے حقوق کا بھی تحفظ ہے کہ حکم فرمایا ہڈی سے استنجاء نہ کرو کہ وہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہے یہاں تک جنوں کو حق دیا گیا ہے کہ وہ ہمارے گھروں میں بود و باش اختیار کریں۔ (1)

ملائکہ کے تحفظ کا حقوق یوں فرمایا کہ بدبودار چیز کھا کر مساجد میں نہ آؤ کہ مساجد ملائکہ کے اجتماع کی جگہیں ہیں، بدبو سے انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح بد عمل، جھوٹ، گلہ، تہمت، حق تلفی سے بھی ملائکہ کو تکلیف پہنچتی ہے غرضیکہ اسلام نے صحت قائم رکھنے کی نگہداشت کا حکم فرمایا۔ (2)

---

(1) الترمذی، الجامع، جلداول، رقم الحدیث 16

(2) مشکوٰۃ المصابیح، جلد اول، رقم الحدیث672

اِسلامی سوشلزم؟

موجودہ دور میں ایک نہایت افسوس ناک رُجحان پایا جاتا ہے کہ کوئی ایسا نظریہ حیات اپنایا جائے جو مغربی ملکوں میں بطور فیشن رائج ہو اور اُس کے ساتھ لفظِ اسلامی لگا دیا جائے چنانچہ اسی وجہ سے ''اِسلامی ڈیموکریسی'' یا ''اسلامی سوشلزم'' اس جیسی دوسری اصطلاحات منظر عام پر لائی جا رہی ہیں۔ یہ اس لئے کہا جا رہا ہے کہ اِسلام کو ماڈرن اور اپ ٹو ڈیٹ بنا کر قابل قبول بنایا جائے۔ حالانکہ اس طریق سے اِسلام کو اس کے بلند منصب سے گرا کر صرف ایک معاشی وصف سے متصف کرنا ہے۔ اولاً تو ان ہر دو الفاظ اسلامی، سوشلزم کا ربط ہی بے معنی ہے۔ جب اسلام ایک مستقل اور جامع نظام حیات ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ اُسے سوشلزم کا لاحقہ یا سابقہ بنایا جائے۔ اور اگر سوشلزم ایک کامیاب نظام ہے تو پھر کیا ضرورت پیش آئی کہ اُسے اسلام کا سہارا دیا جائے۔ اس خلط ملط سے معقول ذہن تو یقیناً پریشان ہوتا ہے اگر اسلامی سوشلزم کا نعرہ صحیح مان لیا جائے تو کل کو سوشلزمی اسلام اور اسلامی عیسائیت کا نعرہ بھی اُٹھ سکتا ہے جو خطرناک نتائج کا حامل ہوگا، نیز سوشلزم کے بارہ میں تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک نظام ہے مگر ''اسلامی سوشلزم'' اس کا تو قطعا کوئی وجود ہی نہیں۔ لفظ اسلامی صرف اس لئے ساتھ ٹانکا جا رہا ہے تا کہ سوشلزم کو گوارا کیا جا سکے مگر

بہر قدرے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قات را میشناسم

اختلاف

لفظ سوشلزم کے معنی میں ہی شدید اختلاف ہے جسے اس کے شیدائی بھی آج تک حل نہیں کر سکے، اسی لئے پروفیسر جوڑے نے کہا تھا، سوشلزم اُس ٹوپی کی مانند ہے جو اپنی شکل وصورت کھو چکی ہے کہ ہر کوئی اسے اپنے سر منڈھنے میں مصروف ہے"

سوشلزم، کمیونزم اشتراکیت کے ہم معنی ہیں، سوشلزم نے اشتراکیت سے اور اشتراکیت نے مغربی تہذیب کے بطن سے جنم لیا ہے۔ اشتراکیت کا اپنا کچھ نہیں بلکہ سب کچھ مانگا ہوا ہے اس نے فلسفہ یونان سے، قانون روما سے، سائنس مسلمانوں سے، معاشی جذبہ یہودیوں سے، مذہب عیسائیت سے۔

لیکن اسلام

اس کا سرچشمہ ایک ہے، اس کا مدار وحی پر ہے، اس کے اصول اٹل ہیں اس کا دائرہ کار وسیع ہے، یہ فطرت سے بغاوت نہیں بلکہ مطابقت کا مدعی ہے، یہ پوری انسانیت کو ایک کنبہ قرار دیتا ہے۔ رنگ ونسل کا امتیاز مٹاتا ہے، یہ اعلان کرتا ہے کہ احترام، برتری، تقویٰ پر ہی مبنی ہے۔ اسلام کسی فرد کو بھوکا، ننگا، بے گھر، بلا علاج، بے تعلیم نہیں چھوڑنا چاہتا۔ وہ ان تمام ضروریات کی خود تکمیل کی ضمانت دیتا ہے۔ نہ کسی تہذیب سے کچھ مانگتا ہے نہ کسی کا رہین منت ہے، یہ نظام فرد اور حکومت دونوں کو شریعت کا تابع بناتا ہے۔ پوری انسانی زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔ انسانوں سے لے کر کیڑے مکوڑوں تک کے حقوق کا تحفظ اُس کے اُصولوں میں ہے، اس کا مزاج تعلیمی، تبلیغی اور اصلاحی ہے، وہ گردنوں پر ہی نہیں بلکہ دلوں پر بھی حکمرانی کرتا ہے۔ یہ محض ایک معاشی نظام نہیں جیسا کہ سوشلزم!

حقیقی ترقی

کسی نظام کی حقیقی ترقی نہ تو صنعت وحرفت میں ہے اور نہ کارخانوں کی بھرمار میں، نہ دولت کی فراوانی میں اور نہ فوجی سطوت میں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اس نظام سے اُخوت ومروت میں اضافہ ہورہا ہے یا نہیں۔قوم عدل وانصاف کے قریب ہے یا ظلم کی چکی میں پس رہی ہے، امن قائم ہے یا جنگ وجدل، حق کو سربلندی ہے یا باطل کو کوئی نظام کس قدر ہی اونچا کیوں نہ ہو، اگر اس میں انسانیت کے بنیادی مسائل کا حل نہیں، انسانی شرف مفقود ہے تو وہ ترقی نعمت نہیں بلکہ لعنت ہے۔

سوشلزم

یہ نظام حیات آزادی اور جمہوری اقدار سے سراسر محروم ہے، فرد کے آزاد وجود کو یہ نظام گوارا کرنے کیلئے ہرگز تیار نہیں۔ نہ اس سے ملک کی آزادی ہے نہ کسی کو اختلاف رائے کا حق اور نہ حکومت کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے یا بدلنے کا اختیار۔ نہ جمہوری حقوق کیلئے کوئی گنجائش، نہ بے لاگ انصاف کے حصول کا حق نہ پیشہ اور روزگاری کی آزادی۔اسی ماحول میں رہ کر روٹی کمانے کے بارہ میں علامہ اقبال کا اشارہ ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

یہ ٹھیک ہے کہ سوشلزم کا پروپیگنڈا عام ہے مگر اس کا طلسم بھی کب تک قائم رہ سکے گا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سوشلزم میں خدا کے تصور کا اضافہ کر دیا جائے تو بس خیر ہے، یہ ایک شر انگیز تصور ہے۔

عملی تجربہ

سوشلزم کے حامیوں کو چاہیئے کہ وہ شام، عراق، مصر، الجزائر کے حالات کا جائزہ لیں جو کچھ شام میں سوشلزم نے ترقی کی ہے وہ ایک عرب مصنف احمد فواد الیمانی سے سُنیے، ''اقتصادی طور پر شام کو جو بدحالی ہو چکی ہے جس کے جسم سے خون کی غیر معمولی مقدار بہہ چکی ہو چھوٹے چھوٹے ملازمین ملک چھوڑ چکے ہیں، دس فیصد سے ستر فیصد تک لوگ ہجرت کر چکے ہیں''

اسی طرح عراق کا حال بھی ایک عرب ادیب لکھتے ہیں ''عراق اشترا کی نظام حکومت کا تجربہ کر چکا ہے، اب عراقیوں کا پختہ یقین ہو چکا ہے کہ داخلی اصلاح کیلئے اشترا کیت کا سہارا سراسر خسارہ ہے۔ اشترا کی تجربوں نے عراق میں بکثرت لوگوں کی عزت وناموس کو ذبح کیا ہے اور شہری آزادیوں کو پامال کیا ہے؟

مصر میں سوشلزم کا کردار ڈھکا چھپا نہیں، سینکڑوں افراد تختہ دار پر لٹکا دیئے جاتے ہیں، مگر کسی کو آواز بلند کرنے کی ہمت نہیں، جب سے مصر نے روس سے رشتہ استوار کیا تو عرب سوشلزم کا پرچار شروع ہوا۔ بہرحال سوشلزم اور آمریت لازم وملزوم ہیں۔

الجزائر میں سوشلزم کا کردار اس سے واضح ہے کہ ''الجزائر حکومت نے جن زمینداروں سے صنعتوں اور زمینوں کو قومی ملکیت میں لیا ان کے مالکان کو سات سال گزر جانے کے بعد بھی ابھی تک معاوضہ نہیں دیا گیا۔

پاکستان میں سوشلزم

اس نظام کے حامیوں کا مقصد صرف ایک ہے کہ کسی نہ کسی انداز سے وہ جائز ہو یا ناجائز حکومت پر قبضہ کرلیا جائے ، یہ نظام فوج، پارٹی اور جاسوسی سے قبضہ کرتا ہے اگر اس نظام کی پشت پناہی فوج نہ کرے تو فوراً ناکام ہو جائے۔ تقسیم ملک کے بعد کمیونسٹوں نے پاکستان میں بھی کام شروع کر دیا، احمد ندیم قاسمیؔ، فیض احمد فیضؔ ،صفدر میرؔ، ظہیر بابرؔ وغیرہم نے مزید ہوا دی۔ مشرقی پاکستان کی مفلسی اور غربت سے ان لوگوں نے خاصہ فائدہ اٹھایا اور اپنے نظام کی تشہیر میں کام کیا۔ ۱۹۵۳ء میں راولپنڈی سازش کیس بھی اشتراکیوں کا ہی منصوبہ تھا کہ فوجی انقلاب برپا کر کے ملک پر قابض ہو جائیں۔ اب حالیہ ہنگاموں میں انہیں کھل کر سامنے آنے کا موقعہ مل گیا۔

پاکستان میں سوشلزم کا بڑھنا، علماء اور دین پسند طبقہ کیلئے ایک کھلا چیلنج ہے۔ اسلام کی مظلومیت قابل رحم ہے کہ کروڑوں نام لیواؤں کے سامنے اس کے ''مردہ باد'' ہونے کے نعرے لگائے جاتے ہیں وہ پکار پکار کر علماء وعوام سے امداد چاہتا ہے۔ وہ آج خلافت راشدہ کی یاد میں پریشان ہے، وہ پھر دورِ صدیقی وفاروقی کا متلاشی ہے، وہ برملا کہہ رہا ہے پاکستانیو! تم سب میرا نام لے کر آزاد ہوئے مگر مجھے قید کر دیا تمہیں میرے سبب اقوام عالم میں سربلندی ملی مگر میری رُسوائی کا تمہیں احساس تک نہیں۔ میری تضحیک وتذلیل کی جا رہی ہے تمہیں پرواہ نہیں، آج شدید ضرورت ہے کہ ہم سربلندی اسلام کیلئے میدان عمل میں نکلیں اور ہمت ومحنت کے ساتھ تحریر وتقریر اور دیگر ذرائع سے سوشلزم کو ناکام بنادیں۔

لمحہ فکریہ

صدر ایوب خاں کے اس اعلان ''کہ وہ انتخاب میں حصہ نہیں لیں گے'' سے ملکی سیاست نے ایک اور پلٹا کھایا ہے اس صورت حال سے نامعلوم کتنے شائقین صدارت میدان عمل میں آئیں اور اپنی لیڈرانہ اور جذباتی تقریروں سے عوام میں مقبولیت حاصل کریں۔ اب قوم کو پورے سوچ و بچار کے بعد قدم اٹھانا ہوگا کہ ہم نے ۲۲ سال میں کئی حکومتوں کو ادلتے بدلتے دیکھا، خوش کن نعرے اور دعوے سُنے، مگر مایوس رہے اس ملک میں امن، مساوات، عدل کو اُن کی صحیح و حقیقی خدّ و خال میں دیکھنے کیلئے نگاہیں بے تاب ہیں، ہمیں یہ سکون صرف اور صرف اسلام سے ہی مل سکتا ہے، اس سے پہلے رسالہ میں بھی کہہ چکا ہوں کہ ملکی اضطراب کا واحد مستقل حل اسلامی قوانین کا نفاذ ہی ہے۔

تقابل

اسلام	سوشلزم
اسلام میں بنیادی حقیقت وجود باری تعالیٰ اور عقیدۂ توحید و رسالت ہے۔	سوشلزم وجود باری تعالیٰ کا منکر اور مادہ کو اولیت دیتا ہے۔
اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں انبیاء علیہم السلام کے بتائے ہوئے اُصولوں کی دعوت دیتا ہے۔	سوشلزم ہر قدم پر مادہ پرستی کا درس دیتا ہے اور اُسے روحانیت سے کوئی تعلق نہیں

اسلام کا طریق کار اخلاق ،تہذیب کا پابند ہے۔	سوشلزم توڑ پھوڑ، املاک کی بردباری جانوں کے ضیاع کا قائل ہے۔
اسلام میں زندگی کی راہیں محض عقل و تجربہ سے نہیں بلکہ شریعت کی روشنی میں طے پاتی ہیں۔	سوشلزم کی نگاہ میں عقل فیصلہ کن قوت ہے،اُسے کسی بیرونی راہنمائی کی ضرورت نہیں۔
اسلام جمہوری اور شورائی نعمتوں سے معمور ہے۔	سوشلزم آمریت اور ڈکٹیٹرشپ کو جنم دیتا ہے۔
اسلام فرد کی انفرادی حیثیت کو تسلیم کرتا ہے۔	سوشلزم کی نظر میں فرد کی انفرادیت کی کوئی حقیقت نہیں
اسلام اخلاق وتہذیب کا اعلیٰ داعی ہے	سوشلزم اخلاق و مذہب کو ایک ڈھونگ تصور کرتا ہے۔
اسلام دولت کی منصفانہ تقسیم کر کے عدل قائم کرتا ہے۔	سوشلزم تمام وسائل دولت حکومت کو دیگر لوگوں کو مفلس و بے بس بناتا ہے۔
اسلام نبی آخر الزمان ﷺ کا محبوب و پسندیدہ دین ہے۔	سوشلزم لینن مارکس کی ایجاد ہے۔
اسلام اصلاح فرد سے شروع کرتا ہے اور پھر تدریجاً عمل کے ذریعہ اس کے نظام کو تبدیل کرتا ہے۔	سوشلزم جبر وقوت کو مقدم رکھتا ہے اور خونریزی کا مدعی ہے۔

اسلام درگزر اور معافی کا درس دیتا ہے حضور علیہ السلام نے فتح مکہ کے بعد دشمنوں کو معاف فرما دیا۔

سوشلزم نے روس پر قبضہ کے بعد دشمنوں کو دردناک سزائیں دیں۔سزا پانے والوں میں پادری، جج، وکلاء، مجسٹریٹ، فوجی افسر سبھی شامل تھے۔

اسلام کا مرکز مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ ہے

سوشلزم کا مرکز پیکنگ اور ماسکو ہے

اسلام کا ماخذ کلام الٰہی قرآن مقدس ہے اس کے ضوابط خود خالق کائنات نے بنائے۔

سوشلزم کی بنیادی کتاب ''سرمایہ'' ہے اور اس کے اُصول اس کتاب کے مصنف مارکس نے وضع کئے۔

سوشل بائیکاٹ
کی
شرعی حیثیت

علماء کرام نے جب عوام کے تعاون سے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کا آغاز فرمایا تو اہل اسلام نے مرزائیوں کا مکمل سماجی بائیکاٹ کر دیا۔ اس پر مرزائیوں اور اُن کے حواریوں نے اس بائیکاٹ کو غیر شرعی قرار دیا تو حضرت مصنف مدظلہٗ العالی نے زیر نظر رسالہ ''سوشل بائیکاٹ کی شرعی حیثیت'' شائع فرما کر اُمت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا۔

(مرتب)

سوشل بائیکاٹ کی شرعی حیثیت

۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت کے موقعہ پر علماء نے بائیکاٹ کا فتویٰ دیا۔ مرزائی اور اُن کے حواری چیخ اُٹھے کہ یہ اقدام اسلامی نکتہ نگاہ سے صحیح نہیں ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر چند سطور پیش خدمت ہیں کہ پتہ چل جائے کہ یہ اقدام بائیکاٹ اسلام اور شریعت کے اُصولوں کے قطعی منافی نہیں ہے۔

حدود و قصاص قائم کرنا تو حکومت کا کام ہے لیکن اگر معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو اس کی اصلاح کیلئے جرائم پیشہ لوگوں کا بائیکاٹ کرنا، ان سے الگ تھلگ رہنا، بیاہ شادی غمی کی تقریبات میں انہیں شامل نہ کرنا اصلاح کا پُر امن طریقہ ہے۔ چنانچہ شرح مشکوٰۃ میں ہے ''وھذہ کان داب الصحابۃ و من بعدھم من المؤمنین فانھم کانو یقاطعون من حاد اللّٰہ ورسولہ ''(1) یعنی صحابہ کرام اور بعد والے بزرگوں کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفوں اور دشمنوں سے بائیکاٹ کرتے رہتے۔

۱۔ کفار مشرکین، بدکردار اور مرتدین ظالم لوگوں سے الگ تھلگ رہنا اور لوگوں کو الگ رہنے کی ترغیب دینا قرآن حکیم کے اس ارشاد کے عین مطابق ہے۔ ''فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ''(2) (واضح ہو جانے کے بعد ظالموں

1۔ نور الدین، مرقاۃ شرح مشکاۃ، باب الحوض والشفاعۃ، ص 3550/8

2۔ الانعام، 68:6

کے پاس مت بیٹھیں) نیز ہم روزانہ نماز وتر میں پڑھی جانے والی دعائے قنوت کے اس حصہ" ونخلع و نترك من يفجرك "(1) میں ظالموں سے بائیکاٹ کا عہد کرتے ہیں اور عہد کی ایفاء کا عملی نمونہ پیش کرنا مومن کا اولین فرض ہے، اسی کا نام بائیکاٹ ہے۔

۲۔ جنگ تبوک کے موقعہ پر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور آپ کے دو اور ساتھی محض اجتہادی غلطی کی بناء پر جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے تو حضور انور ﷺ نے واپسی پر اُن کا سماجی بائیکاٹ فرمایا جو اتنا مؤثر ثابت ہوا کہ زمین اپنی وُسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔ اس واقعہ کو قرآن حکیم نے "سورۂ توبہ" میں بیان فرمایا جب بعض اوقات اپنوں کا بائیکاٹ جائز و درست ہے تو مرتدین کا کیوں جائز نہیں، جن کا وجود اسلام کو ہرگز ہرگز پسند نہیں۔(2)

۳۔ ترک موالات: یعنی کفار و مشرکین کو راز دار بنانے، ان سے دوستی رکھنے کو قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر منع فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے" لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله "(3) ایسا نہیں ہوسکتا کہ مومنین خدا اور رسول کے دشمنوں سے محبت بڑھائیں، مراسم رکھیں گویا اس میں مشرکین و مرتدین سے بائیکاٹ کا حکم دیا گیا ہے۔

1۔ عبدالرزاق، المصنف، باب القنوت، الرقم 4968، ص 110/3

2۔ التوبة، 118:9

3۔ المجادلہ 22:58

۴۔ ہمارا کفار و مرتدین سے بائیکاٹ کرنا تو ایک ہلکا سا احتجاج ہے، جس میں صرف اپنوں کو غیروں سے الگ رہنے کی ترغیب ہے، کفار کے آپس میں میل ملاپ پر ہرگز کوئی پابندی نہیں ہے۔ اسلام تو کفار و مرتدین کے پکڑنے، محاصرہ کرنے اور مکمل ناکہ بندی کے جواز کا ہی قائل نہیں بلکہ ایسا کرنے کا حکم دیتا ہے ''وخذوھم واحصروھم واقعدوا لھم کل مرصد'' (1) اس میں حکم ہے دشمن کو پکڑو، محاصرہ کرو اور ناکہ بندی کرو اور قرآن حکیم کے ہر حکم پر عمل مومن کا فرض ہے اس سے کیسے انکار ہو سکتا ہے کہ اس وقت اسلام اور ارتداد کی جنگ ہے اور حملہ کرنے میں پہل مرتدین کی طرف سے ہے۔

۵۔ مسلمانوں نے بنی نضیر کا جب محاصرہ کیا تو قیمتی باغ جو محاصرہ میں رکاوٹ تھے کاٹ دیئے گئے تھے، دشمنان اسلام نے اعتراض کیا کہ یہ فساد فی الارض ہے تو خدائے قدوس نے فرمایا ''ما قطعتم من۔۔۔ اور ترکتموھا قائمۃ علی اصولھا فباذن اللّٰہ'' (2) اے صحابہ! جو کچھ تم نے کیا درختوں کو کاٹا یا رہنے دیا سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔

اس حکم ربانی سے دو باتیں معلوم ہوئیں پہلی یہ کہ دشمن اسلام کا بائیکاٹ محاصرہ جائز ہے، دوسری یہ کہ جنگی ضروریات کے لئے جو تخریبی کاروائی ناگزیر ہو وہ فساد نہیں بلکہ عین تعمیر ہے۔ اس استدلال کی تائید قاضی ثناءاللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری

1۔ التوبۃ 05:09

2۔ الحشر 05:59

میں اسی آیہ کے تحت کی ہے۔

۶۔ حضرت سید عالم ﷺ نے غزوۂ حنین کے بعد طائف میں مالک بن عوف نصری کے بنگلہ کا محاصرہ فرمایا۔(1)

۷۔ وطیح وسلالم کے قلعوں کا مسلسل ۱۴ دن محاصرہ رہا۔

۸۔ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر قلعہ قموص کا محاصرہ فرمایا گیا۔

۹۔ حصٖن قلعہ کا محاصرہ ۳ دن جاری رہا تو ایک یہودی کے مخبری کرنے پر کہ اہل قلعہ کے پاس سامان وافر ہے، اگر پانی کی پائپ لائن توڑ دی جائے تو قلعہ فتح ہو سکتا ہے، چنانچہ رحمت عالم، سراپا شفقت ومحبت، پیکرِ اخوت ومروت ﷺ کے حکم سے پائپ لائن توڑ دی گئی اور فتح ہو گئی۔(2) کوئی بھی شخص جسے اسلام اور ایمان سے ذرا بھی تعلق ہے حضور ﷺ کے اس اقدام کو غلط قرار نہیں دے سکتا۔

۱۰۔ جو لوگ حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ کے واقعات کو پیش کر کے بائیکاٹ و محاصرہ کی مخالفت کرتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے جہاں حضور علیہ السلام کی ذات کا تعلق ہے۔ وہاں پتھر بھی برداشت ہیں، کوڑا اڈالنے والی یہودیہ کی بیمار پرسی بھی ہے، طائف کو گالیوں کے جواب میں دُعائیں ہیں، کانٹے بچھانے والوں کیلئے خاموشی ہے، بردباری ہے حوصلہ ہے، درگزر ہے۔ اہل مکہ کو معافی بھی ہے مگر جہاں اسلامی اصولوں سے ٹکراؤ ہے، دین سے تصادم ہے تو بائیکاٹ بھی ہے، محاصرہ بھی، علیحدگی بھی ہے۔

1۔ سیرۃ المصطفیٰ ص9 ج 3

2۔ زاد المعاد ص136 ، ج2

مقاطعہ بھی، محاذ بھی ہے اور تلوار بھی۔ میدان بدر و اُحد میں رحمۃ اللعالمین ﷺ کا برہنہ تلوار لے کر نکلنا اس دعویٰ کی کافی دلیل ہے، اُصول اسلام سے انحراف پر ہاتھ کاٹنا بھی ہے اور سنگساری بھی، جلاوطنی بھی ہے اور دُرّے بھی۔ یہ "اشداء علی الکفار رحماء بینھم"(1) کی عملی تفسیر ہے۔

قہاری و جباری وقدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلماں
(اقبال مرحوم)

اس عنوان پر مزید تلاش ہو تو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ کی کتاب "احکام شریعت" حصہ دوم مسئلہ نمبر ۷۴، ۸۱، ۸۲ ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ الفتح 29:48

تعلیمات گنج شکرؒ

آخر میں ناچیز نے حضرت شاہ صاحب مدظلہٗ کی اجازت سے عوام خصوصاً فریدی احباب کے استفادہ کیلئے حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ کے ارشادات کے علاوہ اوراد و وظائف شامل کئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

(مرتب)

دُعائے خاص

حضرت خواجہ نظام الدین نے فرمایا کہ ایک دن حضرت بابا صاحب علیہ الرحمہ نے یہ دُعا مجھ کو عطا فرمائی اور کہا کہ اس کی مواظبت کروتا کہ میں تم کو اپنا خلیفہ مقرر کروں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

یا دائم الفضل علی البریّہ   یا باسط الدّین بالعطیّہ

یا صاحب المواہب السنّیہ   یا دافع البلاء والبلیہ

صل علی محمد وعلیٰ آلہ البررۃ النقیہ واغفرلنا بالعشاء والعشیہ ، ربنا توفنا مسلمین والحقنا با الصالحین و صل علی جمیع الانبیاء والمرسلین و علی الملائکۃ المقربین و سلم تسلیما کثیرا کثیرا ۔ برحمتک یا ارحم الراحمین ۔(1)

اس دُعا کی مواظبت کے بعد حضرت بابا صاحب علیہ الرحمہ نے کاغذ، قلم، دوات منگائی اور مولانا سیّد بدرالدین اسحاق سے فرمایا لکھو خود حضرت عربی بولتے جاتے تھے اور مولانا لکھتے جاتے تھے، جب خلافت نامہ مکمل ہو گیا تو آپ نے دستخط کئے، مُہر لگائی اور پھر مولانا نے دستخط کئے اس کے بعد بابا صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا،

1۔ سیر الاولیاء ص 116

اس خلافت نامہ کو ہانسی میں مولانا جمال الدین کو اور دہلی میں قاضی منتجب الدین کو دکھا لینا اور ان کے دستخط بھی کرا لینا۔

ہر بیماری کیلئے دُعا

"فاتحۃ الکتاب شفاء و لکل داء" (سورۂ فاتحہ ہر مرض کی دوا ہے)

حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ ایک لاکھ مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھواؤ۔(1)

چنانچہ آپ نے سب پیر بھائیوں کو جو اس وقت جماعت خانہ میں موجود تھے ایک خاص تعداد پڑھنے کیلئے بتا دی اور خود بھی دس ہزار مرتبہ پڑھی اور فرمایا کہ حصول مراد کیلئے خصوصا شفائے امراض کیلئے سورۂ فاتحہ کا ختم پڑھنا چاہئے۔(2)

صبح کی فرض و سنت کے درمیان چالیس دن تک اکتالیس مرتبہ روزانہ سورۂ فاتحہ اس طرح پڑھی جائے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا میم الحمد کے لام سے ملا کر پڑھے اور الرحمان الرحیم کی تین مرتبہ تکرار کرے اور آمین تین مرتبہ کہے۔

قضائے حاجات کا مجرب وظیفہ

حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر کسی کو ایسی مشکل پیش آئے کہ کسی طرح حل نہ ہوتی ہو تو اس کو چاہئے کہ چاند کی پندرھویں شب کو (چودہ

---

(1) سیر الاولیاء ص428

(2) فوائد الفوائد ص 59

تاریخ کا دن گزر کر) بعد نماز عشاء تازہ وضو کرے، قبلہ رُخ بیٹھ کر انیس ہزار مرتبہ پڑھے ''واللّٰہ المستعان '' اور ہر ہزار کے بعد سجدہ کرے اور تین بار آمین کہے اور پھر اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرے حق تعالیٰ اس کی مشکل آسان فرمادیں گے اور اس کے مقصد میں کامیابی ہوگی۔

دُعائے فریدی

یہ دُعا بھی حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کے اوراد میں شامل تھی اور آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ کو عنایت فرمائی تھی۔

''الٰھی ضاقت المذاھب الا الیك و خابت الا مال الا لدیك و انقطع الرجاء، الا عنك وبطل التوکل الا علیك رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین بحق انزلناہ وبحق نزل کٓھٰیٰعٓصٓ و حٰمٓ عٓسٓقٓ۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ سیدنا محمد وآلہ اجمعین۔ (1)

خوشحالی کا وظیفہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ایک رات مجھے خواب میں حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کی زیارت ہوئی، اور آپ نے مجھے فرمایا کہ ہر روز ایک صد مرتبہ یہ دُعا پڑھا کرو۔(2)

---

(1) سیر الاولیاء ص423

(2) سیر الاولیاء ص 427

لا الـہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہ الحمدُ

وھو علی کل شی ٔ قدیر ۔

پھر ایک عرصے کے بعد میں نے کتب مشائخ میں لکھا ہوا دیکھا کہ جو شخص اس دُعا کی مداومت کرے گا، بغیر اسباب خوشحال زندگی گزارے گا۔ اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ جس نے یہ دُعا دس مرتبہ پڑھی تو گویا اس نے دس غلام آزاد کئے۔

کشائش رزق کا وظیفہ

حضرت بابا صاحب علیہ الرحمہ تنگی معاش دُور کرنے کیلئے لوگوں کو ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ سوتے وقت سورۂ جمعہ تلاوت کیا کرو۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہر شب پانچ مرتبہ سورۂ جمعہ پڑھنی چاہئے۔

حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کے اقوال مبارک

ہم یہاں حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کے چند اقوال پیش کرتے ہیں چونکہ علم عمل کرنے کے لئے حاصل کیا جاتا ہے لہذا ان پر عمل کرنے کی کوشش کیجئے، وباللہ التوفیق۔

۱۔ جو درویش مال دار ہونا چاہتا ہے وہ صرف حریص ہے۔

۲۔ امام شافعی کا قول ہے کہ میں دس سال صوفیاء کرام کی خدمت میں رہا تو مجھے معلوم ہوا کہ وقت کیا چیز ہے۔

۳۔ ہنر ذلت سے بھی حاصل کر۔

۴۔ کوئی مصیبت جب خدا کی طرف سے آئے گی تو تُو اس سے بھاگ کر کہاں جائے گا۔

۵۔ اگر درویش فاقہ سے مر جائیں تو بھی لذت نفس کیلئے قرض نہیں لیتے۔

۶۔ احمق کو زندہ مت سمجھ۔

۷۔ فرمایا وہ چیز فروخت نہ کر جو خریدی نہ جا سکتی ہو۔

۸۔ ہر ایک کی روٹی نہ کھا البتہ ہر ایک کو کھلا دے۔

۹۔ اگر تم بزرگانہ مرتبہ کے خواہشمند ہو تو بادشاہ زادوں اور امیروں کی صحبت سے پرہیز کرو۔

۱۰۔ تیرا دل جس کی بدی کی گواہی دے اس کے پاس سے فوراً اُٹھ جا۔

۱۱۔ اپنی طاقت پر گھمنڈ نہ کر۔

۱۲۔ آرام کا خواہش مند ہے تو حسد نہ کر۔

۱۳۔ فرمایا سات سو بزرگوں سے یہ چار باتیں پوچھیں ہر ایک کا یہی جواب تھا۔

۱۔سب سے زیادہ عقلمند کون ہے؟ فرمایا تارک الدنیا

۲۔سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ فرمایا جو کسی سے متغیّر نہ ہو۔

۳۔سب سے زیادہ غنی کون ہے؟ فرمایا قانع

۴۔سب سے زیادہ مفلس کون ہے؟ فرمایا حریص

نماز

ایک اہم فریضہ جس سے ہم غافل ہیں

نماز اور اہمیت نماز کے موضوع پر حضرت فاتح عیسائیت مدظلہٗ کا ایک ایمان افروز خطبہ ہے جسے عوام کے استفادہ کیلئے من وعن شامل کیا جارہا ہے۔(مرتب)

ایمان وعقائد کی تصحیح کے بعد نماز تمام فرائض میں نہایت اہم واعظم ہے، پہلی چیز جس کی حضور سید عالم ﷺ کو تعلیم دی گئی وہ وضو اور نماز تھی۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے زمین پر اپنی ایڑی سے ایک ٹھوکر ماری جس سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا، جبرائیل علیہ السلام نے اس سے وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھائی آپ وضو اور نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لائے تو حضرت سیدہ اُم المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وضو اور نماز کی تعلیم دی۔(1) یہ روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

اُسامہ بن زید اپنے باپ زید بن حارثہ سے راوی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، نزول وحی کے وقت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور وضو اور نماز کے مسائل بیان کیئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، نماز پہلا فرض تھا(2)

علامہ سہیلی اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں ”وضو باعتبار فرضیت کے مکی ہے اور باعتبار تلاوت کے مدنی ہے اس لئے کہ آیت وضو کا نزول ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں ہوا“(3)

ابتداء البعثت میں آپ کا نماز پڑھنا تو قطعاً ثابت ہے، اختلاف اس میں ہے کہ پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے آپ پر کوئی نماز فرض تھی یا نہیں۔ بعض علماء کے نزدیک معراج سے قبل کوئی نماز فرض نہ تھی۔ آپ جس قدر چاہتے نماز پڑھتے صرف صلوٰۃ اللیل کا حکم تھا۔

---

(1) دلائل ابو نعیم ص70

(2) عیون الاثر ص91

(3) روض الانف ص163/1

فضائل نماز

قرآن حکیم میں جابجا اس کا حکم نازل ہوا ہے، حدیث شریف میں ارشاد ہے

☆ حضور ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) ماہ رمضان کا روزہ رکھنا۔۔(1) یہ وہ بنیادی قوانین ہیں جو ہر دور میں ہر نبی کی اُمت پر لازم رہے البتہ ان کی ادائیگی کے طریقے مختلف رہے۔

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا ''کسی کے دروازے کے سامنے نہر ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے کیا اس کے بدن پر میل رہ جائے گا عرض کی نہیں، فرمایا یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے سبب خطاؤں کو مٹا دیتا ہے'' (2)

☆ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا ''میں نے حضور ﷺ سے عرض کی ، اعمال میں سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا ہے؟ فرمایا وقت کے اندر نماز پڑھنا، میں نے عرض کی پھر، فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے عرض کی پھر فرمایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا۔(3)

1۔ البخاری ، الجامع الصحیح ، الرقم 8، ص 11/1

2۔ البخاری ، الجامع الصحیح ، الرقم 501 ج 1

3۔ البخاری ، الجامع الصحیح ، الرقم 500 ج 1

☆ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ پت جھڑ موسم میں باہر تشریف لے گئے، دو ٹہنیاں پکڑ لیں، پتے گرنے لگے فرمایا ابو ذر میں نے عرض کی لبیک یارسول اللہ ﷺ ! فرمایا مسلمان جب اللہ کیلئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے گناہ ایسے گرتے ہیں جیسے اس درخت سے یہ پتے۔(1)

☆ طبرانی ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روای ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا ’’بندہ جب نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے اس کیلئے جنتوں کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں‘‘(2)

☆ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا ’’نماز دین کا ستون ہے، جس نے نماز قائم کی اس نے دین کی عمارت کو قائم کیا اور جس نے نماز ترک کی اس نے دین کو مسمار کردیا‘‘(3)

☆ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا ’’جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے تو اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے۔(4)

جامع عبادت

نماز جامع عبادت ہے بعض ملائکہ کی عبادت قیام ہے اور بعض کی سجدہ۔ انسان کو جامع عبادت دی گئی کہ یہ ملائکہ کی صفات اور خوبیوں کا حامل ہی ہو جائے۔ ملائکہ کے علاوہ کائنات بھی کسی نہ کسی طرح بارگاہِ قدس میں مصروفِ عبادت ہے۔ درخت قیام میں ہیں، چوپائے رکوع کی حالت میں، حشرات الارض سجدہ کی کیفیت

1۔ البخاری، الجامع الصحیح، الرقم 500، ج1
مشکوٰۃ المصابیح، جلد اول رقم الحدیث542

2۔ مشکوٰۃ المصابیح، جلد اول رقم الحدیث 1141

3۔ البیہقی، شعب الایمان، الرقم2683ص324/6

4۔ البخاری، الجامع الصحیح ص58/1

میں حضرت انسان کی عبادت نماز میں یہ سب کچھ ہے جس سے یہ اشارہ ملتا ہے اس کی عبادت جامع ہے لہذا انسان خود بھی اس کائنات پر حاوی ہے، عالم علوی ہو یا سفلی، چاند تارے بحر و بر وغیرہ اشیاء کی حقائق بھی کسی نہ کسی طرح حضرت انسان کے اندر جلوہ گر ہیں۔

اہمیت نماز

حضور سیّد عالم ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں، آپ پر کفار کی طرف سے بے پناہ مظالم ڈھائے گئے، احد شریف میں شدید دشواریاں پیش آئیں، دندانِ اطہر زخمی ہوئے، سر اقدس میں چوٹیں آئیں، خون بہا مگر دشمنوں کیلئے بد دعا نہیں فرمائی۔ طائف شریف کے واقعہ سے کون متعارف نہیں ہے مگر بددُعا نہیں ہے، غزوۂ خندق میں کفار کے پے درپے حملوں سے نماز عصر قضا ہوگئی تو حضور کو شدید صدمہ ہوا اور کفار کے خلاف دُعا کی۔(1)

☆ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''کفار نے ہمیں نماز عصر سے روکے رکھا، اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں میں آگ بھر دے''(2)

1۔ نسائی، سنن، جلد اول رقم الحدیث 1369

2۔ مشکوٰۃ المصابیح ، جلد اول رقم الحدیث 597

☆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس دو فرشتے آئے اور ساتھ لے گئے ہم ایسے شخص پر گزرے جس کا سر پتھروں سے کچلا جا رہا تھا، حضور ﷺ کے استفسار پر انہوں نے عرض کی یہ وہ ہے جو قرآن یاد کرتا ہے اور پھر اس کو چھوڑ کر فرض نماز بھی ادا نہیں کرتا۔

نماز باجماعت

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیاں جمع کی جائیں اور پھر اذان دی جائے جب لوگ جمع ہوں تو میں کسی اور کو امام بناؤں اور خود جا کر ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے حاضر نہیں ہوتے۔(1)

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر مسجد میں نماز سے جماعت کی غیر حاضری گناہ کبیرہ نہ ہوتی تو حضور ﷺ ان کے گھروں کو جلانے کی دھمکی نہ دیتے۔

☆ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''نمازِ جماعت تنہا پڑھنے سے ۲۷ درجہ بڑھ کر ہے۔(2)

1۔ البخاری، الجامع الصحیح ، جلد اول رقم الحدیث614

2۔ البخاری، الجامع الصحیح ، جلد اول رقم الحدیث615

وضو

☆ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا"مفتاح الجنة الصلوٰة و مفتاح الصلوٰة الطهور"یعنی جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت (وضو) ہے۔(1)

☆ حضور سید عالم علیہ السلام نے فرمایا"مسلمان بندہ جب وضو کرتا ہے تو کلی کرنے سے منہ کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، اور جب ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا تو ناک کے گناہ گر گئے اور جب منہ دھویا تو چہرہ کے گناہ نکل گئے اور جب ہاتھ دھویا تو ہاتھوں کے گناہ جھڑ گئے اور جب سر کا مسح کیا تو سر کے گناہ جھڑ گئے اور جب پاؤں دھوئے تو پاؤں کی خطائیں نکل گئیں۔(2)

نماز کیسے پڑھی جائے

جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے عرض کی یارسول اللہ! احسان کیا ہے؟ فرمایا"صل كأنك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك "(3) اس طرح نماز پڑھ کہ تو اپنے مجرب حقیقی کو دیکھ رہا ہے، پس اگر ایسا نہ ہو سکے تو نماز پڑھے اتنا یقین تو ہو کہ وہ تجھے مشاہدہ کر رہا ہے) تمام عبادات میں (خصوصاً نماز میں) حضور قلبِ خلوص نیت کی شدید تاکید ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔"وہ ایماندار کامیاب ہیں جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں"(4)

1۔ مشکوٰة المصابیح، جلد اول، رقم الحدیث280

2۔ المسلم، الجامع الصحیح، جلد اول، رقم الحدیث577

3۔ البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث48، ص87/1

4۔ المومنون 1,2:23

"لا صلوٰۃ الا بحضور القلب" کا بھی یہی معنی ہے کہ نماز میں عجز وانکساری پیدا ہو حضور ﷺ نے فرمایا "انی اریٰ رکوعکم و خشوعکم" (1) (میں تمہارے رکوع اور خشوع کو دیکھتا ہوں) رکوع کا تعلق ظاہر سے ہے، خشوع کا باطن سے۔ لہذا دونوں کا خیال رکھنے سے ہی نماز کی تکمیل ہوسکتی ہے۔

فوائد نماز

☆ پہلی اُمتوں نے یہ نمازیں متفرق طور پر پڑھیں، کسی نے فجر کی کسی نے ظہر کسی نے فقط عصر گویا پہلی اُمتوں کی مجموعہ عبادت ہمیں دی گئی۔

☆ ایمان میں نجات ہے نماز میں مناجات۔

☆ ایمان میں عزت ہے اور نماز میں قربت۔

☆ نماز میں انتہائی درجہ کے تذلل وعبودیت کا اظہار ہے۔

☆ نماز مومن کی معراج ہے۔

☆ نماز تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت پر عمل ہے۔

☆ نماز سے روحانی پاکیزگی کے علاوہ جسمانی نظامت بھی حاصل ہوتی ہے کہ جسمانی طہارت نماز کیلئے شرط ہے۔

☆ پنجگانہ نماز کی ادائیگی دن میں پانچ مرتبہ بارگاہِ قدس میں حاضری کا شرف بخشتی ہے

☆ نماز میں تلاوت قرآن حکیم بھی ہے جس سے بندہ اپنے رب سے مصروف گفتگو ہوجاتا ہے۔

---

(1) البخاری، الجامع الصحیح، جلد اول رقم الحدیث 703